
ناموس اسلام

یعنی

شان حسین

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون

حصہ اول

از

عبد الاکرم محمد ہاشم شہابادی

زیر نگرانی

آغا محمد طاہر نبیرۂ حضرت آزاد

در کریمی پریس لاہور باہتمام منشی نظام الدین طبع گردید

سنہ ۱۹۲۱ء

قیمت مجلد

ملنے کا پتہ

کامیاب خان جنرل سٹور پٹیالہ

فہرست مضامین کتاب ہذا

هو اللہ الصمد

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ الطاہرین

وہ واجب الوجود ذات ان دیکھی، ان بوجھی ہستی جو اللہ کے پیارے نام سے پکاری جاتی ہے۔ جس طرح اپنے وجود و ذات میں یکتا اور بے مثل و بے نظیر ہے۔ اُسی طرح وہ وحدہ لاشریک ذات اپنے کمال و صفات میں بھی جو اُس کی عین ذات ہیں بے عدیل و بے مثال ہے۔ وہ پاک و پاکیزہ ذات جو نہ دیکھنے میں آسکتی ہے اور نہ چھوئی جاسکتی ہے، مگر ہر جگہ موجود اور ہر زمانہ میں حاضر و ناظر ہے، جب کچھ نہ تھا تب بھی وہ تھا، اور جب کچھ نہ ہوگا اُس وقت بھی وہی ہوگا جو اب بھی ہے۔ یہ تماشہ گاہ عالم، یہ ہست و نیست ہونے والی دنیا اپنی زائل و فانی ہونیوالی ہستیوں سے اُس لازوال ہستی کا نشان دے رہے ہیں اور یہ آناً فاناً بدلنے والی کائنات اور یہ گھٹنے بڑھنے والے وجودات اس غیرفانی و ناتغیر پذیر حقیقی وجود کا پتہ بتا رہے ہیں کہ جس کے وجود سے جملہ موجودات عالم قائم و برقرار ہیں ہمارا ہونا اُس کے ہونے کی دلیل ہے، اور ہر ایک مصنوع اپنے صانع کا بینہ ہے۔

پھولوں میں اُسی کی مہک ہے۔ ذرّوں میں اُسی کی چمک ہے غنچوں میں اُسی کی چٹک ہے۔ کانٹوں میں اُسی کی کھٹک ہے۔ بجلی میں اُسی کی کڑک ہے۔ دنیا میں اُسی کی جھلک ہے ؎

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے ❊ بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے ❊ ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا ❊ جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

موجودات عالم کا ذرہ ذرہ اپنے خالق حقیقی اور صانع اصلی کے وجود کا پتا دے رہا ہے ؎ ہر گیا ہیکہ از زمین روید

وحدہٗ لاشریک لہ گوید ؎ برگ درختانِ سبز درنظرِ ہوشیار ÷ ہرورقے دفتریست معرفتِ کردگار۔
پس اُس آنکھوں سے دور مگر دل سے قریب سمیع و بصیر، علیم و خبیر، شاہدِ حقیقی نے اپنی معرفت وشناسائی کا جلوہ دکھانے کے لیئے اس نمائشگاہ دنیا کو اپنے گوناگوں ایجادات اور رنگا رنگ مصنوعات سے سجایا (حدیث قدسی۔ کنت کنزاً مخفیاً فخلقت الخلق لکی اعرف) انسان ضعیف البنیان کو جملہ مصنوعات و مخلوقاتِ عالم کا مجموعہ کمال بناکر (اتزعم انک جسم صغیر وفیک انطوی العالم الاکبر۔ "امیر المومنین علیؑ") اشرف المخلوقات کا لقب دیا اور سرداری کا شرف بخشا۔ پھر اس نوعِ انسانی میں سے کچھ برگزیدہ ہستیوں کو اپنے خاص کمال اور صفاتِ علم و عمل سے مزین فرماکر انسان کامل بناکر اشرف الانسان بنایا اور اپنی معرفت کے جام پلائے اور درجۂ تقرب بخشا کسی کو روح اللہ فرمایا تو کسی کو کلیم اللہ کا خطاب دیکر واصطنعتک لنفسی ارشاد ہوا کسی کو خلیل اللہ کے لقب سے یاد فرمایا تو کسی کو ذبیح اللہ کا خلعت بخشا کسی بزرگوار کو نجی اللہ فرمایا تو کسی کو نعم العبد ایوب سے یاد کیا گیا کسی کو نبی بنایا تو کسی کو رسالت کا عہدہ بخشا۔ اور بمصداق تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض بعض کو بعض پر فضیلتیں بخشیں اور اپنے آسمان ہدایت کو صراط مستقیم کے ان روشن ستاروں سے جگمگایا (وبالنجم ھم یھتدون۔ سورۂ نحل) اور دنیا کی رہبری و ہدایت کے لئے بھیجا۔

اس خالق حقیقی اور صانع ازلی نے اپنے دست قدرت سے ان سب مقدس ہستیوں میں سب سے افضل اور سب سے اعلےٰ ایک ایسی نورانی اور مقدس ہستی کو اپنے جملہ فضل و کمال کی صنعتوں اور تمام حسن و جمال کی طلعتوں کا ایسا کامل و اکمل آئینہ بنایا کہ خود مصور قدرت نے بھی اس پیکر جمال و کمال کی تصویر کھینچکر اپنی صنعت و قدرت کے ہاتھوں کو چوم لیا اور فتبارک اللہ احسن الخالقین فرمایا اور خود وہ صانع حقیقی اور خالق ازلی اپنی اس مصنوع کا فریفتہ اور اپنی اس مخلوق کا شیدا بنگیا۔ زبان قدرت سے کبھی محبوب کے پیارے نام سے یاد فرمایا اور کبھی لولاک لما خلقت الافلاک سے خطاب کیا۔

اس ملک جلیل حامد و محمود خالق کون و مکاں نے اپنی اس پیاری مخلوق، نورانی ہستی، جان جہاں کو محمدؐ کے پیارے نام سے مسمیٰ فرماکر اور انتہائی درجۂ قربت دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ مرحمت فرماکر سب نبیوں کا سردار اور سب رسولوں کا سالار بنایا اور سید المرسلین خاتم النبیین کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور قیامت تک دین محمدی کو اپنا دین اسلام اور اپنا صراط مستقیم بنایا۔ انک لعلیٰ صراط مستقیم فرماکر ان الدین عند اللہ الاسلام کا ارشاد بھی ہوا۔ پس خدا کے اس پیارے رسولؐ نے اور اس حبیب رب العالمین نے اپنے عاشق اور اپنے پیارے محبوب وحدہ لاشریک کے نام کو، اُسکی توحید کو اور اُسکے دین اسلام کی شعاعوں کو مشرق سے مغرب تک پھیلایا۔ اور چار دانگ عالم میں

توحید کے ڈنکے بجا دیئے۔ خدائے پاک کے دین اور اُسکے اسلام کے نورانی احکام سے عالم کو روشن فرمایا۔ اپنی روشن برہان سے، اپنے علم وکمال سے، اپنے افعال واقوال سے، اپنی سیرت وطریق سے، اپنے خلق واحسان سے توحید الٰہی اور اسلام کے حسن وخوبی کے سکے دنیا کے دلوں پر جما دیئے اور ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے دینی ودنیاوی، تمدنی ومعاشرتی، سیاسی وملکی امور ومعاملات کے متعلق شریعت محمدی وقانون اسلامی کے ایسے نورانی احکام قیامت تک کے لیئے ایسے اٹل اور ناقابلِ ترمیم واصلاح قائم فرمائے جو ہر زمانہ میں، ہر عہد میں، ہر ملک میں، ہر قوم میں بہتر سے بہتر اور مفید سے مفید ثابت ہوئے اور ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے غرضکہ دنیا کی کوئی قوم، کوئی ملت کسی اپنے ایسے ہادی ورہبر کو اس محبوب الٰہی وہادی برحق محمد عربی کے مقابلہ میں پیش نہیں کر سکتی۔ جو اس بانی اسلام سے زیادہ بڑھکر سیرت وصورت میں روحانیت وانسانیت میں کمالات عالیہ کا نمونہ اور صفات الٰہیہ کا آئینہ ہو۔ اور جس کے اقوال وافعال حکمت الٰہی کا خزینہ اور جس کی پیروی تہذیب، اخلاق وتزکیہ نفس کے لیئے اور دین ودنیا کی فلاح وبہبود کے لیئے ترقی کا زینہ ہو۔ بلاشک دنیا کی کوئی قوم کسی اپنے ہادی ورہبر کا کوئی ایسا جامع وکامل خدائی قانون پیش نہیں کر سکتی جیسا کہ دینِ محمدی کے بانی نے اپنے خالق ومالک خدائے جلیل کا ایک کامل واکمل یونیورسل لا دنیا کی ہدایت ورہبری کے لیئے چھوڑا ہے۔ کل شیئ احصیناہ فی امام مبین ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ دینِ محمدی کے زرین اصولوں اور اسلامِ محمدی کے بے مثال فلاح وبہبود کے مبارک قانون کو آج دنیا کی دوسری قومیں اپنی ترقی وفلاح وبہبود کے لیئے اختیار کرتی جاتی ہیں۔ اور اگرچہ بظاہر دین اسلام اور طریقہ محمدی کی قبولیت سے تنگدلی کیجاتی ہے اور تعصب سے زبانِ اعتراض بھی کھول اُٹھتے ہیں۔ مگر محمد عربی کے فضل وکمال اور دینِ اسلام کی فوقیت وبرتری کا اقرار کیئے بغیر بھی نہیں رہا جا سکتا۔ یورپ وایشیا کے بعض محققین علما وحکماء سابق وحال کی تصانیف کو ملاحظہ فرماؤ اور دینِ محمدی کی حقانیت کا جلوہ دیکھو۔ الفضل ما شھدت بہ الاعداء ملاحظہ ہو:۔ اسلام کے متعلق مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب ایم۔ اے۔ اپنی کتاب محمد اینڈ محمدن ازم میں لکھتے ہیں:۔ "اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور اسکے سوا اور کوئی شے بڑی نہیں ہے۔ یہی مسلمانوں کا مذہب ہے۔ اسلام۔ یعنی انسان کو چاہیئے کہ خدا کی مرضی پر توکل کرے اور ایسا کرنے میں نہایت خوش ہو۔ یہی مسلمانوں کا طرز زندگی ہے"۔

نیز آنریبل سر ولیم میور صاحب اپنی کتاب لائف آف محمد کی جلد دوم کے صفحہ ۲۶۹ و ۲۷۱ مطبوعہ ۱۸۶۱ء میں ارقام فرماتے ہیں کہ "ہجرت سے تیرہ برس پہلے تو مکہ ایسی ذلیل حالت میں بیجان پڑا تھا۔ مگر ان تیرہ برسوں نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا کہ سینکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع ومنقاد

ہوگئے۔ اُسی قادرِ مطلق سے بکثرت وبشدت دعا مانگتے۔ اُسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے اورحسنات وخیرات اور پاکدامنی اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اب اُنہیں شب و روز اُسی قادرِ مطلق کی قدرت کا خیال تھا۔ اور یہ کہ وہی رزاق ہمارے ادنےٰ حوائج کا بھی خبر گیراں ہے"۔ (اعجاز التنزیل صفحہ ۲۰ و ۳۳) اور نیز ملاحظہ ہو کہ **لالہ لاجپت رائے صاحب** اپنی کتاب **سوانح عمری سوامی دیانند صفحہ ۵۷** میں کیا تحریر فرماتے ہیں۔ وھو ہذا: ''جس وقت ہمارے دیش میں مذہبی کمزوری اپنا پاؤں جما رہی تھی اُس وقت عرب کے ریگستان میں ایک مہاپرش (عظیم الشان انسان) ایک عجیب غریب مذہب کی تعلیم دے رہا تھا۔ اسلام کی وحدانیت کیا ہے؟ ایک آتش خیز پہاڑ تھا جس کی اُبلتی ہوئی لہر کے سامنے نہ بت پرستی ٹھیری نہ انسان پرستی ٹھیری نہ عیسیٰ پرستی۔ جہاں جہاں تک یہ لہر پہنچی راستہ میں صفائی کرتی چلی گئی'' [۱]

غرضکہ یہ دینِ اسلام جس نے اپنی خوبیوں سے دنیا کو روشن و منور فرمایا اور عالم کے گوشہ گوشہ میں اُسکے جلوے نظر آئے۔ دنیا کا کوئی حصہ باقی نہیں ہے کہ جہاں اسکے نور کی شعاعیں نہ پہنچی ہوں۔ مگر اس اسلام کی تاریخ میں بانیٔ اسلام کے تقریباً نصف صدی بعد ہی ایک ایسا دردناک و غم انگیز عظیم الشان واقعہ نظر آتا ہے کہ جو معرکۂ کربلا کے نام سے مشہور ہے۔ اور جسکا ہیرو اس بانیٔ اسلام کا پیارا جان و جگر حسین مظلوم ہے کہ جس نے عالم کو ہلا دیا۔ دنیا کو تہ و بالا کر دیا۔ جو دنیا کی تاریخ میں ہر شان سے اور ہر پہلو سے کیا بلحاظ اپنی مصیبت عظیم اور بے نظیر دردناک واقعہ کے اور کیا بلحاظ اپنی صداقت و حقانیت کے اور اپنے صبر و استقلال کے اپنی نظیر آپ ہی ہے جسکا دردناک نظارہ ہر وقت تازہ اور جسکا غمناک سین ہر زمانہ میں خون کے آنسو رُلانے والا ہے جیسا کہ انگلستان کے مشہور مورخ **مسٹر گبن** نے اپنی تاریخ **ڈاون فال آف رومن امپائر** (زوالِ سلطنت روم) میں اس واقعۂ حسینؑ کی عظمت و شان اور اسکے پُراثر ہونے پر ان پُرزور الفاظ سے روشنی ڈالی ہے:-

In a destent age and Climate the tragic seen of the death of Hosain will awaken the Sympathy of the

---

[۱] **بز مسٹر گبن۔ باسورتھ سمتھ۔ سر ولیم میور۔ کارلائل۔ ریورنڈ راڈویل سیل** وغیرہ علماء و فضلاء یورپ و ایشیا کی تصنیفات اور رسالوں کو ملاحظہ فرماؤ۔ اور رسول عربی کی شان اور اسلامی فوقیت و برتری کو دیکھو۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو **اعجاز التنزیل** جناب مرحوم و مغفور وزیر الدولہ مدبر الملک خلیفہ سید محمد حسن خان بہادر وزیر اعظم ریاست پٹیالہ اور کتاب **حقائق اسلام** مولفہ جناب مولانا مولوی **فتح اللہ** صاحب لکھنوی ۱۲

coldest reader.

صدیوں اور زمانوں کے گزر جانے پر بھی دور دراز ملکوں میں بھی ہر جگہ شہادت حسینؑ کا دردناک نظارہ ہمیشہ ہمیشہ پتھر سے پتھر دلوں کو بھی پگھلائیگا اور ہمدردی حاصل کرتا رہیگا۔

نیز دیکھو مسٹر ای براؤن نے اپنی تاریخ لیٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد اوّل صفحہ ۲۲۷ میں بذیل حالات یزید واقعہ کربلا لکھا ہے "خصوصیت سے کربلا کے حادثہ نے دنیائے اسلام میں ایک خوفناک سنسنی پھیلادی۔ اور ایسا کون متنفس ہے کہ جو درد بھرا دل رکھتا ہوا ور پھر حالات کربلا کو پڑھکر اُسکا دل نہ پسیجے"۔

بلا شک کربلا کا واقعہ حق وباطل کا مقابلہ ہے۔ صدق وکذب کی جنگ ہے۔ ایک طرف صبر استقلال اپنے انتہائی کمال کے جلوے دکھلا رہا ہے۔ تو دوسری جانب سے منتہائے ظلم وجور اور سنگدلی کے نظارے پیش کیے جاتے ہیں ایک طرف اگر راہ مستقیم دکھلائی جاتی ہی تو دوسری طرف کفر وضلالت کی دعوت دی جاتی ہے۔

مسٹر جان یونگ چارسو شعر میں حسینؑ مظلوم کا دردناک مرثیہ لکھتا ہے۔ کربلا کا خونی منظر دکھلاتا ہی اور حسینؑ کی تعریف وتوصیف کرکے آخری رائے یہ ظاہر کرتا ہے کہ:۔

"حسین دیندار، خداپرست، فروتن، خلیق اور بے مثل بہادر تھا حسینؑ سلطنت وحکومت کیلئے نہیں لڑتا تھا بلکہ خداپرستی کے جوش میں وہ یزید سے اس واسطے بیزار تھا کہ یزید کے افعال دین احمدی کے خلاف تھے"۔ (رسالہ نظام المشائخ محرم سنہ ۱۳۴۵ ہجری جو زیر سرپرستی وزیر ادارت جناب مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب شائع ہوتا ہے)۔

نیز سوامی شنکر اچاریہ جی فرماتے ہیں کہ:۔ "اگر حسینؑ نہ ہوتا تو دنیا سے اسلام کا وجود مٹ جاتا۔ اور دنیا ہمیشہ کے لئے خداپرستی اور نیکیوں سے خالی ہو جاتی۔ میں نے حسینؑ سے بڑھکر کوئی شہید نہیں دیکھا اور حسینؑ کی شہادت کے اثر سے زیادہ کسی شہید کی قربانی کا اثر نہیں ہوا"۔ اخبار سعادت عمل خیرپور مورخہ ۱۹ / جولائی سنہ۱۹۲۶ء

فی الحقیقت جس طرح بانی اسلام محمدؐ عربی نے کفر وضلالت کی تاریکیوں کو ہٹاکر شمع اسلام کو روشن فرمایا اور اذیتیں جھیلکر تکلیفیں اُٹھاکر باغ اسلام کو سرسبز وشاداب بنایا اُسی طرح رسول اللہ کے بعد تیز وتند آنیوالی آندھیوں کی زد سے اور یزید وبنی اُمیّہ کے کفر وضلالت کی فناکرنیوالی سیل سے اسلام کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے حسینؑ نے اپنے خون سے نہایت مضبوط اور اٹل سدِ سکندری تیار کی جو قیامت تک قائم وبرقرار رہے گی۔ اور اسلام کی حقانیت وصداقت کی حفاظت کرے گی۔

کوئی محقق ہو یا فلاسفر۔ عالم ہو یا مورّخ۔ یورپ کا ہو یا ایشیا کا۔ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ دوست ہو یا دشمن جس نے بھی اپنی تحریریں یا تقریریں مورخانہ نظر سے یا فلسفیانہ خیال سے تاریخ اسلام پر روشنی ڈالی ہے۔

ممکن نہیں کہ واقعۂ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے حسینؑ کی دردناک مصیبت اور معرکۂ شہادت پر اپنی قلم سوز رقم سے صفحۂ قرطاس پر خون کے دو قطرے نہ ٹپکاتا گیا ہو۔

پس ہماری اس کتاب کا موضوع وہی مظلوم و غریب شہرۂ آفاق حسینؑ ہے کہ جس کا پیارا نام ہر ایک مسلمان کی زبان پر ہے اور جس کو کم و بیش تمام مسلمان ضرور محبت سے یاد کرتے ہیں اور غیر مسلم اقوام کے ریفارمر اور لیڈر اصحاب بھی اُسکی صداقت و حقانیت کو تسلیم کرتے ہوئے اُس کو اور اُس کے کارناموں کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بلاشک حسینؑ سب مسلمانوں کا یکساں پیارا اور تمام اہل اسلام کا یکساں دوست ہے بلاشبہہ حسینؑ تمام مسلمانوں میں کلمۃ سواء بیننا و بینکم کی شان رکھنے والا اور بے شک حسینؑ ہی اعتصموا بحبل اللہ جمیعا کا مصداق ہے۔ مسلمان خواہ ہندی ہو یا سندھی، عربی ہو یا عجمی، ایرانی ہو یا ترکی، حجاز کا ہو یا عراق کا، مکّہ کا ہو یا مدینہ کا افریقہ کا ہو یا امریکہ کا، یورپ کا ہو یا ایشیا کا جو حسینؑ کے نانا کا کلمہ گو، رسول عربی کا ماننے والا، اسلام کا قائل و معتقد ہے، وہ ضرور حسین کا دوست، حسینؑ کا فدائی اور حسین کا عاشق ہوگا [1]

قبل اس کے کہ میں اصل مضمون کو شروع کروں اپنے ناظرین کرام کی خدمت عالی میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میری اس ناچیز تحریر کو اس بزرگ مقدس و برگزیدہ ہستی یعنے حسین مظلوم کی تاریخ یا سوانحعمری نہ سمجھا جاوے۔ کیونکہ یہ عظیم الشان کام میری قوت و طاقت سے بدرجہا بالا و برتر ہے۔ یہ کامل اور وسیع المعلومات، عالی قدر اور ضین مصنفین کا ہی کام ہے۔ اور ہر زمانہ میں ہر قوم و ملک کے نامور اور لائق اہل علم اس موضوع پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اور لکھتے رہتے ہیں۔ زبان اُردو کا خزانہ بھی اس دولت سے خالی نہیں ہے۔ بہت کچھ ذخیرہ موجود ہے۔ نمونہ اور مثال کے طور پر ہم جناب محترم محقق ذی حشم حضرت ریاض بنارسی کی تصنیف انیف **شہید اعظم** اور جناب مخدوم و معظم خان بہادر سید **اولاد حیدر** صاحب فوق بلگرامی کی **ذبح عظیم** اور حضرت فاضل اجل مرحوم و مغفور مولانا سید **محمد ہارون** صاحب کی **شہید اسلام** کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو تاریخ حسینؑ کے متعلق زبان اردو میں نہایت اعلےٰ درجہ کی تصنیفات ہیں بس میں جو کچھ یہاں عرض کر رہا ہوں یہ صرف حسینؑ کی عظیم الشان ہستی کی عظمت ذاتی اور شخصیت کا بیان ہے اور اسی لیے اس ناچیز تالیف کا نام تاریخ حسینؑ نہیں بلکہ **ناموس اسلام شان حسین** ہے۔

---

[1] ہمارے اس قول کی تصدیق رسالہ نظام المشائخ شمارہ ۱۳ء میں مضمون "اغیار کے آنسو" ملاحظہ ہو۔ قابل مضمون نگار کی عبارت یہ ہے "دنیا جانتی ہے کہ جو لوگ حضرت محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں شیعہ ہوں یا سُنی، مقلد ہوں یا غیر مقلد، صوفی ہوں یا وہابی سب کے سب لازمی طور سے حضرت امام حسین کی شہادت سے کچھ نہ کچھ ضرور متاثر ہوتے ہیں" ۱۲

ایں حسینؑ کیست کہ عالم ہمہ دیوانۂ اوست
ایں چہ شمعیست کہ دنیا ہمہ پروانۂ اوست

حسینؑ کی شخصیت

یہ حسینؑ کون ہے؟ حسینؑ کی حقیقت و شخصیت کیا ہے؟ حسینؑ کی شان کیا ہے؟ حسینؑ کا اسلام سے کیا تعلق، خدا سے کیا واسطہ، اور اُسکا رسول سے کیا رشتہ ہے؟ حسینؑ کی محبت مسلمانوں پر کیوں فرض کیگئی ہے؟ کیوں مسلمان حسینؑ پر فریفتہ اور حسینؑ کے شیدائی ہیں؟

بس یہی میرا مقصد اور یہی میرا مدعا ہے کہ میں اپنے پیارے مسلمان بھائیوں کو خصوصًا اور عام ناظرین کو عمومًا اس کربلا کے ہیرو، مسلمانوں کے پیارے نبیؐ کے پیارے نواسے کی شان و شخصیت دکھلاؤں۔ اگرچہ میری حقیقت اور بساط کیا ہے کہ میں حسینؑ جیسے مقدس و عظیم الشان ذات کی منزلت جلیلہ و شخصیتِ عظیمہ کو بیان کرسکوں۔ بیشک حسینؑ کی قدر و منزلت رسولؐ کے دل سے پوچھو اور حسینؑ کی شان و عظمت کو خدا سے دریافت کرو لیکن بمصداق مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ جو کچھ بھی مجھ سے ممکن ہے اور جس قدر بھی اپنی کم بضاعتی و استعدادِ علمی سے بیان کرسکتا ہوں وہ اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

درحقیقت حسینؑ کی ذات عجیب مبارک ذات اور حسینؑ کی ہستی عجیب مقدس اور بزرگ ہستی ہے۔ جیسا کہ حسینؑ سا مظلوم بندہ، خدا کا فدائی، اسلام کا شیدائی دنیا میں نہیں ہوا ویسا ہی رسول عربیؐ کے بعد بلحاظ خصائص تعلیم عملی اور تبلیغ اسلامی اپنے زمانہ میں حسینؑ سی بزرگ و پاک ہستی بھی دنیا میں نظر نہیں آتی۔

مسلمان کیوں نہ حسینؑ پہ قربان ہوں، کیوں نہ حسینؑ کی محبت کا دم بھریں، حسینؑ مسلمانوں کا غمگسار، اُمت کا جاں نثار، حسینؑ خدا کا پیارا، رسولؐ کا پیارا، خدا کے محبوب کا محبوب، اسلام کا شیدائی، توحید کا فدائی، محمدؐ کا لختِ جگر، علیؑ کا نورِ نظر، فاطمہ زہراؑ کا چاند، عرشِ اعظم کا تارا، جبرئیلؑ کا خزادہ، حق کا دلدادہ، صداقت کا شہزادہ، ایثار کا مجسمہ، صبر و استقلال کا پُتلا، خُلق و مروت کا پیکر، رحم و انصاف کا ہیرو، ہمت کا دھنی، دنیا کی زیب، عقبےٰ کی زینت، بس خدا کا عاشق، نبیؐ کا محبوب، جمال و کمال محمدیؐ کا آئینہ، قدرت و شانِ الٰہی کا نمونہ ہے۔ ہر اُمتی کا پیشوا، ہر کلمہ گو کا رہنما، روحی و ارواح العالمین لہ الفدا۔

پس اول ہم حسینؑ کے فضائل و مراتب اور خدائے جلیل و رسول کریم کے اکرام و فضائل فرمائی اور سلوک و طریق کو جو حسینؑ کے متعلق مرعی رکھا گیا بیان کرتے ہیں، اور پھر حسینؑ کے خصائص و سیرت کو مختصرًا بیان

کرتے ہوئے اسلام کے متعلق حسینؑ کے اُس عظیم الشان کارنامہ کو جو میدان کربلا میں واقع ہوا اور جو قیامت تک دنیا میں یادگار رہیگا دکھلائیں گے۔

عظم اللہ اجورنا واجورکم بمصائبنا بالحسین علیہ السّلام

حسینؑ کی شان قرآن مجید سے

حسینؑ خدا کا عاشق ہے، خدا کا پیارا ہے، خدا کے محبوب کا محبوب ہے۔ حسینؑ کو دربار الٰہی سے خلعت عصمت و طہارت بخشا جاتا ہے۔ آیہ تطہیر انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرّجس اھل البیت ویطھّرکم تطھیرا کا نزول ہوتا ہے۔ رسولؐ اللہ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کو بُلاتے ہیں، چادر اُڑھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اللّٰھم ھٰؤلاء اھلبیتی وھامتی وخاصتی فاذھب عنھم الرّجس وطھّرھم تطھیرا یعنی بارالٰہا! یہی میرے اہلبیت ہیں، یہی میرے حسبی نسبی میرے قریبی ہیں، یہی میرے خاص ہیں۔ اللّٰھم انھم منّی وانا منھم فاجعل صلواتك وبرکاتك ورحمتك وعفرانك ورضوانك علیّ وعلیھم۔ خداوندا! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، اپنی صلوات، برکات، اپنی رحمتیں، رضوان اور غفران میرے لیئے اور ان کے لیئے قرار دے۔ انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم۔ اے میرے اہلبیت! جس نے تم سے جنگ کی اُسنے مجھ سے جنگ کی، جس نے تم سے صلح کی اور تم سے اچھا رہا وہ مجھ سے اچھا رہا۔ امّ سلمہ زوجۂ رسول کریمؐ آتی ہیں۔ زیر چادر شامل ہونے کی اجازت مانگتی ہیں۔ فرمایا جاتا ہے۔ نہیں۔ انت علی الخیر۔ بیشک تم خیر پر ہو۔ مگر اس خلعت وعطیہ الٰہی میں شریک نہیں ہو سکتیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر جامع البیان سید معین الدین بن شیخ صفی الدین صفحہ ۳۶۲ سورۂ احزاب:

فی مسلم ان علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا جاؤا فادخلھم النبی علیہ السّلام فی کساء من شعر اسود کان علیہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الاٰیۃ وفی مسند الامام احمد وغیرہ بروایات عن امّ سلمۃ انہ علیہ السّلام کان فی بیتھا فجاء علیؑ وفاطمۃ وابناھما وجلس عندہ علی کساء خیبریؑ فانزل اللہ ھٰذہ الاٰیۃ فاخذ فضل الکساء وغطاھم بہ ثم اخرج یدہ والوی الی السماء وقال اللّٰھم ھٰؤلاء اھل بیتی فاذھب الرّجس عنھم

صحیح مسلم میں ہے کہ بتحقیق علی اور فاطمہ اور حسن و حسین (علیہم السّلام) رسول کے پاس آئے۔ رسول اللہ سیاہ بالوں سے بُنی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ان سب کو رسول نے اُس چادر میں لے لیا اور فرمایا کہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الخ یعنی سوائے اسکے نہیں کہ خدائے جلیل نے تم سے جس و ناپاکی کو دور فرمایا ہے اور تم کو پاک و پاکیزہ کر دیا ہے۔ اور مسند امام احمد حنبل وغیرہ میں بروایات حضرت امّ سلمہ ام المومنین منقول ہے کہ جناب رسالتمآب امّ سلمہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔

وطہرھم تطہیرا قالت فادخلت راسی البیت فقلت وانا معکم یا رسول اللہ فقال انکِ الی خیر انکِ الی الخیر واحادیث التی ھی اصرح فی ھذا المعنی کثیرۃ ۔

پس علی اور فاطمہ اور انکے دونوں بیٹے آئے اور رسول اللہ کے پاس بیٹھے ۔ آنحضرتؐ ایک خیبری چادر اوڑھے ہوئے تھے ۔ پس خدا نے اس آیت کو نازل فرمایا ۔ رسولؐ نے چادر ان کو اڑھائی اور آسمان کی جانب رخ کرکے فرمایا اللّٰھم ھٰؤلاء اھل بیتی فاذھب الرجس عنھم وطہرھم تطھیرا ۔ خدایا یہی میرے اہلبیت ہیں پس ان سے رجس کو دور فرما اور ان کو پاک و پاکیزہ گردان ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنا سر داخل کرکے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی آپ حضرات کے ساتھ ہوں ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تو خیر پر ہے ، تو خیر پر ہے ۔ پس ایسی حدیثیں جو اس معنے کی تشریح و تصریح کرتی ہیں کہ یہ آیت شان میں علی اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کی نازل ہوئی ہے بکثرت ہیں[۱]

حسینؑ بحکم خدا فرزند رسولؐ ہیں

نصارائے نجران کا وفد آیا ہے ۔ بشپ اور پادری ساتھ ہیں توحید و تثلیث کا مقابلہ ہے ۔ براہین و دلائل سے افہام و تفہیم ہو چکی ہے آخر مباہلہ کے لیئے فرمان الٰہی نازل ہوتا ہے ۔ فمن حاجّک من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین " پھر جو شخص اس بارے میں تجھ سے حجت کرے بعد اسکے کہ تیرے پاس علم آ گیا ہے تو تو کہدے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی بی بیوں کو اور تمہاری بی بیوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو ۔ پھر دعا مانگیں ۔ پھر لعنت کریں اللہ کی جھوٹوں پر " صرف انہی اہلبیت کو لیکر رسولؐ مباہلہ کے لیئے تشریف لے جاتے ہیں ۔ حسینؑ نانا کی گود میں ہیں ۔ حسنؑ کی انگلی پکڑے ہوئے ہیں ۔ علیؑ اور فاطمہؑ پیچھے ہیں ۔ یہ عاشقان توحید ، فدائیانِ اسلام ، محبۃ خدا ، مجسم برہانِ الٰہی ، یقین کے پتلے ، حق کے بندے ، صداقت پر قائم ، استوار و کامگار و پائدار ، جھوٹوں کے لیئے بددعا کرنے ، نصرانیوں سے مباہلہ کے لیئے تیار ہیں ۔ تبلیغ توحید فرماتے ہیں ۔ نصرانی ان نورانی صورتوں کو ۔ ہیاکلِ توحید کو دیکھکر خوف زدہ ہو جاتے ہیں ، کانپ اُٹھتے ہیں ، سر تسلیم خم کرکے مباہلہ سے باز آتے ہیں اور جزیہ کی ذلت قبول کرکے صلح کر لیتے ہیں ۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ کو ملاحظہ کیجیئے ۔ ولما نزلت ھذہ الآیۃ

---

[۱] زیادہ تفصیل اور دیگر حوالجات کے لیئے دیکھو مناقب احمد حنبل ۔ صحیح ترمذی صفحہ ۵۰۳ ۔ صحیح مسلم صفحہ ۲۸۰ باب فضائل حسنین ۔ تذکرۃ خواص الامۃ صفحہ ۱۳۴ ۔ صواعق محرقہ صفحہ ۱۴۳ ۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۰۷ ۔ مودۃ القربیٰ صفحہ ۳۸ ۔ فصول المہمہ علی ابن محمد ابن صباغ المالکی صفحہ ۹ ۔ ۱۱۰ مطالب السؤل ابو طلحہ شافعی صفحہ ۵ ۔ تفسیر حسینی ملاحسین کاشفی صفحہ ۱۶۱ ۔ ہدایۃ السعداء نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم بھوپالی صفحہ ۵۴ ۔ کتاب الشفا فی حقوق المصطفیٰ قاضی عیاض جلد دوم صفحہ ۴۱ نیز ابن جریر و طبرانی

نعوج ابناء نا بندعا رسول اللہ علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللھم ھٰؤلاء اھلی یعنی
جب آیۂ مباہلہ ندع ابناءنا وابناءکم الخ نازل ہوا تو رسول اللہ نے علی اور فاطمہ اور حسن و حسین کو بلایا اور فرمایا خدایا!
یہ میرے اہل بیت ہیں [1]

بس دیکھیے خدا تعالیٰ خود اپنے حسین کو اپنی توحید کی حجت قرار دیتا ہے حسین ابھی بچے ہی ہیں مگر نانا کے
ساتھ توحید کی تبلیغ میں شامل کیے جاتے ہیں اور توحید و اسلام کی صداقت پر فدا ہونے کے لیے مباہلہ میں
پیش ہوتے ہیں۔

حسین بصورت نبی ہیں

حسینؑ صورت و سیرت میں، شکل و شمائل میں تصویر محمدیؐ ہے۔ فاطمہ رسولؐ
کی پیاری بیٹی، حسینؑ کی مادر گرامی حسینؑ کو لوری دیتی ہیں اور فرماتی ہیں:۔
۸ آنت شبیہ بابی لست شبیہ بعلی = اے پیارے حسینؑ تو تو میرے باپ کی ہم شکل ہے۔
علیؑ کی شبیہ نہیں۔

زید بن ارقم رسولؐ کے صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں کوفہ میں موجود تھا۔ اپنے گھر میں بالاخانہ کے اندر بیٹھا ہوا
تھا لشکر یزید حسینؑ کو شہید کر کے حسینؑ اور اصحاب و اقربائے حسینؑ کے سروں کو نیزوں پر رکھے آل محمدؐ
کو اسیر اور قیدی بنائے کوفہ میں داخل ہوئے۔ ہاؤ ہو۔ ہنسی خوشی کی آوازیں جو بازار میں بلند ہوئیں میں نے
دریچہ سے سر نکال کر دیکھا۔ کیا دیکھا۔ قیامت کا منظر نظر آیا۔ آسمان رسالت کا آفتاب سوا نیزے پر بلند ہو
فاطمہ زہرا کا چاند خون میں ڈوبا ہوا۔ ایک نیزۂ طویل پر جلوہ گر ہے۔ وراس قمری زہریؑ اشبہ الخلق
برسول اللہ۔ ایک چاند سا چمکتا دمکتا سر اطہر رسول اللہؐ سے صورت میں زیادہ تر مشابہ ایک بلند نیزہ پر
رکھا ہوا۔ قرآن کی تلاوت فرما رہا ہے جب میری کھڑکی کے قریب آیا میں نے سنا کہ سورۂ کہف کی تلاوت
فرماتا ہے۔ ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا۔ ترجمہ "کیا تو گمان
کرتا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم ہماری آیات عجیبہ میں سے تھے" (سعادت الکونین صفحہ ۱۲ - وسیلۃ النجاۃ)

حسین کے ساتھ رسولؐ کا طریق سلوک

علمائے اسلام، بزرگان دین، مفسرین و محدثین کی کتابوں
تاریخوں اور سیر پر نظر ڈالو اور ملاحظہ فرماؤ کہ

[1] دیکھو جامع ترمذی صفحہ ۴۸۸۔ صواعق محرقہ صفحہ ۸۷۔ اکلیل جلال الدین سیوطی صفحہ ۳۸۔ جامع البیان
صفحہ ۵۲ و ۵۳۔ مدارک صفحہ ۱۰۵۔ تفسیر حسینی صفحہ ۷۵۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۵۲۔ فصول المہمہ صفحہ ۸۔

سنن ابن ماجہ صفحہ ۔ تقریب وغیرہ وغیرہ ۱۲

[2] ترمذی، سر الشہادتین صفحہ ۱۲۵، تمہید اسلام اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۵ و ینابیع المودۃ صفحہ ۱۶۸ وغیرہ وغیرہ کو ملاحظہ کرنا

ہمارے نبی کریم رسول رب العالمین، خاتم النبیین، سید المرسلین، عالم کے سردار، نبیوں کے سالار، رسولوں کے سرتاج، جمال و کمال الٰہی کا مظہر اتم ہے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر جس کی شان ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ہے۔ جس کا قول قولِ خدا، جسکا فعل فعلِ الٰہی۔ جو حبّ فی اللہ اور بغض فی اللہ کا دارا اور ساعیا الی اللہ سے دست بدا ہے۔ اُسکا وہی محبوب ہے جو خدا کا محبوب ہے۔ اُسکا وہی عزیز ہے جو خدا کو عزیز ہے۔ اُسکا وہی قریب ہے جو مقرب دربار الٰہی ہے۔

پس اُسکی سیرت پاک اور اُس کے حالاتِ زندگی پر نظر ڈالو۔ مطالعہ کرو اور دیکھو وہ خدا کا محبوب خدا کا عاشق حسینؑ کے روزِ ولادت سے اپنی رحلت فرمائی کے وقت تک کیونکر اور کس طرح حسینؑ کو اپنی آغوشِ محبت میں پالتا ہے اور کیونکر حسینؑ کی تربیت فرماتا ہے۔ کیسی کیسی نازبرداریاں حسینؑ کی کرتا ہے۔ کبھی حسینؑ کو زبان مبارک چوساتے ہیں، لعابِ دہن پلاتے ہیں۔ کبھی حسینؑ کے ہونٹوں کو چومتے ہیں گلے کو بوسے دیتے ہیں۔ گود میں اُٹھاتے ہیں۔ سینہ پر لٹاتے ہیں۔ تھپک تھپک کر سُلاتے ہیں۔ شانوں پر بٹھلاتے ہیں کاندھوں پر چڑھاتے ہیں اور حسینؑ کی سواری کا اونٹ بنتے ہیں۔

دیکھو! حسینؑ نانا کے کاندھے پر سوار ہیں۔ حضرت عمر خلیفہ دوم رسولؐ کی خدمت میں تشریف لاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ حسینؑ نانا کے دوشِ مبارک پر بیٹھے ہیں۔ حضرت عمر محبت سے فرماتے ہیں۔ نعم الجمل جملک یا ابا عبد اللہ (ابا عبد اللہ حسینؑ کی کنیت ہے) آپ کی سواری کا اونٹ کیسا اچھا ہے۔ یہ سُنکر رسول اللہ فرماتے ہیں نعم الراکب ھو۔ اے عمر! یہ سوار بھی تو دیکھو کیسا اچھا ہے۔ یہ ہے حسینؑ کی شان! [۱]

کبھی دونوں صاحبزادوں حسنؑ و حسینؑ کو کاندھوں پر بٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں نعم المطی مطیکما ونعم الراکبان انکما وابوکما خیر منکما۔ تم دونوں سوار کیسے اچھے ہو اور تمہاری سواری کیسی اچھی ہے اور تمہارا باپ تم دونوں سے بہتر ہے۔

کبھی فرماتے ہیں اللّٰھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔ اے خدا میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

کبھی ارشاد فرماتے ہیں حسنؑ و حسینؑ میرے فرزند ہیں۔ میرے ریحانۂ قلب ہیں۔ جنّت کی زینت ہیں۔ عرشِ الٰہی کے گوشوارے ہیں۔ سیفِ الٰہی ہیں۔ سیدا شباب اھل الجنۃ جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ خدا کے پیارے ہیں۔ من احب حسنا وحسینا فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی۔ جو حسنؑ و حسینؑ کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے جو

---

[۱] دیکھو! ناسخ التواریخ۔ کشف المحجوب۔ وسیلۃ النجات ملا مبین فرنگی محلی صفحہ ۲۶۶ و ۲۶۷۔ ینابیع المودۃ

اُن کا محب وہ میرا محب۔ جو ان کا دشمن وہ میرا دشمن ہے۔[۱]

حسینؑ کی اذیت رسولؐ کی اذیت ہے۔ دیکھو تذکرہ سبط ابن جوزی روایت ام الفضل۔

کبھی ارشاد فرماتے ہیں الحسن والحسین امامان قاما او قعدا۔ حسنؑ اور حسینؑ دونوں ہر حال میں امام ہیں، امت کے پیشوا ہیں، قائم بامامت ہوں یا نہ ہوں۔ با اختیار ہوں یا بے اختیار یعنی امت خواہ اُن کو امام سمجھے یا نہ سمجھے۔ (صاحب ناسخ التواریخ بطریق عامہ وخاصہ)

حسینؑ بچوں میں کھیل رہے ہیں۔ رسول اللہ تشریف لاتے ہیں حسینؑ بھاگتے ہیں۔ رسولؐ دوڑ کر پکڑ لیتے ہیں۔ ایک ہاتھ سر پر ایک ٹھوڑی کے نیچے رکھتے ہیں۔ سینہ سے لپٹاتے ہیں۔ گلے کو چومتے ہیں۔ (امام احمد)

مسجد نبوی میں اصحاب کا مجمع ہے۔ رحمۃ للعالمین منبر پر تشریف فرما ہیں۔ وعظ فرما رہے ہیں حسنینؑ ناناکے سلام کو مسجد میں آرہے ہیں۔ لمبے لمبے عربی کرتے زیب بدن ہیں حسینؑ کا پاؤں اُلجھتا ہے۔ لڑکھڑاتے ہیں۔ رسولؐ منبر پر بےچین ہوجاتے ہیں۔ نیچے تشریف لاتے ہیں۔ گود میں اُٹھاتے ہیں گلے سے لگاتے ہیں۔ منبر پر ساتھ لیجاتے ہیں۔[۲]

حضرت سلمان فارسی بیان کرتے ہیں۔ ایک روز میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا حسینؑ رسول اللہ کے زانو پر بیٹھے ہیں اور رسولؐ حسینؑ کے رخساروں اور منہ کو چومتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

انت سید وابن السید انت امام ابن امام واخو الامام وانت حجۃ واخو الحجۃ وانت ابو التسعۃ حجج تاسعہم قائمہم۔ یعنی اے حسینؑ، تو خود سردار۔ سردار کا بیٹا۔ سردار کا بھائی، تو خود امام۔ امام کا بیٹا۔ امام کا بھائی۔ تو حجۃ خدا۔ حجۃ الٰہی کا پسر حجۃ خدا کا بھائی۔ اور تو حجۃ الٰہی کا باپ ہے کہ نواں اُنہیں قائم آل محمدؐ ہے (حضرت مہدی عجل اللہ ظہورہ)[۳]

ابو ہریرہ صحابی رسولؐ ناقل ہیں۔ میں نے دونوں کانوں سے سُنا۔ دونوں آنکھوں سے دیکھا۔ رسولؐ حسینؑ کے دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں حسینؑ کے ننھے ننھے پاؤں ناناکے پاؤں پر رکھے ہوئے ہیں اور رسولؐ فرماتے ہیں ترق یا عین بقہ اوپر چڑھ اے ننھے بچے حسین چڑھتے ہیں سینۂ اقدس پر۔ پاؤں رکھ لیتے ہیں۔ رسولؐ فرماتے ہیں۔ اے پیارے منہ کھول۔ حسینؑ منہ کھولتے ہیں۔ رسولؐ منہ

۱؎ صحیح ترمذی صفحہ ۵۳۹۔ تذکرۃ خواص الامہ سبط ابن جوزی بحوالہ صحیح بخاری۔ صحیح نسائی، صواعق محرقہ۔ احمد حنبل۔ ابن علی۔ ابن ماجہ۔ امام حاکم۔ حافظ ابو نعیم۔ طبرانی۔ دیلمی۔ ناسخ التواریخ۔ مدارج النبوۃ جلد اول۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۶۶۔ وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۲۹۶

۲؎ صحیح ترمذی صفحہ ۵۳۱۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۶۶۔ سنن ابی ماجہ۔ ابو داؤد۔ مستدرک امام حاکم وغیرہ۔ ۱۲

۳؎ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۶۔ مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی۔ ۱۲

چوم لیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں اللّٰھم احبہ فانی احبہ۔ بار الٰہا! میں حسینؑ کو دوست رکھتا ہوں تو بھی حسینؑ کو دوست رکھ۔ ۱؎

کبھی حسینؑ کے لبوں کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کوئی چھوہارہ یا کھجور کو چوستا ہے۔ تمبصص لعاب الحسین کما تمیص الرجل تمرہ۔

کیوں بھائیو! کیوں مسلمانو! یہ ہی حسینؑ کے لب ہیں کہ جن پر ایک روز یزید ملعون جو اسلام کا دعوےٰ کرتا ہو اور مسلمانوں کا خلیفہ اور امیر المومنین کہلاتا ہے حسینؑ کے لبوں پر جن کو رسول چوستے تھے، بوسے دیتے تھے چھڑی مارتا ہے گستاخیاں کرتا ہے۔ تخت پر بیٹھا ہے۔ دربار لگا ہوا ہے۔ شراب پی رہا ہے۔ نشہ میں چور ہے۔ حسینؑ کا کٹا ہوا سر خون میں ڈوبا ہوا۔ سونے کے لگن میں سامنے رکھا ہے۔ آلِ محمدؐ، نبی کی نواسیاں، فاطمہؑ کی بیٹیاں، علیؑ کی ذریت، گریباں چاک، پریشاں حال، منہ پر خاک ملے، قیدی بنی ہوئی، رسیوں میں جکڑی سامنے کھڑی ہیں۔ یزید حسینؑ کے ہونٹوں پر چھڑی مارتا ہے اور کہتا ہے کہ حسین! تیرے نانا نے جو حرام کیا ہے اُسے حلال کرتا ہوں۔ ابو ہریرہ اسلمی اور سمرہ بن جندب رسول کے صحابی جو دربار میں موجود ہیں، یہ قیامت خیز نظارے نہیں دیکھ سکتے۔ بیتاب ہوکر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاں ہاں اے یزید! خدا کے واسطے چھڑی اُٹھالے۔ خدا کی قسم ہم نے رسول اللہ کو دیکھا ہے کہ ان ہونٹوں کو چوستے تھے، بوسے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدا قتل کرے تمہارے قاتل کو اور لعنت کرے اُس پر (ناسخ التواریخ ابن زیاد صفحہ)

ہائے افسوس! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع اے فلک آں ابتدا ایں انتہائے اہلبیت۔

حسینؑ کا رونا رسولؐ کو بےچین کرتا ہے

حضرت عائشہ ام المومنین کے گھر سے رسول نکلتے ہیں حسینؑ کے رونے کی آواز فاطمہؑ کے گھر سے سُنتے ہیں۔ بیقرار ہوجاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے فاطمہؑ! اے نور دیدہ!! حسینؑ کو بہلاؤ۔ خاموش کرو۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ حسینؑ کے رونے سے میں بےچین ہوجاتا ہوں ۲؎

حسنؑ و حسینؑ نماز کی حالت میں پشت رسولؐ پر سوار ہوجاتے ہیں

رسول کریم نماز پڑھ رہے ہیں حسنؑ و حسینؑ دونوں صاحبزادے آتے ہیں۔ نانا سجدہ میں جاتے ہیں۔ دونوں صاحبزادے کبھی گردن مبارک پر سوار ہوجاتے ہیں کبھی پشت اقدس پر بیٹھ جاتے ہیں۔ رسول اللہ سجدہ کو طول دیتے ہیں۔

۱؎ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۶۷۔ زمخشری۔ امام طبرانی۔ امام ابو عمر۔ رحمۃ للعالمین قاضی محمد سلیمان صاحب جلد ۲ صفحہ ۱۳۷ ۱۲

۲؎ ینابیع المودۃ شیخ الاسلام قسطنطنیہ علامہ قندوزی۔ ذخائر العقبیٰ علامہ احمد ابن عبد اللہ شافعی۔ نزل الابرار علامہ بدخشی مسند جہ ذبح عظیم۔ سعادت الکونین فی فضائل الحسنین صفحہ ۱۲۳ مفتی اکرام الدین نبیرہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی

ذکر حبیب کو مکرر بار بار دہراتے ہیں۔ جب تک حسینؑ نہیں اُترتے، سر نہیں اُٹھاتے۔ اس روایت کو حضرت ام المومنین، ابوہریرہ، انس بن مالک اور ابن مسعود خفیف اختلاف الفاظ و حالات سے ملحوظ بیان فرماتے ہیں۔[۱]

شہادت حسین کی پیشین گوئیاں رسول مقبول ص کی زبانی

کربلا کا خونی نظارہ، حسینؑ کی شہادت کا دردناک منظر، ہجوم کا ہجوم، حسینؑ کی تنہائی، پیاس کا غلبہ، زخموں سے چور خون بھری تصویر آنکھوں کے سامنے پھرتی ہے۔ محزون و مغموم ہوتے ہیں۔ دل سے دھواں اُٹھتا ہے۔ آنکھیں ڈبڈباتی ہیں اور خود روتے ہیں۔ اور اہلبیت کو رُلاتے ہیں۔ شہادت حسینؑ کی پیشینگوئی فرماتے ہیں۔ کربلا کی خاک، مقتل حسینؑ کی مٹی سونگھتے ہیں، آبدیدہ ہو کر اصحاب کو دکھاتے ہیں۔ حسینؑ کے قاتل پر لعنت فرماتے ہیں اور نصرت حسینؑ کی ہدایت فرماتے ہیں۔ **حسینؑ کی مدد خدا کی مدد ہے۔ حسینؑ کی نصرت خدا کی نصرت ہے۔**

کبھی ام المومنین اُم سلمہ رضؓ رسولؐ خدا سے روایت کرتی ہیں۔ کبھی ام المومنین عائشہ بیان فرماتی ہیں۔ کبھی ام المومنین حضرت زینب سے روایت ہے۔ کبھی ام الفضل اور کبھی امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب بیان فرماتے ہیں۔ کبھی عبداللہ ابن عمر اور کبھی عبداللہ ابن عباسؓ ان احادیث نبویؐ کی روایات کو بیان کرتے ہیں۔ اور کبھی امیر معاویہ بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو سیرۃ محمدیہ مولانا مولوی کرامت علی صاحب مرحوم دہلوی:۔

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ انّ جبرئیل ارانی تربۃ التی یقتل علیہا الحسین فاشتد غضب اللہ تعالیٰ علیٰ من یسفک دمہ۔ یا عائشۃ والذی نفسی بیدہ انہ یحزننی فمن ھٰذا من امتی یقتل حسینا بعدی

حضرت ام المومنین عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ جبرئیل امین نے مجھے وہ مٹی دکھلائی ہے جس پر میرا حسینؑ قتل کیا جائیگا۔ اور جو حسینؑ کا خون بہائیگا اُس پر خدا کا غضب شدید ہوگا۔ اے عائشہ قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ امر مجھے بہت ہی غمناک کرتا ہے۔ میری امت میں کون ایسا شخص ہوگا جو میرے بعد میرے حسینؑ کو قتل کریگا۔ (علامہ ابن سعد نے بھی اپنی طبقات میں اس روایت کو درج کیا ہے)۔

ام سلمہ رضؓ ام المومنین کے گھر میں حضرت رسول تشریف فرما ہیں۔ جبرئیل امین آتے ہیں، نزول وحی ہوتا ہے رسولؐ اللہ حجرے میں تشریف لیجاتے ہیں۔ امّ سلمہ رضؓ سے فرماتے ہیں کسی کو ہمارے پاس نہ آنے دینا۔ یکایک حسینؑ آجاتے ہیں۔ نانا کے پاس حجرہ میں جانا چاہتے ہیں۔ اُم سلمہ روکتی ہیں۔ گلے لگاتی ہیں۔ گود میں لیتی ہیں۔

---

[۱] دیکھو مسند احمد حنبل، مسلم، ابو حاتم، امام نسائی، علامہ طبری، امام حاکم مستدرک، تاریخ النبوۃ، ینابیع المودۃ، طبقات ابن سعد، بغوی، بیہقی، ابونعیم۔ وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۲۶۵

بہلاتی ہیں مگر حسینؑ روتے ہیں، مچلتے ہیں۔ نانا کے پاس جانیکے لیے کوشش کرتے ہیں۔ آخر ام سلمہؓ چھوڑ دیتی ہیں حسینؑ دوڑ کر حجرے میں گھس جاتے ہیں۔ نانا کی گود میں جا بیٹھتے ہیں۔ جبرئیل عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ آپ کی امت عنقریب آپ کے اس حسینؑ کو قتل کرے گی۔ اور ہاتھ بڑھا کر ایک مُٹھی مٹی کی رسولؐ کو دیتے ہیں اور عرض کرتے ہیں حسینؑ اس جگہ شہید کیے جائیں گے۔ رسول اللہ حسینؑ کو گود میں اُٹھائے محزون ومغموم ملول و مہموم حجرہ سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ ام سلمہؓ خیال کرتی ہیں کہ حسینؑ کے اندر چلے جانے سے رسول ناخوش ہوئے ام سلمہ عرض کرتی ہیں۔ یا نبی اللہ میں قربان ہو جاؤں، حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ حسینؑ کو رونے نہ دینا۔ پس حسینؑ آ گئے تھے۔ میں نے ہر چند روکا مگر حسینؑ نہ رُکے اور آپکی خدمت میں پہنچ گئے۔ رسول اللہ نے ام سلمہ کو کچھ جواب نہ دیا۔ اور اسی طرح باہر اصحاب کے مجمع میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر و حضرت عمر اور دیگر اصحاب سب موجود تھے۔ اصحاب سے فرمایا میری امت میرے بعد میرے حسینؑ کو شہید کریگی اور وہ مٹی اصحاب کو دکھائی کہ یہ مٹی اُس جگہ کی ہے جہاں حسینؑ شہید کیا جائے گا۔ (دیکھو طبرانی۔ معجم کبیر ابی امامہ باہلی)

مسند امام احمد حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۴۲ میں ہے: ثابت نے ابن انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ملک مطر پانی برسانے والا فرشتہ بعد اذن خدائے جلیل رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت ام سلمہؓ سے رسول اللہ نے فرمایا تم دروازہ پر بیٹھو۔ اندر کسی کو آنے نہ دو حسین آ گئے۔ ام سلمہ نے منع فرمایا۔ مگر حسین اُچھل کر اندر نانا کے پاس چلے گئے۔ اور کبھی نانا کی پشتِ مبارک پر بیٹھتے تھے اور کبھی شانے پر سوار ہو جاتے تھے اور کبھی گود میں۔ فرشتہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! حسینؑ آپ کو بہت زیادہ پیارے ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ ہاں۔ تو فرشتہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ایک زمانہ آئیگا کہ آپ کی امت، آپ کے اس پیارے حسینؑ کو قتل کرے گی۔ آپ اگر فرماویں تو میں وہ جگہ بھی حضور کو دکھا دوں جہاں حسینؑ قتل ہونگے۔ پھر فرشتے نے ہاتھ مار کر ایک سُرخ مٹی حضور کو دی جو رسول اللہ نے ام سلمہؓ کو دیدی۔ ام سلمہؓ نے اپنے آنچل میں باندھ لی (شہادت حسینؑ حسن میاں صاحب پھلواری صفحہ ۲۷۔ سعادت الکونین صفحہ ۳۸۔

امیر المومنین علی فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول کریم ہمارے گھر میں تشریف لائے۔ ہم نے آپکے لیے کھانا تیار کیا تھا۔ اور تھوڑا دودھ بھی جو اُم ایمن نے بھیجا تھا۔ حاضر کیا۔ حضرتؐ نے کھانا تناول فرمایا۔ دودھ نوش کیا۔ میں نے حضرتؐ کے ہاتھ دھلائے۔ حضرت نے چہرہ مبارک اور ریشِ اقدس پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی اور سجدہ فرمایا اور رونا شروع کیا۔ ہمیں جرأت نہ ہو سکی کہ وجہ گریہ دریافت کریں اور کچھ عرض کریں۔ لیکن حسینؑ حضرتؐ کی پشتِ مبارک پر گر پڑے اور رونا شروع کیا۔ رسول اپنا رونا بھول گئے حسینؑ سے فرمایا بابی انت وامی میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اے میرے پیارے حسینؑ تم کیوں روتے ہو؟ حسینؑ نے عرض کی حضور!

ہم نے کبھی آپ کو اس قدر روتے نہیں دیکھا حضور کے گریہ کی کیا وجہ ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ اے فرزند ابھی آج تمہیں دیکھکر ایسا مسرور اور خورسند ہوا کہ کبھی پہلے نہ ہوا تھا۔ جبرئیل امین رب جلیل کی طرف سے ابھی یہ خبر لیکر آئے ہیں کہ اے حسینؑ میری امت تم کو غربت وبیکسی میں شہید کریگی۔ (رسالۂ بلا رابسین جذب القلوب الی دیار المحبوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ وسیلۃ النجاۃ ملا محمد مبین فرنگی محلی صفحہ ۲۷۰)

دوسری روایت ابن عمر بیان کرتے ہیں:۔

قال رسول اللہ یزید لابارک اللہ فی یزید الطعان اللعان اما انہ نعی الی حبیبی وخلیلی حسین اتیت بتربتہ ورایت قاتلہ الا انہ لا یقتل بین ظہرانی قوم فلا ینصروہ الا عمہم اللہ بعقاب	فرمایا رسول اللہ نے خدا نہ برکت دے یزید یعنی طاغی باغی کو آگاہ ہو مجھے میرے پیارے جانی حسینؑ کے قتل کی خبر دی گئی ہے اور وہ مٹی میرے پاس لائی گئی ہے (جہاں حسین قتل کیا جائیگا) اور اس کے قاتل کو بھی

مجھے دکھلا دیا گیا ہے۔ آگاہ ہو کہ میرے بعد اُس کو ایک قوم قتل کرے گی۔ اور جو اُس کی امداد نہیں کریگا اللہ اُسکو عذاب میں مبتلا کریگا۔ یا کرے (بطریق بد دعا)۔ (سیرۃ محمدیؐ۔ سعادت الکونین صفحہ ۳۷)

تیسری روایت بھی اسکے قریب قریب ہے جو معاذ سے مروی ہے۔ اس میں بھی یہی فرمایا ہے کہ لابارک اللہ فی یزید۔ اور حسینؑ کی مدد نہ کرنیوالوں کو مبغوض الٰہی فرمایا ہے۔ (سیرۃ محمدیؐ۔ سعادت الکونین صفحہ ۳۷)

مُلا متقی صاحب کنز العمال نے بھی اس حدیث کو اسی طرح کنز العمال میں نقل فرمایا ہے۔

مولوی کرامت علی صاحب مرحوم نے اپنی اسی کتاب سیرۃ محمدیہ میں متعلق پیشین گوئی شہادت حسینؑ متعدد احادیث رسول درج فرمائی ہیں۔ جو روایات حضرت ام المومنین عائشہ اور حضرت زینب و حضرت ام سلمہ اور ام الفضل و ابن عباس سے مروی ہیں اور وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷۔

نیز ملاحظہ ہو کتاب ینابیع المودہ صفحہ ۳۱۸ شیخ الاسلام قسطنطنیہ علامہ قندوزی درج فرماتے ہیں:۔

فی الاصابہ انس بن الحارث بن لعبیہ قال البخاری فی تاریخہ والبغوی وابن السکین وغیرہما من انس بن الحارث۔ قال سمعت رسول اللہ یقول ان ابنی ھذا یعنی الحسین یقتل بارض یقال لھا کربلاء فمن شھد ذالک منکم فلینصرہ فخرج انس بن الحارث الی کربلا فقتل بھا مع الحسین	یعنی انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو کہتے سُنا حضرت نے فرمایا یہ میرا فرزند یعنی حسینؑ زمین کربلا پر شہید کیا جائیگا۔ پس جو تم میں سے اُس وقت ہو اُس کو ضرور چاہیئے کہ حسینؑ کی نصرت کرے پس انس کربلا گئے اور حسین (علیہ السلام) کے ساتھ شہید ہوئے۔

صاحب مثیر الاحزان نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت سرورِ عالم مرض الموت میں

بستر بیماری پر لیٹے ہوئے ہیں حسینؑ کو سینۂ اقدس سے لپٹاتے ہیں۔ منہ چومتے ہیں۔ پیار کرتے ہیں۔ رسول اللہ کا پسینہ حسین پر بہتا ہے۔ رسولؐ فرماتے ہیں مالی و لیزید لا بارک اللہ فیہ اللّٰھم العن یزیدا۔ میرا یزید سے کیا تعلق ایں نے یزید کا کیا بگاڑا۔ خدا کی لعنت ہو یزید پر۔ خدا اُس کو برکت نہ دے۔ یہ فرماتے ہیں اور بیہوش ہو جاتے ہیں۔ پھر ہوش میں آتے ہیں اور حسینؑ کو پیار کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں اما ان لی ولقاتلک مقاماً بین یدی اللہ عزّ وجل۔ اے پیارے حسینؑ میں خدا کے سامنے تیرے قاتل سے داد خواہی کے لیے کھڑا ہونگا۔

صاحب روضۃ الصفا نے بھی امیر معاویہ کی زبانی اس روایت کو درج کیا ہے۔ مگر امیر معاویہ نے یزید کا نام حذف کر دیا ہے۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۵۷)

پھر امیر معاویہ خود یزید سے فرماتے ہیں۔ عبداللہ ابن عباس با من گفتہ کہ در حالت نزع بہ سر بالین رسول حاضر شدم۔ دیدم کہ امام حسین را بسینۂ خویش ضم کردہ می گفت این فرزند از ابرار عترت و اخیار ذریت من است خداوندا! برکات از آں کس برگیر کہ بعد از وفات حرمت او نگاہ ندارد۔ چوں این کلمات بر زبان معجز نشان جاری شد غش بر او طاری شد۔ چوں بہ ہوش آمد گفت مرا و کشندۂ ترا روز قیامت مقاومتے و خصومتے خواہد بود و دل من خوش است کہ خدا تعالےٰ مرا در روز قیامت خصم آنکس خواہد گردانید کہ با تو جنگ کردہ ترا بکشد۔

بعد ازاں معاویہ با یزید گفت کہ من خود از مصطفےٰ شنیدم کہ فرمود روزے جبرئیل نزد من آمد و گفت پسر ترا امت تو خواہد کشت و کشندۂ او لعین امت خواہد بود آنحضرت نیز بر قاتل حسین لعنت کردہ است۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۵۷)

مولانا مفتی اکرام الدین نبیرۂ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب سعادت الکونین فی فضائل الحسنین میں صفحہ ۳۷ پہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"طبرانی در کبیر و خطیب و ابن عباس از ام سلمہ آوردہ کہ آنحضرت فرمود کہ بعد از مرور شصت سال ہجرت من حسینؑ مقتول خواہد شد"

پھر ارقام فرماتے ہیں:۔ "در غنیۃ الطالبین کہ منسوب بہ حضرت غوث الاعظم است مذکور است کہ روایت کردہ شدہ است از ام سلمہ کہ گفت بود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم در مکان من کہ حسین رضی اللہ عنہ آمد پس دیدم من آنحضرت و حسین را حسین بر سینۂ آنحضرت بود کہ بازی می کرد و در دست رسول خدا پارۂ از گل بود و اشک مبارک جاری بود ندیس عرض نمودم کہ یا رسول اللہ من فدائے تو باد این حالت چیست

ودر دست تو ایں گل چیست وچرا گریہ می کنی۔ فرمود کہ من وقتیکہ خوش شدم از حسین ودر آں حالت کہ بر سینہ من لعب می کرد جبرئیل آمد وداد مرا خاک را کہ بر آں قتل کردہ خواہد شد بنا براں می گریم۔ (سعادت الکونین ص ۳۳)

صحیح ترمذی۔ مسند امام حنبل۔ مستدرک امام حاکم۔ مسند حمید کشی و حافظ ابو نعیم وغیرہ وغیرہ نے متعدد احادیث رسول شہادت حسینؑ کی پیشین گوئی اور رسول اللہ کے رونے اور محزون ومغموم ہونے کی درج فرمائی ہیں۔ نیز کنز العمال صواعق محرقہ۔ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۱۵۸ مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲ سعادت الکونین فی فضائل الحسنین مولفہ مولانا مفتی اکرام الدین نبیرہ مولوی شیخ عبد الحق محدث دہلوی میں مرقوم ہیں۔

اصحاب کبار کی نظر میں حسینؑ کی عزت اور حسینؑ کیساتھ انکا سلوک و طریق محبت

رسولؐ کے بعد اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سلوک کے طریقہ کو دیکھو حسینؑ کے ساتھ کس محبت و عزت کا سلوک فرماتے ہیں۔ رسولؐ کے طریقہ اور محبت رسول کو حسینؑ کے ساتھ دیکھ چکے ہیں۔ حسینؑ کی شخصیت اور حقیقت سے واقف ہیں۔ حسینؑ کی قدر و منزلت رسول سے سُن چکے ہیں۔

ہمیں یہاں خلافت کے مسئلے، سقیفہ کے معاملے اور جناب امیرؑ کے ساتھ اصحاب رسول کے تفصیلی تعلقات اور معاملات سے بحث نہیں ہے۔ وہ کیسے ہی کیوں نہوں۔ مگر حسینی شخصیت ان حضرات میں بھی خصوصیت کے ساتھ نمایاں نظر آتی ہے۔

حسینؑ کی محبت حضرت ابوبکر اور حضرت ابوایوب انصاری کے دل میں

ابن عباس بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ مسجد میں رونق افروز ہیں ہم سب حاضر ہیں۔ فاطمہ زہراؑ مادر حسنینؑ آتی ہوئی بابا کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں۔ بابا! آپ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ آج صبح سے گم ہیں، معلوم نہیں کہاں چلے گئے۔ رسول اللہ نے فرمایا بیٹی تیرا باپ تجھ پر فدا ہو۔ رؤو نہیں۔ خداوند عالم اُن کا خالق و مالک اور سب سے زیادہ اُن پر رحیم و مہربان ہے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی۔ جبرئیلِ امین رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ کچھ رنج و فکر نہ فرمائیے۔ هما فاضلان فی الدنیا والاخرۃ وابوهما خیر منهما۔ یہ دونوں افضل و اشرف ہیں دنیا و آخرت میں۔ اور ان کا باپ ان سے بہتر ہے۔ آپ کے یہ دونوں فرزند حظیرۂ بنی نجار میں آرام فرما رہے ہیں۔ خداوند عالم نے ان کی حفاظت کے لیئے ایک فرشتہ کو مامور فرمایا ہے۔

رسول اللہ مع اصحاب باغ بنی نجار کو فرزندوں کی تلاش میں تشریف لیجاتے ہیں۔ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے آرام فرمارہے ہیں۔ رسول اللہ بوسے لیتے ہیں، پیار کرتے ہیں، محبت سے جگاتے ہیں۔ دونوں کو کاندھوں پر اُٹھاکر واپس تشریف لاتے ہیں۔ حضرت **ابوبکر خلیفہ اول اور حضرت ابوایوب انصاری** بڑھکر عرض کرتے ہیں، یہ شرف ہم کو عطا ہو۔ ایک شہزادہ کو ہم کو دیدیجئے، ہم اٹھاکرلے چلیں۔ رسول اللہ فرماتے ہیں **دعاھما فانھما فاضلان فی الدنیا والاخرۃ وابوھما خیر منھما**۔ نہیں نہیں چھوڑ دو۔ یہ دونوں دنیا و آخرت میں سب سے افضل واشرف ہیں۔ اور باپ ان کا ان سے بہتر ہے۔ خدا کی قسم میں آج وہ شرف و بزرگی جو خدا نے ان کو عطا فرمائی ہے بیان کرونگا۔ منبر پہ تشریف لے گئے، اور حسن و حسین بھی ساتھ ہیں۔ بعد حمد و ثنائے الٰہی خطبہ فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔ **یاایہا الناس!** نانا، اور نانی کے اعتبار سے جو دنیا میں سب سے بہتر ہے، وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ ان کا نانا میں محمد مصطفٰے خاتم النبیین، رسول رب العالمین ہوں اور ان کی نانی خدیجہ بنت خویلد جو سابق الایمان ہیں۔ اور یہ از روے مادر و پدر سب سے افضل اور اعلےٰ ہیں۔ باپ ان کا علیؑ ابن ابیطالب (نفس رسول، امیرالمومنین) اور انکی والدہ فاطمہ بنت محمدؐ (سیدۃ نساء العالمین) ان کا چچا جعفرؑ ابن ابیطالب اور ان کی پھوپھی ہانی بنت ابیطالب۔ ان کے ماموں قاسم ابن رسول اللہ اور ان کی خالہ زینب بنت رسول اللہ ہیں۔ پس کسی کو دنیا میں نہ ایسے نانا، نانی ملے۔ نہ ایسے ماں باپ ملے۔ نہ ایسے چچا پھوپھی اور نہ ایسے ماموں خالہ ملے جیسے کہ حسنین تے ہیں۔ آگاہ ہو یہ دونوں جنت میں ہیں۔ ان کے نانا نانی جنت میں ہیں۔ انکے باپ ماں جنت میں ہیں۔ ان کے چچا پھوپھی جنت میں ہیں۔ ان کے ماموں خالہ جنت میں ہیں۔ انکے چاہنے والے۔ ان کو دوست رکھنے والے سب جنتی ہیں۔ (سعادت الکونین فی فضائل الحسنین مؤلفہ مولانا مفتی اکرام الدین نبیرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۸۔ ینابیع المودہ شیخ الاسلام قندوزی)

اسی کے قریب قریب حذیفہ یمانی صحابی رسول سے منقول ہے کہ ربیعۃ السعدی نے حذیفہ سے محبت آل کی بابت پوچھا تو حذیفہ نے بیان کیا کہ مجھ سے سُن اور یاد رکھ اور لوگوں کو پہنچا دے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کانوں سے سُنا حسینؑ آئے رسول اللہ کے پاس، منبر پر چلے گئے۔ رسولؐ نے اپنے کاندھوں پر حسینؑ کو بٹھالیا اور فرمایا۔ ایہا الناس! **ھذا الحسین**۔ یہ حسین وہ ہے جو باعتبار نانا و نانی کے تمام لوگوں سے افضل ہے۔ اس کا نانا محمدؐ رسول اللہ، اسکی نانی خدیجۃ الکبرےٰ ہے۔ یہ حسینؑ سب لوگوں سے افضل ہے باعتبار ماموں اور خالہ کے، اس کے ماموں قاسم، عبداللہ و ابراہیم ہیں، اور خالہ زینب۔ رقیہ و

امّ کلثوم ہیں۔ یہ سب سے افضل و برتر ہے از روئے چچا اور پھوپھی کے۔ اس کے چچا حمزہ جعفر و عقیل اور اسکی پھوپھی امّ ہانی۔ ایہا الناس! یہ وہ حسینؑ ہے جو باعتبار والد اور والدہ اور بھائی اور بہن کے سب لوگوں سے اشرف و اعلےٰ ہے۔ اسکا باپ علیؑ مرتضےٰ، اسکی ماں فاطمۂ زہراؑ، اسکا بھائی حسنؑ مجتبےٰ، اس کی بہنیں زینبؑ و کلثوم ورقیہ ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ نے حسینؑ کو کاندھے پر سے اُتار کر گود میں بٹھالیا اور ارشاد فرمایا ایہا الناس آگاہ ہو۔ یہ وہ حسینؑ ہے جس کا نانا بھی جنت میں، نانی بھی جنت میں، باپ بھی، ماں بھی، بھائی بھی، بہنیں بھی اور ماموں بھی، خالہ بھی، چچا بھی، پھوپھی بھی اور یہ خود بھی، سب جنت میں ہیں۔ (بیشک جنت ان کے لیئے ہے اور یہ جنت کے لیئے ہیں۔ ع دل وجانم فدائے نام حسینؑ) ایہا الناس! یہ وہ حسینؑ ہے جس کو پروردگار نے وہ جملہ فضائل عطا فرمائے ہیں جو انبیا، سابقین کی ذریّت میں سے سوائے جناب یوسفؑ اور کسی کو عنایت نہیں فرمائے۔ پھر فرمایا ایہا الناس! بزرگی و شرف منزلت و ہدایت رسول اللہ اور اُسکی ذرّیت طاہرہ کے ہی لیئے مخصوص ہیں۔ آیندہ جھوٹی چیزیں تم کو گمراہ نہ کریں[۵۱]

حدیث رسولؐ حضرت ابوبکر کی زبانی علیؑ فاطمہؑ حسنؑ وحسینؑ کا دوست رسول اللہ کا دوست ہے اور انکا دشمن رسولؐ کا دشمن

محب طبری ریاض النظرہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔ عن ابی بکر الصدّیق قال رایت رسول اللہ خیم خیمۃ وھو متکئٌ علی قوس عربیۃ وفی الخیمۃ علی وفاطمۃ والحسن والحسین قال یا معشر المسلمین انا سالمٌ لمن سالم اھل ھٰذا الخیمۃ وحربٌ لمن حاربھم وولیٌّ لمن الاھم لا یحبھم الا سعید الجسد طیب الولادت ولا یبغضھم الا شقی الجسد ردی الولادت۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم نے دیکھا رسولؐ اللہ کو ایک خیمہ لگائے ہوئے ہیں، اور آپ ایک عربی کمان پر تکیہ لگائے ہوئے تھے اور اُس خیمہ کے اندر علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ وحسینؑ موجود تھے۔ رسول اللہ نے فرمایا اے مسلمانو! جو لوگ اس خیمہ میں ہیں۔ جو شخص ان کے ساتھ صلح رکھے میں اُس کے ساتھ صلح رکھنے والا ہوں اور جو شخص ان سے جنگ کرے اُس کی جنگ مجھ سے ہے۔ جو ان کو دوست رکھتا ہے میں اُسکو دوست رکھتا ہوں اور ان کو وہی دوست رکھیگا کہ جو نیک بخت سعید پاکیزہ ولادت والا ہے! اور انسے دشمنی نہ کریگا مگر وہی جو شقی بدبخت ناپاک ولادت کا ہوگا۔ (محب طبری ریاض النظرہ - ذبح عظیم صفحہ ۳۷)

[۵۱] ملا علی ہمدانی نے مودۃ القربےٰ الیٰ شیخ ابن حبان کی مختصر الکبیر سے اور جلال الدین زرندی سے۔ اور ذخائر العقبےٰ کے حوالہ سے صاحب ینابیع المودہ امام قندوزی شافعی نے صفحہ ۲۷۸ میں۔ اور ابو سعید سمانی نے ذکر خلافت ثانیہ کی ذیل میں اسی کے قریب قریب درج فرمایا ہے۔ ذبح عظیم صفحہ ۵ ابشہید اللہ سلام مولوی محمد ہارون صاحب مرحوم صفحہ ۴۷۔

امام احمد۔ امام حاکم اور طبرانی کی روایات کو ملاحظہ فرمایئے۔ عن ابی ھر

عن ابی ھریرۃ قال نظر رسول اللہ الی فاطمۃ وعلیاً والحسن والحسین فقال انا حرب لمن حاربکم و سلم لمن سالمکم۔ ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے نظر فرمائی فاطمہ علی اور حسن و حسین پر اور فرمایا جو ان سے برسر جنگ ہو وہ مجھ سے برسر جنگ ہے اور جو ان سے صلح رکھے اس نے مجھ سے صلح رکھی (ینابیع المودہ صفحہ ۲۶۱)

جو شان حسینؑ کی ہے وہی شان حسنؑ کی ہے " وہ سبط اکبر یہ سبط اصغر۔ دونوں عرش اعظم کے درخشاں ستارے ہیں۔ دونوں آسمان رسالت کے آفتاب ہیں۔ دونوں باغ محمدیؐ کے سدا بہار پھول ہیں دونوں معدن نبوت کے لعل بے بہا ہیں۔ دونوں صدف امامت کے گوہر نایاب ہیں۔ ھما امامان ان قاما او قعدا۔ دونوں اسلام کے فدائی ہیں۔ دونوں توحید کے شیدائی ہیں۔ دونوں شہید راہ خدا ہیں جو فضائل حسن کے ہیں وہی مراتب حسینؑ کے ہیں۔ حسنؑ دائیں بازو پر ہیں تو حسینؑ بائیں پر۔ حسینؑ کا گلا چومتے ہیں تو حسن کے دہن مبارک کو بوسے دیتے ہیں۔ حسنؑ زہر دغا پی کر نانا کی شہادت سری کا ثبوت دیتے ہیں تو حسینؑ تین دن کی بھوک پیاس میں زیر خنجر سجدہ کر کے گلا کٹاتے ہیں۔ اور نانا کی شہادت جہری کو ظاہر کرتے ہیں حسنؑ کے جنازے پر تیر برستے ہیں تو حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں۔ ۱؎

حسین کی عزت و منزلت حضرت عمر کے دل میں

حضرت عمر خلیفہ دوم کے پاس حسینؑ ملنے کے لیے جاتے ہیں۔ وہاں پہلے سے حضرت عمر کے بیٹے عبداللہ موجود ہیں۔ ان کو اجازت حاضری نہیں ملتی (بروایت مسند خطیب۔ معاویہ سے تخلیہ تھا) حسین یہ دیکھکر خود ہی بلا اطلاع کرائے اس خیال سے کہ ہم کو بھی اجازت نہیں ملیگی۔ واپس چلے آتے ہیں۔ اس کی اطلاع حضرت عمر کو ہوتی ہے کہ حسینؑ آئے تھے اور واپس چلے گئے، خود حسینؑ کی جستجو کرتے ہیں۔ مخصوص حسینؑ سے ملتے ہیں اور فرماتے ہیں یا ابن اخی! آپ کیوں چلے آئے۔ آپ کو اجازت لینے کی ضرورت کب ہے۔ فھل نبت الشعر علی رؤسنا الا بک۔ کیا ہمارے سروں پر یہ بال آپ کی بدولت نہیں اُگے۔ یہ عزت، یہ شرف، یہ اسلام کیا آپ کے ہی گھر سے ہم کو نہیں ملا ۲؎

اور بروایت تذکرۃ خواص الامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۳۴ ۔ خلافت ثانیہ کا زمانہ ہے۔ حضرت عمر

۱؎ دیکھو سر الشہادتین شاہ عبدالعزیز دہلوی ۱۲

۲؎ ریاض النضرہ۔ صواعق۔ وسیلۃ النجات مولوی محمد مبین صاحب فرنگی محلی صفحہ ۱۷۳ اور سعادت الکونین فی فضائل الحسنینؑ مولانا مفتی اکرام الدین صاحب صفحہ ۳۵۔

منبر رسول پر بیٹھے ہیں۔ حسینؑ آتے ہی فرماتے ہیں کہ اے عمر! منبر سے اُترو۔ یہ تو میرے باپ کا منبر ہے۔ حضرت عمر حسینؑ کو گود میں لیتے ہیں اور منبر پر بٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمارے سروں پر یہ بال آپ کی ہی بدولت اُگے ہیں۔ ھل نبت الشعر علیٰ رؤسنا الا بک۔ (نیز ملاحظہ ہو ینابیع المودہ شیخ سلیمان قندوزی صفحہ ۱۶۵۔ اور سعادت الکونین فی فضائل الحسنین مولانا مفتی اکرام الدین صاحب نبیرۂ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۳۵)

فتح مدائن کے بعد مالِ غنیمت تقسیم ہوتا ہے حسینؑ اپنا حصہ طلب کرتے ہیں۔ حضرت عمر نہایت مسرت اور خوشی کے ساتھ بالرحبۃ والکرامۃ فرما کر ایک ہزار درہم حسینؑ کو پیش کرتے ہیں۔ عبداللہ ابن عمر بھی اپنا حصہ مانگنے آتے ہیں تو اُن کو پانسو درہم دئیے جاتے ہیں۔ اس پر وہ چیں بجبیں ہو کر ناراض و ناخوش ہو جاتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں کہ مجھے حسینؑ کے برابر کیوں نہیں دیا جاتا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں۔ تو حسینؑ کے برابر کب ہوسکتا ہے حسینؑ کا نانا تیرے نانا سے بدرجہا افضل، حسینؑ کا باپ تیرے باپ سے بہتر، حسینؑ کی ماں تیری ماں سے بدرجہا اعلیٰ، حسینؑ کی نانی تیری نانی سے اشرف و اعلیٰ۔ تجھے کب یہ شرف و عظمت حاصل ہے جو حسینؑ کو ہے [1]

طبقات ابن سعد سے منقول ہے کہ عبداللہ ابن عباس حسن و حسین کی رکاب تھامنا اور دونوں شہزادوں کو سوار کرانا اپنا فخر سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگوار رسول اللہ کے فرزند ہیں (تذکرہ سبط ص ۱۳۱)

حسین سیرت و شمائل میں نمونۂ رسول ہیں

حسین جس طرح صورت و شکل میں تصویرِ محمدی ہیں اُسی طرح سیرت و شمائل میں، خلق و احسان میں، بخشش و عطا میں، ایثار و مروت میں، علم و فضل میں، محبت و عبادت الٰہی میں، زہد و تقوےٰ میں، نانا کے جمال باکمال کا آئینہ ہیں۔ علمائے کرام و مورخین عظام کی کتب تاریخ و سیر جو حالات حسینی سے مزین ہیں۔ ملاحظہ فرماؤ اور حسینؑ کی شان کو دیکھو۔

بچپن سے ہی ایفائے عہد، بخشش و عطا، یتیم پروری، اسیر نوازی، رحم دلی اور ایثار کے جوہر دکھلاتے ہیں۔ بابا کے ساتھ، ماں کے ساتھ، بھائی کے شامل روزہ پر روزہ رکھتے ہیں اور اپنا حصہ سب کے شامل مسکین و یتیم و اسیر کو بخش دیتے ہیں یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیرا (دیکھو شان نزول سورۂ ھل اتیٰ) ثعلبی۔ قتادہ۔ مجاہد۔ خطیب مکی۔ واحدی۔ ابوبکر شیرازی۔ تفسیر مدارک۔ وغیرہ وغیرہ۔

---

[1] علامہ سبط ابن جوزی تذکرہ خواص الامہ ص ۱۳۲۔ سعادت الکونین فی فضائل الحسنین ص ۱۰۔ وسیلۃ النجاۃ ملا محمد مبین فرنگی محلی ص ۲۶۸۔

حسین کا اخلاق اور عطاو سخاوت

اندھیری راتوں میں جبکہ دنیا سوتی ہے حسین کھانے کی زنبیل، روٹیوں، کھجوروں کا انبار خود پشتِ مبارک پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ محتاجوں، غریبوں، فاقہ کشوں، یتیموں، بیواؤں کے گھروں پر جاتے ہیں، مُنہ چھپاتے ہیں، اور دیتے ہیں حسینؑ کو بخشش وعطا ناناسے ورثہ میں ملی ہے۔ جناب سیدہ طاہرہ حسینؑ کی والدہ گرامی بابا سے وقتِ رحلت سرورِ عالم عرض کرتی ہیں کہ بابا! یہ دونوں حضور کے فرزند ہیں ان کو کچھ عطا فرمایا جائے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ اما الحسن فلہ ھیبتی وسؤدی والحسین فلہ جرأتی وجودی حسن کو میں نے اپنی سرداری اور ہیبت دی اور حسینؑ کو اپنی شجاعت وجرأت اور جودوسخا کی صفت کرامت فرمائی ہے۔ (سعادت الکونین فی فضائل الحسین صفحہ ۸)

حسینؑ کی وہی سخاوت وعطا ہے جو رسول عربی کی ہے۔ سائل آتے ہیں اور حسینؑ کی جودوسخا وبخشش وعطا سے مالامال ہوکر جاتے ہیں۔

ایک مرد سائل مدینہ میں آیا۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے۔ لوگوں نے حسین علیہ السلام کے گھر کا پتہ بتادیا۔ یہ سائل حاضر ہوا۔ حضرت نماز میں مشغول تھے۔ اس نے چند شعر حضرت کی مدح میں پڑھے اور سوال کیا۔ انت جواد وانت معتمد ٭ ابوک قد کان قاتل الفسقۃ آپ جواد ہیں، آپ عطاو بخشش فرمانے والے ہیں۔ آپ کے پدر بزرگوار فاسقوں کو قتل کرنے والے ہیں۔ آپ نے نماز سے فارغ ہوکر خادم سے فرمایا کہ مال حجاز سے تیرے پاس کیا باقی ہے؟ اُس نے عرض کی چار ہزار دینار۔ آپ نے فرمایا۔ ہم سے زیادہ اس مال کا مستحق آگیا ہے۔ اور وہ سب دینار رومال میں لپیٹ کر دروازے کے پیچھے چھپ کر ہاتھ نکالا اور اُس سائل کو وہ مال عطا فرمایا۔ اور اسی قافیہ وردیف میں اشعار فی البدیہہ فرمائے۔ خذھا وانی الیک معتذر٭ واعلم انی الیک ذوشفقۃ ہاں بھائی یہ لے لے۔ میں تجھ سے اس قلیل رقم کے لئے عذر چاہتا ہوں۔ مگر جان لے کہ میں تجھ پر بہت مہربان ہوں۔

حسینؑ نانا کے روضہ سے زیارت کرکے مسجد نبوی سے بعد نماز فارغ ہوکر بیت الشرف کو تشریف لئے جارہے ہیں۔ راستہ میں چند مسکین غریب فقیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو کچھ گدائی کرکے لائے ہیں۔ سامنے رکھے کھارہے ہیں۔ حسینؑ کو دیکھکر سلام عرض کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں بسم اللہ یا ابن رسول اللہ حسینؑ اُس خُلق مجسّم کا فرزند ہے جس کی شان انک لعلیٰ خلق عظیم ہے۔ فوراً اُن فقیروں محتاجوں کے پاس نہایت مسرت، خوش روئی، خوش خلقی سے زمین پر بیٹھ جاتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ بھائیو! تم لو

جانتے ہو کہ صدقہ ہم آلِ محمدؐ پر حرام ہے۔ اس لیئے میں تمہارے اس طعام میں شرکت سے معذور ہوں۔ تم سب میرے ہاں مہمان ہو۔ چلو اور میری دعوت قبول کرو۔ سب کو ساتھ لیکر درِ دولت پر تشریف لاتے ہیں۔ عمدہ عمدہ نفیس کھانے تیار کیے جاتے ہیں۔ دسترخوان بچھتا ہے۔ سب کو اپنے برابر بٹھاتے ہیں۔ خود شریک ہوتے ہیں اور سب کو نہایت محبت و شفقت سے سیر فرماتے ہیں۔

خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے نانا رسول اللہ کا قول افضل الاعمال بعد الصلوٰۃ ادخال السرور فی قلب المومن بمالا اثم فیہ۔ یعنی بعد نماز مومن کے دل کو خوش کرنا سب اعمال سے بہتر ہے۔ مگر ایسا فعل نہ ہو کہ جو معصیت الٰہی ہو۔ نہایت درست و صحیح ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک روز دیکھا کہ ایک غلام سر راہ بیٹھا ایک کُتّے کو کھانا کھلا رہا ہے۔ ہم نے اُس سے حال دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ میں ایک غمزدہ انسان ہوں۔ میں نے چاہا کہ اس حیوان مخلوق الٰہی کو خوش کروں۔ شاید اس کے بدلے میں خدا میرے غم کو دور فرمائے۔ میں ایک یہودی کا غلام ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اُس سے علٰحدہ ہو جاؤں۔ اس کے بیان سے حسین رحم مجسّم رحمۃ للعالمین کے دلبند متاثر ہوئے۔ فوراً اُس یہودی کے گھر تشریف لے گئے۔ دو سو دینار (اشرفی) اُس غلام کی قیمت دی اور غلام کو آزاد کرا دیا۔ یہودی اس خلق و رحم و بخشش کو دیکھکر حیران ہو گیا۔ اور عرض کی۔ اے فرزندِ رسولؐ! آپ کے اس عطیہ و رحم اور عزت افزائی کے سبب میں یہ غلام بھی حضور کی نذر کرتا ہوں، اپنا باغ بھی اس غلام کو دیتا ہوں اور آپ کا یہ زر قیمت بھی آپ کی خدمت میں واپس پیش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ روپیہ میں نے تجھے ہبہ کر دیا ہے۔ یہودی نے عرض کی، مولا! میں نے یہ رقم بھی اس غلام کو بخشدی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے یہ غلام مع اس مال و باغ کے راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔ یہودی کی بیوی یہ دیکھکر حیرت میں آئی اور عرض کی میں نے بھی اپنا مہر شوہر کو بخشا اور اسلام قبول کیا۔ یہودی یہ دیکھکر اٹھا اور عرض کی کہ میں بھی مشرف بہ اسلام ہوتا ہوں اور اپنا مکان اپنی بی بی کو ہبہ کرتا ہوں۔

سبحان اللہ! یہ ہے حسینؑ کی تبلیغ، یہ ہے حسینؑ کا رحم و اخلاق، یہ ہے حسینؑ کی جود و سخا۔ اللّٰھم صل علیٰ محمدؐ وّ آل محمدؐ۔ حسینؑ کے حالات جود و سخا بخشش و عطا، خُلق و احسان، علم و فضل کے واقعات کتب تاریخ و سیر میں بکثرت موجود ہیں۔ اگر اُن سب کو جمع کیا جائے تو بڑی بڑی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔

حسینؑ یہ بھی سکھلاتے تھے کہ بخشش و عطا بقدر علم و معرفت ہونی چاہیئے۔ دیکھو! ایک اعرابی

حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ میں ایک دیت کاملہ کا ضامن ہوں اور نادار ہوں۔ اس قدر مرحمت فرمایئے کہ میں اس دیت کو ادا کر دوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اے بھائی میں تجھ سے تین سوال کرتا ہوں۔ اگر تو ایک سوال کا جواب صحیح دیگا تو ایک تہائی حصہ، اگر دو کا جواب دیگا تو دو تہائی اور اگر تینوں کا جواب صحیح دیا تو کل ادا کر دونگا۔ اُس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! آپ جیسا صاحب علم فضل جو معدن علم ہوتی ہے جس کے گھر سے علم کے چشمے نکلے ہیں مجھ جیسے شخص سے سوال علمی فرمائے آپ نے فرمایا کہ ہاں، میں نے اپنے نانا رسول اللہ سے سُنا ہے کہ احسان بقدر معرفت و علم کرنا چاہیئے تاکہ وہ اُس کی قدر کر سکے (اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ علم کی قدر و منزلت کس قدر ضروری ہے۔ صاحبان علم زیادہ تر احسان اور ہر قسم کے نیک سلوک کے مستحق اور اہل ہیں) اس اعرابی نے عرض کی۔ اے فرزند رسول! بہتر مجھے جو کچھ معلوم ہوگا عرض کرونگا۔ اور اگر معلوم نہ ہوگا تو حضور سے دریافت کر لونگا۔

حسینؑ نے دریافت کیا:۔ دنیا میں بہترین اعمال کیا ہے؟

اعرابی۔ الایمان باللہ۔ خدائے جلیل پر ایمان لانا۔ اُس کی توحید کا اقرار۔

حسین۔ ہلاکت سے نجات کس چیز میں ہے؟ **اعرابی۔** الثقة باللہ۔ خدا پر بھروسہ کرنا۔

حسین۔ انسان کی زینت کس چیز سے ہے؟ **اعرابی۔** العلم مع الحلم۔ علم جو علم و بردباری کے ساتھ ہو۔

حسین۔ اگر یہ حاصل نہ ہو تو پھر کیا ہونا چاہیئے؟ **اعرابی۔** المال مع المروة تو پھر مال ہو مگر مروت اور احسان کرنیکے ساتھ۔

حسین۔ اگر یہ بھی نہ ہو؟ **اعرابی۔** تو پھر الفقر مع الصبر۔ تو پھر فقر ہو مگر صبر کے ساتھ۔

حسین۔ اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو؟ **اعرابی۔** پھر ایسا شخص مستحق ہے کہ اسپر بجلی گرے اور وہ دنیا سے اُٹھ جائے۔

حسینؑ ہنسے اور اعرابی کو ایک ہزار دینار دیت کے عطا فرمائے۔ اور ایک قیمتی انگوٹھی زیادہ عنایت فرما کر ارشاد کیا کہ اپنی دیت کو ادا کرو۔ اور اس انگوٹھی کو فروخت کر کے اپنے نفقہ میں صرف کرو۔

فی الحقیقت حسینؑ کا لقب ابوالمساکین صحیح ہے۔ اناج کو کھانے، روٹیوں اور کھجوروں کے پشتارے اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر لیجاتے تھے۔ اور غریب محتاج بیواؤں اور یتیم بچوں کو پہنچاتے تھے۔ جس کے نشان پشت مبارک پر پڑ گئے تھے۔ (شہید اعظم صفحہ ۴۷۸)

حسینؑ کا حلم ملاحظہ ہو۔ ایک روز حسینؑ مدینہ کے باہر کہیں تشریف لیجا رہے تھے کہ ایک شخص آتا ہے اور حسینؑ کے رفقا اور ہمراہیوں سے سوال کرتا ہے کہ یہ کون شخص ہے کہ جو رسول اللہ کا عمامہ سر پر رکھے اور پیرہن مبارک نبوی پہنے، تلوار رسول کمر میں لٹکائے آ رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا تو نہیں جانتا۔ یہ رسول اللہ کا نواسہ حسین ابن علیؑ ہے۔ اُس شخص نے حسینؑ کے سامنے آکر حضور کو سب و شتم کرنا اور بُرا بھلا کہنا شروع

کیا۔ حسین نے سُنا اور مسکرا کر فرمایا کہ اے عزیز! اگر صحرا اور جنگل کی ہوا نے تیرے دماغ میں خشکی پیدا کر دی ہے تو میرے پاس چند روز قیام کرتا کہ ہم تجھے راحت و آرام پہنچائیں اور علاج کرا دیں۔ اور اگر تیری بی بی نے تجھ کو ستایا ہے اور اُس سے لڑ کر نکلا ہے تو روپیہ ہم سے لے اور اُسکو دیکر خوش کر۔ نہایت ہی خلق و احسان اور نرمی سے اُس سے گفتگو فرمائی۔ رفیقوں اور اصحاب نے چاہا کہ اس گستاخی پر اُسکو سزا دیں اور قتل کریں۔ حضور نے منع فرمایا اور کہا کہ ہم حلم و بردباری کے پہاڑ ہیں۔ کوئی چیز ہم کو نہیں ہلا سکتی۔ (وسیلۃ النجاۃ مولوی محمد مبین فرنگی محلی صفحہ ۲۷۱)

حسینؑ دولتسرا میں بیٹھے کھانا نوش فرما رہے ہیں۔ ایک کنیز کے ہاتھ سے کھانے کا گرم گرم پیالہ حسینؑ کے چہرۂ انور پر گر پڑتا ہے۔ حسینؑ کنیز کی طرف دیکھتے ہیں۔ کنیز فوراً عرض کرتی ہے الکاظمین الغیظ (یعنی غصہ کھا جانے والے) حسینؑ فرماتے ہیں کظمت غیظی (میں نے اپنے غصہ کو کھا لیا) کنیز دوسری آیت پڑھتی ہے والعافین علی النّاس (لوگوں کو معاف کرنے والے) حسین فرماتے ہیں عفوت عنکِ (میں نے تجھے معاف بھی کیا) پھر کنیز بولتی ہے واللہ یحب المحسنین (اللہ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے) حسینؑ فرماتے ہیں انت حرۃ لوجہ اللہ سبحانہ (میں نے تجھے خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی خوشی کے لیئے آزاد کیا) اور جو وظیفہ اُس کنیز کا مقرر ہے وہ بھی قائم و برقرار رکھا جاتا ہے۔ (وسیلۃ النجاۃ مولوی محمد مبین فرنگی محلی صفحہ ۲۷۲۔ شہید اسلام صفحہ ۸۳ نیز کشف الغمہ اور شواہد النبوہ)

ایک مرتبہ ایک کنیز ریحان کے پھولوں کا ایک گلدستہ نذر گذرانتی ہے حسینؑ خوش ہو کر اُسکو آزاد کر دیتے ہیں۔ انس بن مالک خدمت میں موجود ہیں۔ عرض کرتے ہیں کہ یا ابن رسول اللہ! پھول کے ایک گلدستہ پر اس قدر قیمتی لونڈی کو آپ نے آزاد کر دیا۔ حسینؑ فرماتے ہیں۔ دیکھو خدائے جلیل کیا ارشاد فرماتا ہے اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردّوھا (جبکہ تمہیں کوئی ہدیہ پیش کیا جائے پس اُس سے بہتر اُسے تحفہ دو یا اس ہدیہ کو واپس کردو) پس اس سے بہتر اس کنیز کے لیئے اور کیا تحفہ ہو سکتا ہے کہ اُس کو آزاد کر دیا جائے (وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۲۷۱۔ شہید اسلام صفحہ ۸۳)

ان ہر دو واقعات کو ملاحظہ فرماؤ اور دیکھو کہ دین اسلام اور اُس کے بانی و حامی کیونکر اور کسطرح محض رضائے الٰہی کے لیئے انسانی غلامی کی رسم کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور خدا کے بندوں کو اپنا بندہ اور غلام بنانا پسند نہیں کرتے۔ حریت اور مساوات کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور نیز غصہ کھانے اور عفو و بخشش کرنے اور اخلاقِ حسنہ کی عملی تعلیم کا سبق دیتے ہیں۔

ایک روز حسن و حسین دونوں بھائی ایک بڈھے پیر مرد کے پاس سے گزرے جو غلط وضو کر رہا تھا۔

اُس کو ہدایت فرمانی بھی ضروری ہے۔ مگر اس بڈھے عمر رسیدہ شخص کی دلشکنی بھی خلاف خلق محمدی ہے کہ اس ناواقف سفید ریش کو یہ کہا جاوے کہ تو جاہل مسئلہ ہے اور وضو سے واقف نہیں۔ پس اس امر کا لحاظ رکھکر یہ گلشن ہدایت کے پھول، خلق محمدی کی مہک پھیلانے میں دیکھو کس خوبی سے اس بیچارے بوڑھے شخص کو تلقین وضو فرماتے ہیں۔ دونوں بھائیوں نے آپس میں گفتگو شروع کی۔ اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم اچھی طرح وضو کرنا نہیں جانتے۔ یہ کہتے ہوئے اُس بوڑھے کے پاس آئے اور کہا ایہا الشیخ تو ہم دونوں کے درمیان فیصلہ کرا دے تا کہ ہم میں کون وضو صحیح کرتا ہے۔ اور پھر دونوں صاحبزادوں نے اُس کے سامنے وضو کرنا شروع کیا۔ وضو تمام ہوا۔ بوڑھے نے دیکھا اور عرض کی کہ بیشک آپ دونوں کا وضو صحیح اور درست ہے بس میں ہی نادان و ناواقف ہوں کہ میرا وضو صحیح نہیں تھا۔ آپ دونوں بزرگواروں کی برکت سے میں نے وضو سیکھ لیا
سبحان اللہ ہر ایک فعل میں خلق محمدی بھی اپنی مہک دے رہا ہے اور ہدایت کے پھول بھی کھل رہے ہیں۔

علم و معرفت حسینؑ کی گھٹی میں پڑی ہے۔ مدینۃ العلم کی زبان مبارک سے حسینؑ نے علم کی دھاریں پی ہیں چشمۂ معرفت نبوی سے حسینؑ سیراب ہوئے ہیں۔ گہوارۂ علم و عرفان میں حسینؑ نے پرورش پائی ہے حسینؑ کا علم علمِ نبی ہے حسینؑ کی معرفت معرفت رسولؐ ہے۔ حسین منی و انا من الحسین (حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں) ارشاد رسولؐ ہے۔

حذیفہ یمانی صحابی رسولؐ بیان کرتے ہیں۔ میں نے حسینؑ کو بچوں میں کھیلتے دیکھا۔ بچے کھیل رہے تھے۔ مگر حسینؑ دیوار سے لگے کھڑے تھے اور بیان کر رہے تھے کہ بنی امیہ مجھے قتل کرینگے۔ گویا میں دیکھتا ہوں کہ اپنے خون میں غوطے لگا رہا ہوں۔ اپنی شہادت کی خبریں بچپن ہی سے دے رہے ہیں۔ حذیفہ پوچھتے ہیں یا ابن رسول اللہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا؟ فرماتے ہیں ہم جانتے ہیں، ہم کو علم ہے۔ حذیفہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر سب واقعہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ فرماتے ہیں۔ اے حذیفہ دعہ علم علمی اے حذیفہ! اس بات کو جانے دو تم نہیں جانتے۔ حسین کا علم میرا علم ہے۔ (اعلام الوریٰ۔ بحار مجلسی)

حسینؑ کی عبادت نماز اور حج وغیرہ

بیت اللہ کا شیدائی، دار المحبوب محبوب کا عاشق صادق جیسے حج پا پیادہ[۱] فرماتا ہے۔ نوکر چاکر، خدم حشم، رفیق احباب، سب قافلہ سوار ہے۔ مگر یہ عشق الٰہی کے متوالے، محبوب خدا کے فرزند، حسنؑ و حسینؑ دیار محبوب کے راستہ کو محبت و عشق کے جوش میں سر کے بل آنکھیں بچھاتے پا پیادہ طے کر رہے ہیں۔ چلتے چلتے پاؤں

۱ـ صواعق محرقہ۔ مطالب السئول صفحہ ۲۲۸۔ تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی بحوالہ طبقات ابن سعد۔ نیز رحمۃ للعالمین جلد ۲ صفحہ ۱۴۵۔ وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۲۶۹۔

میں کانٹے لگتے ہیں - چھالے پڑتے ہیں - پاؤں ورم کر جاتے ہیں - مگر یہ محبت الٰہی کے وصی اسی طرح پاپیادہ حاضر ہوتے ہیں - کوئی شخص حسینؑ سے عرض کرتا ہے - یا ابن رسول اللہ! آپ بہت خوف خدا کرتے ہیں - ارشاد ہوتا ہے قیامت میں وہ بیخوف نہیں ہوگا جو دنیا میں خدا سے نہیں ڈرتا -

ایک مرتبہ اسی طرح پاپیادہ حج کو تشریف لئے جا رہے ہیں راستہ میں حاجیوں کا قافلہ ملتا ہے - لوگ بوجہ احترام فرزند رسول اپنی اپنی سواریوں کو چھوڑ کر پیدل ہو جاتے ہیں - سعد ابن ابی وقاص (عمر سعد کا باپ) عرض کرتے ہیں کہ مولا! حضور سوار ہو جاویں - کیونکہ ہم لوگ بھی حضور کی وجہ سے سوار نہیں ہو سکتے - یہ سنکر حسینؑ دوسرا راستہ اختیار کرتے ہیں مگر سوار نہیں ہوتے اور پیدل ہی حج کو تشریف لیجاتے ہیں

عبادت وطاعت خداوندی کا عاشق، محبت الٰہی کا فریفتہ، بچپن سے ہی نانا کے ساتھ محراب عبادت میں کھڑا ہوتا ہے - نانا رسول کریم محبوب الٰہی نیت باندھکر اللہ اکبر فرماتے ہیں حسینؑ بھی پہلو میں کھڑے تکبیر کہتے ہیں - بچپن کی وجہ سے صاف الفاظ نہیں نکلتے - رسول اللہ مکرر اللہ اکبر فرماتے ہیں - ساتویں مرتبہ حسینؑ بھی صاف اللہ اکبر فرماتے ہیں - اُس روز سے یہ چھ ابتدائی تکبیریں سنت قرار پائی ہیں

انس بن مالک رسول اللہ کے صحابی بیان کرتے ہیں کہ حسینؑ مناجات الٰہی کا عاشق، نماز کا متوالا، استغراق فی اللہ کا مجسمہ مکہ معظمہ سے باہر خدیجۃ الکبریٰ ام المومنین کی قبر کے سرہانے نماز اور مناجات الٰہی میں دنیا کو بھولے ہوئے، ذوق شوق کے ساتھ محبت الٰہی میں مستغرق، آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں - اور اپنے محبوب سے عرض کر رہے ہیں :- یا ربّ یا ربّ انت مولاہ ؛ فارحم عبید الیک ملجاہ -

"اے ربّ جلیل تو ہی مولا اور آقا ہے، اپنے ذلیل وحقیر بندہ پر جس کا تو ہی ماوا والملجا ہے رحم فرما"
یا ذا المعالی علیک معتمدی ؛ طوبیٰ لمن کنت انت مولاہ " اے میرے مالک! بڑے مراتب اور بزرگیوں والے! میرا بھروسہ تجھی پر ہے - خوشحال جس کا تو مولا اور آقا ہو" طوبیٰ لمن خائفا ارقا ؛ یشکو الیٰ ذی الجلال بلواہ - "خوشحال اُس بندۂ خدا عاشقِ الٰہی کا جو اپنے محبوب مولا سے خائف وترساں، رات کی نیند اُچاٹ کئے ہوئے اپنے رنج وفراق کے مصائب اور بلاؤں کی شکایت اپنے خالق، مالک، صاحبِ جلال وعظمت سے کر رہا ہے" وما بہ علۃ ولا سقم ؛ اکثر من حبہ لمولاہ -

"وہ عاشق صادق جو اپنے مولا، اپنے مالک اور محبوب کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے، اُسکو کسی مرض وبیماری کی تکلیف محسوس ہی نہیں ہوتی - گویا اُسکو کوئی مرض وبیماری ہوتی ہی نہیں ؛ اذا اشتکی شبہ وغصۃ ؛ اجابہ اللہ ثم لباہ " جب وہ اپنے رنج ومصیبت، حزن والم کی شکایت اپنے محبوب سے کرتا ہے - اُس کا محبوب خدائے جلیل اُس کو جواب دیتا ہے - اُس کی صدائے محبت پر لبیک فرماتا ہے" اذا ابتلی

بالظلام متهلا ؛ اکرمه اللہ ثم ادناہ" جبکہ وہ اندھیری راتوں، تاریک راستوں میں اپنے محبوب کی عبادت وطاعت میں تضرع اور زاری سے مصروف ہوتا ہے تو خداوند عالم اللہ تعالےٰ (اسکا محبوب) اُس کا اکرام کرتا ہے۔ اور اُسکو اپنے قریب کرتا ہے۔

معشوق اپنے عاشق کو جواب دیتا ہے

انس جو حسینؑ سے علیحدہ ہو گئے تھے اور حسینؑ کی نظروں سے دور چھپکر کھڑے حسینؑ کو دیکھ رہے تھے بیان کرتے ہیں کہ حسینؑ کی اس مناجات پر آسمان سے یہ آواز سُنی گئی۔ لبیک عبدی و انت فی کنفی ؛ کلما قلت قد علمناہ" ہاں ہمارے (عاشق) بندے! میں تو تیرے پاس موجود ہوں۔ تو ہماری حمایت میں ہے۔ جو کچھ تونے کہا ہم اُس کو جانتے ہیں۔ (ہمیں تیری محبت و عشقِ صادق کا علم ہے" صوتک تشتاقہ ملائکتی ؛ فحسبک الصوت قد سمعناہ" اے ہمارے عاشق! تیری (محبت بھری) آواز کے تو مشتاق ہمارے فرشتے رہتے ہیں۔ مگر تیرے لیئے یہی کافی ہے کہ ہم نے تیری آواز کو سُنا ہے۔ دعاک عندی یجول فی حجب ؛ فحسبک الستر قد سفرناہ۔ "تیری آوازیں، تیری دعائیں ہمارے حجاب قدرت کے پاس گونجتی رہتی ہیں۔ (اے ہمارے عاشق) تیرے لیے یہی کافی ہے کہ ہم نے پردہ درمیان سے اُٹھا دیا ہے۔ لو هبت الریح من جوانبہ ؛ خر سریعا لما تغشاہ۔ "(ہمارے عاشق کی محبت میں) یہ حالت ہے کہ اگر ہوا کا جھونکا بھی اُس کو لگے تو فوراً اُس حالت عشق کے عارضہ سے خاک پر گر پڑیگا (ہمارے عشق ومحبت میں وہ ایسا کاہیدہ ہو گیا ہے)"۔ سلنی بلا رغبۃ ولا رھب ؛ ولا تخف اننی انا اللہ " ہاں ہاں اے ہمارے عاشق! کچھ خوف وہراس نہ کر۔ بلا خطر جو چاہے ہم سے مانگ میں ہوں خدائے بزرگ"۔ (عیون المجالس۔ مناقب ابن شہر آشوب۔ شہید اسلام صفحہ ۹۱)

کسی شخص نے امام زین العابدینؑ سے دریافت کیا کہ یا حضرت! آپ کے والدِ ماجد امام حسین علیہ السلام کی اولاد کم تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کو یہی تعجب ہے کہ ہم کیونکر پیدا ہوئے۔ کیونکہ ہمارے والد حسینؑ ہر وقت طاعت و عبادت میں ہی مصروف رہتے تھے۔ اور ہر دن اور رات میں ایک ہزار رکعت نماز ضرور ادا فرماتے تھے (سعادۃ الکونین صفحہ ۳۴ ناسخ التواریخ صفحہ ۸۷)

حسینؑ اُس عابد حقیقی محب صادق رسول عربی کا فرزند اور پیارا نواسہ ہے جو نماز کا بانی، طاعت و عبادت الٰہی کا عاشق ہے۔ جس نے وہ نمازیں پڑھی ہیں اور عبادت۔ طاعت الٰہی میں وہ مشقتیں جھیلی ہیں کہ خود خدائے جلیل نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔ "طٰہٰ اے رسول! ہم نے تجھ پر یہ قرآن اس لیئے نازل نہیں کیا کہ تو سختی اُٹھائے) اور جو نماز کا عاشق ہو اور جسکا مقولہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ

(میری خنکیٔ چشم نماز میں ہے) حسینؑ اُسی کا فرزند ہے، اُسی کا لختِ جگر ہے اور اُسی طرح نماز و عبادت الٰہی کا دلدادہ و شیدا ہے۔

حسینؑ کی عبادت شب عاشور اور نمازہا در روز عاشورا

دیکھو نویں محرم کی شام ہے۔ لشکر یزید نے چڑھائی کی ہے۔ اس چھوٹی سی حسینؑ کی جماعت کو اور خیام کو گھیر لیا ہے اور اسی وقت لڑائی اور جنگ کرنے اور ان خدا کے عابد، زاہد بندوں، اللہ والے لوگوں کو قتل و شہید کرنے کا ارادہ کر کے فوج کشی کی ہے۔ حسینؑ اُس وقت بھی ایک رات کی مہلت عبادت الٰہی اور پیاری نماز کو رخصت کرنے کے لیے مانگتے ہیں اور تمام رات عبادت و طاعت الٰہی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، حمایت دین، نمازوں اور تلاوت کلام الٰہی میں بسر ہوتی ہے۔ تسبیح و تقدیس اور تکبیر و تہلیل کی آوازیں زمین و آسمان میں گونج جاتی ہیں۔

بس عاشورہ کے دن دسویں محرم کو جو نمازیں حسینؑ نے پڑھی ہیں، اور حسینیوں نے اس فرض الٰہی کو جس طرح حسینؑ کے ساتھ ادا کیا ہے۔ خود نماز کو ان پر ناز ہے ؎ گر نماز آں بود کہ کرد آں مرد، درجہاں ہیچ کس نماز نہ کرد۔

صبح سے میدان کارزار گرم ہے۔ آفتاب نصف النہار پر پہنچ چکا ہے۔ دشمن گھٹا کی طرح چھائے ہوئے ہیں۔ تلواریں چمک رہی ہیں۔ تیر برس رہے ہیں۔ لاشہ پر لاشہ گر رہا ہے۔ رفقا اور انصار حسینؑ وفا کے پتلے۔ حق کے متوالے۔ پروانہ کی طرح شمع توحید پر قربان ہو رہے ہیں۔ گردنیں کٹائے۔ برچھیاں کھائے۔ لہو میں ڈوبے کوثر پر پہنچ رہے ہیں۔ پیاس سے زبانیں خشک ہیں۔ کانٹے پڑ گئے ہیں مگر حمد الٰہی سے رطب اللسان ہیں۔

ابو ثمامہ صیداوی حسینؑ کے سامنے آتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں۔ یا ابن رسول اللہ! میری جان قربان ہو حضور پر۔ جب تک میرے دم میں دم ہے حضور پر آنچ نہ آنے دونگا۔ میری تمنا ہے کہ نماز ظہر باجماعت حضور کے ساتھ ادا ہو جائے۔ خدائے جلیل کے اس آخری فریضہ سے حضور کے ساتھ فارغ ہو کر دربار الٰہی میں پہنچوں اور پھر جنت میں کوثر کے کنارے حضور کے جدِ امجد کے ساتھ عصر کی نماز ادا کروں۔

حسینؑ آسمان کو دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں جزاک اللہ (خدا تجھ کو جزائے خیر دے) بیشک ظہر کا وقت ہو گیا ہے۔ تم نے نماز کو یاد کیا۔ خدا تمہیں نمازگزاروں میں شمار کرے۔ بسم اللہ۔ ان ظالموں سے نماز کے لیئے مہلت طلب کرو کہ نماز ادا کر لی جائے۔ پھر یہی میدان ہے اور ہمارے گلے ہیں۔

نماز کے لیئے مہلت طلب کی جاتی ہے۔ مگر ایک ظالم کہتا ہے کہ تمہاری نماز قبول نہیں اور فرزند رسول

کو ادائے نماز کی مہلت نہ دی گئی حسینؑ نماز کو اس شان سے ادا کرتے ہیں کہ حسین کے ساتھی خون سے وضو کیئے، نیزوں سے زخمی، پیاس سے بے حال۔ مختصر جماعت صف باندھتی ہے۔ زہیر قین اور سعید حسینؑ کے آگے آ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں حضور نماز شروع کریں۔ ہم ان کے تیروں اور تلواروں کے حملوں کو اپنے سینوں پر روکیں گے حسین نماز شروع کرتے ہیں۔ ظالم تیر برساتے ہیں۔ نیزوں سے حملے کرتے ہیں۔ زہیر اور سعید بڑھ بڑھ کر سینے تانتے ہیں۔ خود تیر کھاتے ہیں اور حسین کو بچاتے ہیں۔

دیکھو اس طرح حسینؑ اور حسین کے ساتھی کس وقت میں اور کس طرح پر اپنے معبودِ حقیقی، وحدہ لاشریک کی عبادت اور طاعت کے فریضۂ نماز کو ادا کر رہے ہیں۔ امت کو بتلاتے ہیں۔ سکھلاتے ہیں کہ خدائے جلیل کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اُس کی نماز ہر حال میں، ہر مصیبت میں اور ہر آفت میں لازمی اور ضروری ہے۔ اے مسلمانو! نماز کو کسی حال میں بھی نہ بھولنا۔ سبحان اللہ! قربان اس نماز کے، فدا اس امام کے۔ صدقے ان نمازیوں کے۔ نہ امام ایسا ہوا پھر نہ مصلّی ایسے ۔

زاہد ایسے تھے کہ ممتاز تھے ابراروں میں عابد ایسے تھے کہ سجدے کیئے تلواروں میں

عصر کی نماز حسینؑ کی آخری نماز ہے۔ اب نہ کوئی رفیق ہے نہ عزیز، نہ انصار ہے نہ مددگار، نہ موذن ہے نہ جماعت۔ سب بہشت بریں میں سرکار رسول میں۔ دربارِ الٰہی میں سرخرو ہو کر پہنچ چکے ہیں۔ امام تنہا موجود ہے۔ زخموں سے چور ہے۔ کمر عباس کے غم میں جھک گئی ہے۔ بدن سے خون کے فوارے بہ رہے ہیں۔ گھوڑے پر جھوم رہے ہیں۔ اس نماز کا قیام بھی علیحدہ ہے رکوع بھی جدا ہے۔ سجدہ بھی عجیب ہے۔ ایسی نماز نہ دنیا میں ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ گھوڑے سے نیزہ کھا کر زخمی ہو کر گرتے ہیں۔ اور بسم اللہ وباللہ علیٰ ملّت رسول اللہ فرماتے ہیں۔ اور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر بیٹھ جاتے ہیں۔ آخری سجدہ زیر خنجر ہوتا ہے سبحان ربّی الاعلیٰ کی صدا بلند ہوتی ہے تو تشہد اور ذکر تسبیح نوک نیزہ پر ادا کیا جاتا ہے۔ اور کٹا سر نوک نیزہ پر شام تک تلاوت قرآن اور ذکر توحید و تسبیح فرماتا چلا جاتا ہے۔

دیکھو! یہ ہے حسین کی شان۔ یہ ہے حسین کی نماز۔ یہ ہے عبادت الٰہی۔ یہ ہے حسینؑ کا عشق اور کیوں نہ ہو حسینؑ اُس عاشق الٰہی کا فرزند ہے جو طٰہٰ ما انزلنا علیک القراٰن لتشقٰی کا مصداق ہے۔ بیشک حسین اُس کا ہی نور نظر ہے جس کا قول قرۃ عینی فی الصّلوٰۃ ہے۔ اور حسینؑ اُسی کا جان و جگر اور اُسی سچے عابد اور موحد حقیقی کا دلبند ہے جو خانۂ خدا میں محرابِ عبادت میں سجدۂ الٰہی میں۔ طاعتِ خداوندی میں تلوار کھا کر جان دیتا اور فزت برب الکعبہ فرماتا ہے۔

حسین کا علم و فضل | حسین کے علم و فضل کے لیئے حسینؑ کے نانا مدینۃ العلم کا وہی ارشاد جو

حذیفہ سے فرمایا ہے کہ دعہ علمہ علمی حسین کا علم میرا علم ہے۔ بہت کافی شہادت ہے۔ بیشک حسینؑ نے مدینۃ العلم کی زبان چوس کر پرورش پائی ہے۔ اور باب العلم کی گود میں حسین پلا ہے۔ حسین کا علم و معرفت وہی ہے جو حسین کے نانا رسول عربی کا ہے۔ اور حسینؑ کی فصاحت و بلاغت اور تفقہ و حکمت وہی ہے جو حسین کے بابا علی مرتضیٰ کی ہے۔

اگر ہم حسین کے خطبات اور علم و حکمت اور معرفت وحقانیت کے زریں مقولوں اور فصاحت و بلاغت بھرے فی البدیہہ شعروں اور مناجاتوں اور دعاؤں کو سیر۔ تاریخ واحادیث وغیرہ کی کتب سے ایک جگہ جمع کریں تو واقعی کیا بلحاظ لٹریچر، ادب اور فصاحت و بلاغت کے اور کیا بلحاظ علم و حکمت کے ایک نہایت مفید وکارآمد ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

حسینؑ کی دعاؤں اور مناجاتوں کو غور سے پڑھو تو علم و حکمت کا دریا لہریں مارتا دکھلائی دیگا۔ اور توحید و معرفت کے جلوے چمکتے نظر آئیں گے۔ خطبوں پر نظر ڈالو تو فصاحت و بلاغت کے چشمے ابلتے دکھائی دینگے۔ ہدایت و ارشاد کے ستارے نور برساتے نظر آئیں گے حسینؑ کے مقولے جواہرات کے ٹکڑے اور اخلاق کے خزانے ہیں حسین کے فی البدیہہ اشعار فصاحت و بلاغت کے معدن اور دُرِ شہوار کی لڑیاں ہیں۔ شائقین کلام وعلم حسینؑ۔ حسینؑ کے خطبوں کو اور حسینؑ کی دعاؤں اور مناجاتوں کو ملاحظہ فرماکر ہمارے اس بیان کی خود تصدیق فرما سکتے ہیں۔

ہم یہاں صرف تبرکاً دتیمناً ایک واقعہ کو اپنے ناظرین کی دعوت طبع کے لیئے درج کرتے ہیں خلافت ثانیہ کا عہد ہے۔ حج کا موسم ہے۔ ابو سلمہ راوی بیان کرتا ہے کہ ابطح کے مقام پر ایک مرد اعرابی حضرت عمر خلیفہ دوم کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھتا ہے کہ یا امیر المومنین! میں بقصد زیارت مکہ معظمہ حج بیت اللہ گھر سے نکل کر احرام باندھ چکا تھا کہ راستہ میں جنگل سے شتر مرغ کے انڈے اٹھائے اور بھون کر کھائے۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ یہ گفتگو ہو رہی ہے کہ حضرت علیؑ مع اپنے فرزند حسین کے تشریف لے آئے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ یا علیؑ اس کے مسئلہ کا جواب دیجئے۔ اور اس اعرابی سے فرمایا کہ اپنے واقعہ کو حضرت علیؑ سے بیان کرو۔ حضرت علیؑ نے امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اے اعرابی! تمہارا جو مطلب ہے اور جو سوال ہے اُس کو اس ہمارے بچہ سے پوچھ لے۔ وہ تجھ کو جواب پورا دیں گے۔ پہلے تو یہ سُنکر وہ اعرابی حیران ہوا اور کہا۔ تعجب ہے کہ میں جس سے پوچھتا ہوں وہ دوسرے کا حوالہ دیتا ہے مگر جب لوگوں نے اُس کو سمجھایا اور کہا کہ خاموش ہو۔ تو نہیں جانتا کہ یہ فرزند رسول ہیں تو اعرابی نے اپنا مسئلہ اور سفر کی کیفیت حسینؑ سے عرض کی حسینؑ نے حالات

کو سُنکر فوراً جواب دیا اور فرمایا اے اعرابی! تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ اعرابی نے عرض کی ہاں یا ابن رسول اللہ میرے پاس کچھ اونٹ موجود ہیں حسینؑ نے فرمایا تو جتنے انڈے شتر مرغ کے تو نے اٹھائے ہیں انکی تعداد کے موافق اونٹنیوں کو نر اونٹوں سے ملا کہ وہ حاملہ ہوجاویں۔ اور پھر جب اُن سے بچے پیدا ہوں تو اُن بچوں کو خانہ کعبہ میں بھیجکر اس کا فدیہ نحر کر دے۔ یہی اسکا کفارہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے یہ سنکر فرمایا کہ یا حسین! النوق یزلقن۔ اکثر اونٹنیوں کے بچے ساقط بھی تو ہوجاتے ہیں تو حسینؑ نے فوراً فرمایا یا عمر ان البیض یمرقن۔ اکثر انڈے بھی تو خراب اور گندے ہوجاتے ہیں۔ اور بچے نہیں نکلتے۔ حضرت عمرؓ نے یہ فی البدیہہ جواب سُنکر فرمایا۔ صدقت و بررت یا حسین بیشک صحیح ہے خوب کہا یا حسینؑ۔ امیر المومنین علیؑ کھڑے ہوگئے اور حسینؑ کو گلے سے لگا کر فرمایا۔ ذریۃ بعضہا من بعض واللہ سمیع علیم (آیۂ قرآن مجید) اولاد انبیاء بعض بعض کی اولاد ہیں (ناسخ التواریخ صفحہ ۴۸۸)

ہم بڑے زور سے عرض کرتے ہیں کہ کتب سیر و تواریخ کو مطالعہ کرو۔ اسلامی و غیر اسلامی مصنفوں کی کتابوں کو دیکھو۔ بلاشک حسینؑ کے نورانی پیکر پر کسی پہلو اور کسی صورت سے بھی جب نظر ڈالی جاوےگی تو اس تصویر محمدی کے نورانی اور روشن سفید پیکر پر ایک سوئی کی نوک کے برابر بھی کہیں کوئی سیاہ دھبہ نظر نہیں آئیگا جس طرح پر کہ حسینؑ کے مخالف و مدعی دشمن دینِ محمدی یزید کی کاغذی تصویر پر کسی جگہ کھی کے سر کے برابر بھی کوئی سفید نقطہ دکھلائی نہیں دیگا۔ بلاشک حسینؑ روحِ دین و ایمان اور جانِ اسلام، خیر و برکت کا مجسمہ ہے اور یزید کفر و ضلالت اور بد دینی کا پیکر اور کفر کی تصویر ہے جیسا کہ یزید کے کیرکٹر اور حالات سے اور علمائے اسلام کی تصنیفات سے بخوبی ثابت ہو رہا ہے جس کو ہم انشاء اللہ آیندہ اسی حصہ میں یا حصۂ دوم میں مفصل لکھیں گے۔

حسینؑ کی محبت تمام مسلمانوں پر فرض ہے

مسلمانو! پیارے بھائیو! نبی کے کلمہ گویو! بلا شک و شبہ تمام مسلمانو کا مسلمہ عقیدہ اور جمہور اسلام کا متفقہ مسئلہ ہے کہ رسول کریم کی محبت اور اُن کی پیروی اور اتباع ہر ایک مسلمان کے لیئے لازمی فریضہ اور واجبی حکم ہے۔ بلا محبت نبی اور بغیر اتباع و پیروی رسول کوئی مسلمان مسلمان نہیں ہوسکتا۔ عقل اس پر گواہ اور شریعت اس پر شاہد ہے۔

خداوند عالم کا حکم واجب العمل لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (تمہارے لئے رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اسوۂ حسنہ کی پیروی

ضروری ہے۔ اور اس کا ارشاد واجب البنیاد قل ان کنتم تحبون
اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور
رحیم (یعنی اے رسول! تو کہدے۔ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ اللہ تم سے محبت
کرے اور تم کو بخشدے تمہارے گناہ اور اللہ بڑا بخشنے والا رحیم ہے) خود اس دعوے کی صداقت اور شہادت
کی روشن دلیلیں ہیں۔ بیشک بغیر اتباع و پیروی رسول اور بلا محبت و مودت نبی کریم کوئی شخص مسلمان اور
مومن نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت مومنوں اور مسلمانوں پر ہر ایک شے کی محبت سے
بڑھ کر واجب ہے۔ اور مومن صادق کے لیئے کوئی چیز ان سے زیادہ محبوب نہیں ہونی چاہیئے۔ جو انکے مقابلہ
میں کسی اور شے کو زیادہ محبوب رکھے وہ فاسق العقیدہ ہے جو کبھی راہِ نجات کی ہدایت نہیں پاسکتا۔ کلام پاک
میں اس کو نہایت توضیح و تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم
واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا
احب الیکم من اللّٰہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللّٰہ بامرہ واللّٰہ لا یھدی القوم
الفاسقین۔ اے ہمارے رسول! اپنی امت سے کہدے کہ اگر تم اپنے ماں باپ کو، اپنی اولاد اور بھائیوں کو اور
اپنی بی بیوں اور کنبہ والوں کو اور اپنے مالوں کو جو تم کماتے ہو اور اپنی تجارت کو جسکی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور اپنے
اپنی بیبیوں اور کنبہ والوں کو اور اپنے مالوں کو جو تم کماتے ہو اور اپنی تجارت کو جسکی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور اپنے مکانوں کو
جن میں تم رہتے ہو خدا اور رسولؐ سے اور جہاد راہِ خدا سے زیادہ دوست اور محبوب جانتے ہو تو عذاب کے منتظر رہو اور سمجھ لو
کہ خدا ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ نیز احادیث نبوی اور قول رسول کریمؐ بھی ملاحظہ ہوں۔

اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین (عن ابوھریرۃ نحوہ۔	مسلمانو! تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک مجھے اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ

چاہتا ہو۔ (کتاب الشفاء فی حقوق المصطفےٰ قاضی عیاض حصہ دوم صفحہ ۱۵) نیز حضرت عمر خلیفۂ دوم نے رسول اللہ
سے عرض کی آپ مجھے ہر ایک شے سے زیادہ محبوب ہیں مگر جان سے زیادہ نہیں۔ الّا نفسی التی بین جنبی۔ رسول اللہ
نے فرمایا کوئی شخص تم میں مومن نہیں ہوسکتا جب تک مجھے اپنی جان سے زیادہ دوست نہ رکھے۔ یہ سنکر حضرت عمر نے
بایا اگر ایسا ہے تو حضرت میں آپ کو جان سے بھی زیادہ دوست رکھتا ہوں (کتاب الشفا قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۱۵)
علی بن ابیطالب سے دریافت کیا گیا کہ آپ رسول اللہؐ کو کیسا دوست رکھتے ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا واللّٰہ
احب الینا من اموالنا واولادنا واٰبائنا وامھاتنا ومن الماء البارد علی الظماء (کتاب الشفا قاضی عیاض
جلد دوم صفحہ ۱۸) یعنی خدا کی قسم رسول اللہؐ ہم کو آل، اولاد، ماں باپ اور واقعی پیاس اور پانی کی چاہت میں ٹھنڈے

پانی سے بھی زیادہ محبوب اور پیارے ہیں۔ کل شیٔ حیٌّ من الماءٓ کے مطابق بیشک پانی ہی زندگی اور قیام نفس کا موجب ہے۔ اگر پانی نہ ملے تو زندگی ممکن نہیں۔ پس علیؑ نے پیاس کی شدت میں پانی کا ذکر کرکے یہ بتایا اور فرمایا ہے کہ رسولؐ اللہ ہم کو جان سے بھی زیادہ عزیز اور پیارے ہیں۔ اور جیسا کہ علیؑ نے شب ہجرت بستر رسولؐ پہ آرام فرما کر اپنے اس قول کا ثبوت بھی عملاً دکھلا دیا۔

نیز ملاحظہ فرماؤ کہ اسی طرح اسی علیؑ کا فرزند دلبند حسینؑ بھی اپنے بابا علیؑ کے اس قول کی تصدیق و پیروی کرتے ہوئے کیونکر حکمِ الٰہی اور فرمانِ رسولؐ کی تعمیل فرماتا اور اپنی محبت خدا و رسولؐ کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ روزِ عاشور تین دن کی سخت و شدید پیاس کی انتہائی تکلیف میں جبکہ زخموں سے چور ہے۔ گرمی اور دھوپ کی شدت سے بے کل ہے۔ زبان پر خشکی سے کانٹے پڑ گئے ہیں۔ زبان پھٹ گئی ہے۔ شدتِ تشنگی سے کلیجہ کباب ہے۔ جگر سے دھوئیں اٹھتے ہیں اور سامنے دریائے فرات کا پانی لہریں مار رہا ہے۔ دشمن پکار رہے ہیں کہ اے حسینؑ! دیکھو فرات کیسی موجیں مار رہا ہے۔ پانی کیسا صاف و شفاف مچھلی کے پیٹ کی طرح چمکتا ہے۔ بیعت یزید (فاسق و فاجر بے دین) قبول کرو اور اُس کے آگے سر اطاعت و فرمانبرداری خم کرو تو پانی موجود ہے۔ ورنہ ایک قطرہ بھی تم کو نہ دیا جائیگا۔ مگر حسینؑ کو خدا و رسولؐ کی محبت اور اُس کے دین حق کی الفت ٹھنڈے پانی سے، اپنی جان سے، عزیز و اقربا سے، گھربار سے، غرضکہ ماسوا اللہ سب سے زیادہ محبوب و پیاری ہے۔ سب مصیبتیں اور سب تکلیفیں منظور و قبول ہیں۔ مگر محبتِ خدا و رسولؐ اور اپنے نانا کے دین اسلام کی محبت کو چھوڑنا ایک آن کے لیئے بھی حسینؑ کو گوارا نہیں بس یہی فرماتے ہیں کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور آخر اسی طرح محبت خدا و رسولؐ میں دینِ اسلام پر قربان ہو جاتے ہیں۔

صواعق محرقہ ابن حجر مکی میں علامہ بیہقی اور شیخ دیلمی سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا لایؤمن

عبد حتی اکون احب الیہ من نفسہ وتکون عترتی احب الیہ من نفسہ وتکون اھلی احب الیہ من اھلہ وتکون ذاتی احب الیہ من ذاتہ۔

یعنی کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھے اور میری عترت کو اپنی جان سے زیادہ اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ اور میرے اہلبیت کو اپنے اہل و عیال سے زیادہ عزیز و محبوب نہ رکھتا ہو۔

ہمارے مکرم و محترم دوست جناب قاضی حاجی محمد سلیمان صاحب پنشنر مجسٹریٹ ریاست پٹیالہ نے بھی اپنی کتاب رحمۃ للعالمین کی جلد دوم ص۵۸ میں اس حدیث کو جو انس بن مالک سے مروی ہے اور نیز دوسری حدیث رسول لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من اھلہ ومالہ۔ یعنی کوئی تم میں سے مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھے اپنے اہل و مال سے زیادہ دوست نہ رکھے درج فرمائی ہیں۔ نیز حضرات علماء نے اپنی کتابوں میں محبت کی علامتیں بھی درج فرمائی ہیں۔ اور واقعی بدیہی اور مسلمہ امر ہے کہ محب اصلی اور سچا عاشق اور سچا دوست

وہی کہا جاسکتا ہے جسکے دل میں اُسکے محبوب کی یاد اور اُس کا ذکر و خیال ہر وقت و ہر زمان جما ہوا ہو۔ اور محبوب کا ہر فعل اور اُس کی ہر شے جو اُس کو محبوب و پیاری ہے محب کو بھی ویسی ہی پیاری اور جان سے زیادہ عزیز ہو۔ اگر یہ نہیں تو واقعی دعوئے محبت غلط اور دوستی کا ادّعا جھوٹ۔ دیکھئے قاضی عیاض نے کتاب الشفا میں خوب لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں اعلموا ان من احب شیئاً اثرہ واثر موافقتہ والا لم یکن صادقاً یعنی جو شخص کسی شے کو دوست رکھتا ہے تو وہ اُس کو اپنے نفس پر مقدم رکھتا ہے اور اُس کی موافقت اور مطابعت کو بھی مقدم سمجھتا ہے ورنہ وہ سچا دوست اور محب نہیں ہے۔ ؎ تعصی الالٰہ وانت تظہر حبہ ٭ ھذا العمری فی القیاس بدیع ٭ لو کان حبک صادقاً لاطعتہ ٭ ان المحب لمن یحب مطیع۔ یعنی خدا کی محبت کا اظہار کرنا اور اُس کی نافرمانی کرنا قسم ہے اپنی جان کی یہ بات قیاس میں نہیں آسکتی بہت ہی عجیب امر ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہے تو ضرور تو اُسکی اطاعت و فرمانبرداری کریگا کیونکہ دوست کے لیئے اپنے محبوب کی اطاعت لازمی اور ضروری ہے۔ (کتاب الشفا، قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۸)

پھر قاضی عیاض اسی ذکر محبت میں لکھتے ہیں۔ المحبۃ دوام الذکر للمحبوب۔ محبوب کو ہمیشہ یاد کرنا محبت کی علامت ہے۔ اور نیز محبت رسولؐ کی علامتوں میں درج کرتے ہیں۔ من علامات محبت النبیؐ کثرۃ ذکرہٖ لہ فمن احب شیئاً اکثر ذکرہ۔ (صفحہ ۲۱) یعنی محبت نبیؐ کی علامات میں سے ہے کہ اکثر حضورؐ کا ذکر خیر زبان پر جاری رہے کیونکہ جس کو جو چیز پیاری ہے وہ ہر وقت اُسی کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ پس رسولؐ کریم کا ذکر اور یاد اور اُن کے پیاروں کی یاد اور ذکر جو بلاشک رسول کو پیارا اور محبوب ہے۔ واقعی ذکر رسولؐ اور بلاشبہ یاد نبیؐ ہے۔ اور رسول و آلِ رسولؐ کی خوشی سے خوش ہونا، محمدؐ و آل محمدؐ کے غم و مصیبت سے غم کھانا، محزون و مغموم ہونا، لاریب رسول کریم کی پیروی اور نبی عربی کی تاسی اور اقتدا ہے۔ ہمارے مکرم و محترم قاضی محمد سلیمان صاحب نے بھی اپنی کتاب رحمۃ للعالمین جلد دوم میں صفحہ ۲۷۶ پر بذیل علامات محبت نبیؐ، آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین کی محبت کو رسول اللہ کی محبت کی علامت درج فرمایا ہے۔ قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "دوسری علامت محبت نبیؐ کی یہ ہے کہ آل نبیؐ کے ساتھ سچے دل اور شفاف قلب سے محبت ہو۔ امامین شہیدین حسنین اور اُنکے ابوین طیبین (علیؑ و فاطمہؑ) کی محبت عین محبت نبیؐ ہے۔ اور ان کے فضائل یاد رکھنا، بیان کرنا، ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا عین محبتِ نبوی ہے۔" بیشک اسی طرح آل محمدؐ عترت نبیؐ اور جان رسول حسینؑ مظلوم کے فضائل و مناقب اور اسلام و دین کی خدمات میں جو جو مصیبتیں اور اذیتیں ان بزرگواروں نے جھیلیں اور ظالموں بے دینوں کے ظلم و جور صبر و استقلال سے اُٹھائے اُن کا ذکر کرنا اور محزون و مغموم ہونا واللہ ثم باللہ عین تاسی نبیؐ اور اقتدائے رسولؐ ہے۔

دو دیکھو قبل از شہادتِ حسینؑ رسول اللہ حسینؑ کے قتل و شہادت و مصیبت کا ذکر فرماتے اور محزون و مغموم ہوتے تھے۔

چنانچہ شہادت حسینؑ کی پیشین گوئیاں اور رسول عربی کے محزون و مغموم ہونے کی احادیث درج کی جاچکی ہیں) اور بمصداق حدیث شریف رسول کریمؐ من احیا سنتی فقد احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنۃ (قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۱۰) یعنی جس نے میری سنت و طریق کو زندہ کیا اُس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

پس ان سب احادیث اور اقوال و افعال رسول کریم پر نظر کرتے ہوئے اور رسول اللہ کی محبت و پیروی کا دم بھرتے ہوئے ضروری اور لازمی ہے کہ بہ اتباع و پیروی سرور عالم رسول کریم ہر ایک مسلمان جو نبیؐ کا کلمہ گو ہے وہ ضرور ہے کہ حسینؑ کا عاشق و فدائی اور حسینؑ کی یاد اور حسینؑ کے ذکر کو تازہ کرنے والا اور حسینؑ کے رنج والم سے محزون و مغموم ہونے والا اور حسینؑ کے دشمن و قاتل مرتد پر لعنت کرنیوالا بھی ضرور ہو۔

بس اب اس کے بعد رسول اللہ کی اُن دوسری اور متواتر اور مسلمہ احادیث کو بھی جو عترت رسولؐ، اہلبیت اطہار علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کی محبت و مودت کے لیئے مجتمعاً و منفرداً بنا کیداور بکثرت وارد ہوئی ہیں اور کتب احادیث و تفسیر میں موجود ہیں ملاحظہ فرمایئے۔ اور خدائے جلیل کے اُس کھلم کھلا واجب التعمیل حکم کو جو اُس کے کلام پاک میں ہے جس کو رسولؐ کی معرفت تمام مسلمانوں کو پہنچایا گیا ہے مطالعہ فرماؤ۔ علمائے جلیل القدر و بزرگان دین کی تفسیروں اور اقوال و مختار پر بھی نظر ڈالو۔ جو بڑے ارشادات و احادیث نبوی اس آیۃ والی ہدایہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر و تشریح میں درج ہیں۔ پھر دیکھو اور سمجھو کہ عترت اطہار، ذریت رسولؐ اور حسینؑ کی محبت و الفت کیونکر اور کس طرح ہر ایک مسلمان پر فرض اور واجب قرار دی گئی ہے۔

سواد اعظم اسلامی کے عالی منزلت علماء اور مستند و مسلمہ ائمہ دین امام شافعی، امام فخر الدین رازی، علامہ شمس الدین ابن عربی، علامہ جلال الدین سیوطی، ابن صباغ مالکی، ینابیع شیخ الاسلام قندوزی، کتاب فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا بخاری نقشبندی، مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی، مطالب السئول ابوطلحہ شافعی، تفسیر ثعلبی، علامہ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ، علامہ حسن بن محمد نیشاپوری، علامہ حسین البغوی صاحب معالم التنزیل، درمنثور اکلیل، تفاسیر علامہ جلال الدین سیوطی، تفسیر حسینی ملا حسین واعظ کاشفی، تفسیر مدارک علامہ نسفی جیسے محقق و معتبر بزرگواروں کی تفاسیر اور اقوال کو ملاحظہ فرماؤ کہ عترت اطہار نبوی، اہلبیت محمدیؐ علی و فاطمہ حسن و حسین علیہم السلام کی محبت و الفت کو کتنا کچھ ضروری۔ واجب عینی اور فریضۂ الٰہی سمجھتے اور مانتے چلے آئے ہیں۔

امام فخر الدین رازی نے جو حکیم اسلام ہیں اپنی تفسیر کبیر میں کس شرح و بسط کے ساتھ بدلائل واضح محبت آل محمدؐ کو واجب اور فریضۂ الٰہی ثابت کیا ہے دیکھو جزو ۷ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی صفحہ ۴۰۵ و ۶ اور

نیز امام فخرالدین رازی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اہلبیت اطہار آل محمد علیہم السلام رسول اللہ کے ساتھ مندرجہ ذیل پانچ باتوں میں شریک اور مساوی وہمتائی ہیں۔ (ملاحظہ ہو صواعق محرقہ صفحہ ۹۰ مطبوعہ مصر اور ینابیع المودہ صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر)

اوّل جس طرح خداوند عالم نے اپنے حبیب رسولؐ کریم کو پاک و معصوم فرمایا اور طٰہٰ کے پیارے لقب سے یاد کیا۔ اُسی طرح عترت نبوی، ذریت محمدی علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کو تطہیر کی چادر اُڑھا کر انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (سوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالٰی نے ارادہ کیے ہوئے ہے کہ وہ تم کو اے اہلبیت رسول ہر رجس اور ناپاکی سے ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے) کے پیارے خطاب سے مخاطب فرما کر پاک و پاکیزہ فرمایا۔ اور خلعت عصمت بخشا۔

دوم جس طرح اپنے محبوب نبیؐ عربی پر سلام نازل فرمایا۔ اور السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ کا ارشاد ہوا۔ اُسی طرح آل محمدؐ پر سلامٌ علٰی اٰلِ یاسین سے سلام الٰہی نازل فرمایا گیا۔ (یٰسین آنحضرتؐ کا نام ہے اور سلام علیٰ آل یٰسین بنابر قرأت صحیحہ قرآن میں نازل ہوا ہے)

سوم جس طرح اپنے پیارے رسول محمد مصطفٰےؐ کی محبت کو قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کے حکم سے ہر ایک مسلمان پر واجب قرار دیا۔ اُسی طرح ذریت رسولؐ آل محمدؐ کی محبت و مودت قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربٰی (اے رسول تم کہدو اپنی امت سے کہ میں تم سے رسالت کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میرے قریبی عزیزوں سے محبت و مودت رکھو) کے حکم سے ہر ایک مسلمان کے لیئے واجب اور فرض گردانی گئی۔

چہارم جس طرح صدقہ رسولؐ پر حرام ہے اُسی طرح آل محمد پر حرام ہوا (ملاحظہ ہو ہدایت السائل نواب صدیق حسن خاں مرحوم دربارہ صدقہ وغیرہ)

پنجم۔ درود بغیر شرکت آل محمدؐ نا تمام ہے۔ اور نماز جو رکن دین اور اسلام کی علامت ہے۔ بغیر درود ناقص ہے۔ اور قابل قبولیت نہیں۔ (دیکھو صواعق محرقہ صفحہ ۸۸۔ نووی شرح صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۱۷۵۔ کنز العمال و ہدایت السائل وغیرہ)

بیشک اہلبیت کی مودۃ اور حسینؑ کی محبت اسلام کی جڑ اور دین کی بنیاد ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے مشہور اشعار اسی پر گواہی دے رہے ہیں ؎ یا اھلبیت رسول اللہ۔ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ۔ کفاکم بھذا الفضل انکم۔ من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ۔ (صواعق محرقہ ابن حجر مکی مطبوعہ مصر صفحہ ۸۸)

آل محمدؐ کی محبت فریضۂ الٰہی ہے۔ قرآن میں نازل ہے۔ ہر ایک مسلمان پر واجب ہے۔ نماز کی قبولیت بغیر آل محمد پر درود بھیجے کے ممکن نہیں۔

اسی طرح شیخ شمس الدین ابن عربی نے بھی اپنے اشعار میں اس آیۂ مودت کی تفسیر بیان فرمائی ہے اور محبت آل محمدؐ کو فرض اور واجب سمجھا ہے۔ روایت رأیت ولائی آل طٰہٰ فریضۃ ؛ علی رغم اهل البعد یورثنی القربیٰ فما طلب المبعوث اجرا علی الهدیٰ ؛ بتبلیغه الا المودة فی القربیٰ - (مخالف کی ناک رگڑنے کے لیے میں محبت آل محمدؐ کو اپنا فریضہ سمجھتا ہوں جو رسول اللہ سے میرے تقرب کو بڑھاتا ہے)

رسول کریم مبعوث بر رسالت نے اپنی تبلیغ و ہدایت فرمائی کے بدلے میں کوئی اجر و مزدوری نہیں چاہی مگر محبت اپنے ذوالقربیٰ کی۔ اور واقعی یہ بھی کوئی اجر اور مزد نہیں ہے بلکہ یہ خود یعنی محبت اہلبیت وسیلۂ ہدایت ہے۔ (وما سئلتکم من اجرٍ فهو لکم۔ آیۂ قرآن مجید) (فلک النجاۃ صفحہ ۹۴)

علامہ ابن صباغ مالکی نے اپنی کتاب فصول المهمہ میں مندرجہ ذیل اشعار درج فرمائے ہیں۔ هم العروة الوثقیٰ لمعتصم بها ؛ مناقبهم جائت بوحی وانزال ؛ مناقب فی شوریٰ وسورة هل اتیٰ ؛ وفی سورة الاحزاب یعرفها العالی ؛ وهم آل بیت المصطفیٰ فودادهم ؛ علی الناس مفروض بحکم اسجالی۔ یعنی یہ اہلبیت محمدی عروۃ الوثقیٰ خدا کی مضبوط رسی ہے۔ جس کو پکڑنا ضروری ہے۔ اُن کے فضائل و مناقب بذریعہ وحی نازل ہوئے ہیں۔ اُن کے فضائل و مراتب سورۂ شوریٰ[1] میں، سورۂ ہل اتیٰ[2] میں اور سورۂ احزاب[3] میں ہیں، اور یہی ہیں اہلبیت مصطفیٰ صلعم جن کی محبت لوگوں پر خدا کے حکم سے واجب کی گئی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر اکلیل میں بذیل اسی آیۂ مودہ کے تحریر فرمایا ہے۔ فیه وجوب محبة قرابته۔ عن ابن عباس قال لما نزلت هذه الاٰیة قالوا یا رسول الله من هؤلاء الذین امر الله بمودتهم قال فاطمة وولدها۔ یعنی اس آیۂ مجیدہ میں رسول اللہ کے ذوالقربیٰ سے وجوب محبت کا حکم ہے۔

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو دریافت کیا گیا۔ یا حضرت وہ کون لوگ ہیں جنکی محبت کا حکم خدا نے فرمایا ہے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا فاطمہ اور اُن کی اولاد علیہم السلام (حاشیہ تفسیر جامع البیان صفحہ ۲۵۷)

علامہ حسن بن محمد مشہور بہ نظام نیشاپوری اپنی تفسیر میں درج فرماتے ہیں جلد ۳ پارہ ۲۵ سورۂ شوریٰ سے تفسیر نیشاپوری۔

عن سعید بن جبیر لما نزلت هذه الاٰیة قالوا یا رسول الله | یعنی سعید بن جبیر صحابی رسولؐ سے روایت ہے جب

[1] آیۂ مجیدہ قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ سے مراد ہے۔ [2] یوفون بالنذر و یطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ ہل اتیٰ میں ہے۔ [3] آیۂ تطہیر انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اٰخر (فصول المہمہ مطبوعہ طہران صفحہ ۱۳)

من هؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم بقرابتک فقال ع علی وفاطمۃ وابناھما ولاریب ان ھذا فخر عظیم وشرف تام اثبت بالنقل التواتر انہ کان یحب علیا والحسن والحسین و یقول فاطمۃ بضعۃ منی یوذیني مایوذیھا کان ذلک اوجب علینا محبتھم بقوا ۔ فاتبعوہ وکفی شرفاً لآل رسول اللہ وفخرا۔

یہ آیۂ روانی ہوا یہ نازل ہوا تو لوگوں نے رسول اللہ سے دریافت کیا ۔ یا حضرت آپ کے وہ رشتہ دار جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے کون کون ہیں ۔ رسول اللہ نے فرمایا علی ع ۔ فاطمہ ع اور حسن ع و حسین ع اور کوئی شک نہیں کہ یہ بڑا ہی شرف اور فخر تام اہلبیت اطہار علیہم السلام کے لیئے ہے ۔ متواتر حدیثوں سے ثابت ہو کہ رسول اللہ علی اور حسن حسین سے محبت فرماتے تھے اور فاطمہ ع کے متعلق فرماتے تھے کہ فاطمہ ع میرے جگر کا ٹکڑا ہے ۔ جسنے فاطمہ ع کو ایذا دی اُسنے مجھے ایذا دی ۔ پس بموجب قول واتباع ان کی محبت ہم پر واجب ۔ اور آل رسول کے لیئے یہ شرف اور فخر کافی ہے ۔

علامہ ابواسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں رسول اللہ کی اُس طولانی حدیث کو درج فرمایا ہے جو حب آل محمد کے متعلق جو یربن عبداللہ سے مروی ہے ۔ رسول اللہ نے فرمایا الا من مات علی حب آل محمد مات شھیدا من مات علی حب آل محمد مات مغفورا من مات علی حب آل محمد بشرہ ملک الموت بالجنۃ من مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیمۃ مکتوب بین عینیہ آئس من رحمۃ اللہ الا من مات علی بغض آل محمد لم یشم رایحۃ الجنۃ ۔ ینابیع المودہ صفحہ ۲۶۹ اور تفسیر کبیر رازی صفحہ ۴۰۵/۶ ترجمہ جان لو کہ جو کوئی آل محمد کی محبت پر مریگا وہ شہید ہوگا اور جو شخص آل محمد ص کی محبت پر مریگا وہ بخشا جائیگا اور جو کوئی آل محمد کی محبت پر مریگا اُسے ملک الموت جنت کی بشارت دینگے اور جو شخص آل محمد سے دشمنی پر مریگا بروز قیامت اُسکی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ رحمت الہٰی سے مایوس ہے اور جو کوئی آل محمد سے دشمنی پر مریگا وہ ہرگز جنت کی خوشبو نہ سونگھیگا ۔ نیز ملاحظہ ہو حدیث رسول ص مندرجہ کتاب شفا قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۱۶ ۔ ان النبی اخذ بید حسن وحسین فقال من احبنی واحب ھذین وابا ھما وامھما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ ۔ ترجمہ تحقیق جناب رسول مقبول نے حسن ع و حسین ع کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو کوئی دوست رکھے مجھ کو اور دوست رکھے ان دونوں کو انکے باپ اور ماں کو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے ہی درجہ میں ہوگا ۔ نیز صفحہ ۲۱ میں دوسری حدیث کو بھی ملاحظہ فرمائیے ۔ قال ع فی الحسن والحسین اللھم انی احبھما فاحبھما یعنی جناب رسول محمد نے حسن و حسین کے بارے میں فرمایا ۔ خدایا ! میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی ان کو دوست رکھ ۔ اور نیز صفحہ ۲۴ میں ہے ۔ قال احب اللہ من احب حسنا وحسینا ۔ جو حسن و حسین کو دوست رکھے خدا اُس کو دوست رکھتا ہے ۔

نواب سید صدیق حسن خاں بھوپالی کی کتاب ہدایت السائل کے صفحہ کو ملاحظہ فرماو۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ یہ آیہ ہمارے حق میں وارد ہوا ہے۔

حضرت ابوبکر خلیفہ اول کا ارشاد مندرجہ بخاری و مسلم ارقبوا محمدا فی اھلبیتہ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ مولانا عبدالحق دہلوی کی مدارج النبوۃ، شاہ عبدالعزیز دہلوی اور شاہ ولی اللہ کی تصانیف سرالشہادتین وازالۃ الخفا وغیرہ متقدمین و متاخرین علمائے اسلام کی تصانیف کو ملاحظہ کرو۔ شیخ احمد سرہندی معروف مجدد صاحب کے مکتوبات پر نظر ڈالو۔ جو جلد ثانی صفحہ ۳۰۲ میں محبت آل محمدؐ کو جزو ایمان لکھتے ہیں۔ اور سلامتی خاتمہ کے لیے ان کی محبت کو امر عظیم تحریر فرماتے ہیں۔ غرضکہ تمام علمائے سابق و حال ہی خمسہ نجباء ع محمدؐ صلعم علیؑ فاطمہؑ حسینؑ و حسنؑ کی ہی محبت و الفت کو وسیلۂ نجات اور ذریعۂ ہدایت اور واجب اور فرض سمجھتے ہیں اور اتباع و پیروی رسول کو ہی اصل دین اور بنیاد اسلام بیان کرتے اور بتلاتے چلے آئے ہیں۔

پس یہ امر یقینی طور پر درایت اور روایت سے بخوبی ثابت ہوچکا کہ آل محمدؐ علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام۔ اور ان کی ذریت طاہرہ سے سچی محبت کرنا اور حقیقی محبت کا دم بھرنا۔ اپنی جان و مال اور اہل و عیال سے زیادہ چاہنا عین محبت رسولؐ اور اتباع نبیؐ ہے۔

حدیث حسین منی وانا من الحسین

اب ہمارے ناظرین اپنے پیارے نبی رسول کریم کی اس متفق علیہ اور مشہور و مسلمہ حدیث کو بھی ملاحظہ فرماویں جس میں رسول کریم نے فرمایا کہ حسین منی و انا من الحسین[۱] احب اللہ من احب حسینا۔ یعنی حسین مجھ سے ہے، میں حسینؑ سے ہوں، جو میں ہوں وہ حسینؑ ہے، جو حسین ہے وہ میں ہوں حسینؑ و نبیؐ میں جدائی نہیں بہ یہاں بال کی بھی رسائی نہیں حسینؑ کا دوست خدا کا دوست حسینؑ کا چاہنے والا خدا کا محبوب اور حسین کا عاشق خدا کا پیارا ہے۔

بیشک حسینؑ کی محبت رسولؐ کی محبت، حسینؑ کا عشق رسولؐ کا عشق ہے اور حسینؑ کی دشمنی رسولؐ کی دشمنی اور حسینؑ کی ایذا رسولؐ کی ایذا ہے حسینؑ سے جنگ رسولؐ سے جنگ ہے حسینؑ سے صلح رسولؐ سے صلح ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت کو دیکھو جس میں علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو رسول اللہ نے فرمایا انا سلم لمن سالمکم، انا حرب[۲] لمن حاربکم و اللہ ثم باللہ حسینؑ کا قتل رسولؐ کا قتل ہے اور حسینؑ کی شہادت رسولؐ کی شہادت ہے جس نے حسینؑ سے محبت کی اس نے رسولؐ سے محبت کی اور جس نے حسینؑ سے دشمنی کی اس نے

---

[۱] ینابیع المودہ صفحہ ۲۲۳۔ ترمذی صفحہ ۵۹۶۔ سعادت الکونین صفحہ ۳۴۔ ارجح المطالب مولوی عبداللہ امرتسری صفحہ ۳۸۰۔ فصول المہمہ صفحہ ۱۷۴۔ مطالب السؤل صفحہ ۲۳۲۔ صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۴۔ امام بخاری۔ امام احمد حنبل۔ حاکم۔ ابن ماجہ۔ حافظ ابونعیم۔ ابن اثیر فی اسد الغابہ۔ اخرجہ دیلمی۔ ابن سعد و ابن ابی شیبہ۔

رسولؐ سے دشمنی کی جس نے حسینؑ کو قتل کیا اس نے رسولؐ کو قتل کیا۔ وہ بلاشک ابدالآباد جہنمی ہے۔ کبھی مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔ چہ جائیکہ خلیفۂ رسول اور امیر المومنین کہا جاسکے۔ بیشک حسینؑ ذبیح اللہ ہے۔ اور حسینؑ کی مصیبت۔ اسلام کی مصیبت ہے۔ دیکھو تاریخ بلاذری (ماخوذ از ثبوت شہادت صفحہ ۴۳) صفحہ ۴۶۲ حضرت عبداللہ ابن عمر کا خط یزید کے نام۔ لما قتل ذبیح اللّٰه الحسین ابن علی کتب عبداللّٰه ابن عمر الی یزید بن معاویہ اما بعد فقد عظمت الرزیۃ وجلت المصیبۃ وحدث فی الاسلام حدث عظیم ولا یوم کیوم الحسین۔ ترجمہ۔ جبکہ شہید کر دیئے گئے ذبیح اللہ حسینؑ ابن علیؑ تو عبداللہ ابن عمر نے یزید ابن معاویہ کو خط لکھا کہ اما بعد یقیناً حسینؑ کی شہادت مصیبت عظیم اور ماتم سخت و شدید ہے۔ اور یہ اسلام میں ایک حادثہ عظیم ہے۔ بیشک حسینؑ کی مصیبت سے بڑھکر کوئی مصیبت نہیں ہے۔

خدا کا حسینؑ پر کیوں پیار ہے اور رسول اللہ کو حسینؑ سے کیوں محبت ہے؟

کیا وہ نبی امی، رسول عربی، اللہ کا عاشق، خدا کا محبوب، توحید کا فدائی، اسلام کا شیدائی، نور الٰہی حسینؑ کے پیار و محبت میں اس قدر منہمک اور اس قدر والا وشیدا اس لیئے ہے کہ حسینؑ پیاری بیٹی فاطمہ زہرا کا فرزند، جگر کا ٹکڑا، پیارا نواسہ ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ رسولؐ کی محبت محبت الٰہی ہے۔ رسولؐ کا بغض بغض الٰہی ہے۔ ان کو تو وہی پیارا اور محبوب ہے جو خدا کو پیارا اور خدا کا محبوب ہے۔ بیشک وہ مدینۃ العلم جو واقف اسرار الٰہی اور عالم راز خداوندی ہے جس کی شان علمک مالم تکن تعلم ہے اور جو عالم کان وما یکون ہے۔ وہ مخبر صادق، توحید کا عاشق جانتا ہے اور واقف ہے کہ حسینؑ کو کس اہم اور بزرگ کام کے لیئے اور عظیم خدمت اسلامی کے لیئے دنیا میں بھیجا گیا ہے، حسینؑ کیا کریگا اور کیا کر دکھلائیگا۔ اور اسی ضرورت خاص کے لیئے اپنے فرزند حضرت ابراہیمؑ کو حسینؑ پر قربان کرتے ہیں۔ اور حسین کو فدیہ اسلام ہونیکے لیئے زبان مبارک چسا کر پرورش فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو وسیلۃ النجاۃ مولانا محمد مبین فرنگی محلی صفحہ ۹۲۔

پس وہ شئے اور وہ چیز جو محبوب الٰہی کو سب سے زیادہ، اپنی جان سے زیادہ اور حسین سے بھی زیادہ عزیز اور پیاری ہے۔ وہ کیا ہے؟ وہ دین اسلام اور کلمۂ توحید ہے۔ رسول اللہؐ جانتے ہیں کہ یہی میرا پیارا حسینؑ میرے قائم کردہ دین پر، اسلام پر، توحید پر جان قربان کریگا۔ گھربار لٹائیگا مصیبتیں اٹھائے گا۔ خون میں نہائیگا۔ توحید الٰہی کو، دین محمدی کو۔ اسلام خداوندی کو قیامت تک زندہ کر جائیگا۔ اور دنیا کو صداقت وحقانیت کا سبق دے جائیگا۔ اسی لیئے بار بار فرمایا جتایا۔ دکھلایا کہ حسین منی وانا من الحسین احب اللّٰه من احب حسینا۔

واقعی حسینؑ خلق و رحم میں۔ صبر و استقلال میں۔ ایثار و ہمدردی میں۔ عشق و محبت الٰہی میں۔ ہدایت و

ارشاد میں اپنے نانا رسولؐ امی، انسان کامل محمدؐ عربی کا مکمل نمونہ اور اصلی آئینہ ہے۔ فاطمہؓ کا چاند ہے، علیؑ کی تصویر ہے، ابراہیمؑ کا فخر ہے۔ اسمٰعیل کا شرف ہے۔ بقول ڈاکٹر اقبال سلمہ اللہ ؎

سرّ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ بود — یعنی آں اجمال را تفصیل بود

حسینؓ کی نورانی تصویر کو معرکۂ کربلا میں دیکھو۔ حسینؓ نے تین دن کی بھوک پیاس میں دسویں محرم ۶۱ھ ہجری کو فرات کے کنارے کربلا کے میدان میں صبر و رضا کے وہ بے بہا جوہر، ہدایت و ارشاد کے وہ بے نظیر جلوے، اخلاق و احسان کے وہ بے عدیل کرشمے۔ ہمدردی انسانی اور صلۂ رحم کے وہ بے مثال کارنامے، دینی احساس اور حق و صداقت کی تصویریں، ثابت قدمی کے نمونے، ملک و قوم کی بہبود و فلاح کی خاطر جان دینے اور حق پر قربان ہو جانے کے سچے جذبے اور حقیقی روپ دکھلائے جو دنیا میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ اور صرف مسلمانوں ہی کی آئندہ ہدایت کے لیئے نہیں بلکہ تمام دنیا، سارے جہان، کل عالم کے لیئے اپنا سر دیکر، گلا کٹا کر، خون میں نہا کر، گھر لٹا کر، خیمے جلوا کر، صراطِ مستقیم کی رہبری کے لیئے وہ مشعل اور ہدایت کے مینارے روشن کر دیئے ہیں کہ آج دنیا اُسکی روشنی میں چلتی، اُس کو احترام کی نگاہ اور عزت کی نظر سے دیکھتی اور اُسکی صداقت و حقانیت کو اُس کی ثابت قدمی اور ایثار کو اپنا لائحۂ عمل بناتی اور اُس کے اقوال و افعال سے، اُس کے صبر و استقلال سے انسانی ہمدردی، مذہبی حمیت، قومی جوش، تہذیبِ نفس، درستی اخلاق، کل صفات حسنہ کے سبق حاصل کرتی ہے۔

حسینؓ نے حجاز کے گرم پہاڑوں میں، عراق کے ریتیلے راستوں میں، نینوا کے جلتے بلتے میدانوں میں، کربلا کے خونی نظاروں میں، کوفہ کے گلی کوچوں میں، شام کے درباروں میں، دمشق کے بازاروں میں اپنے اقوال سے، اپنے افعال سے، اپنی رفتار سے، اپنی گفتار سے، تمام عالم کو، ساری دنیا کو، دینِ الٰہی اور اسلام محمدیؐ کا سچا نقشہ اور مکمل نمونہ دکھلا دیا۔

حسینؓ نے اسلام کو کیونکر زندہ فرمایا؟

یہ مسلمہ اور بدیہی امر ہے کہ ذات محمدیؐ صفات الٰہی کا مظہر اتم اور کمالات خداوندی کا کامل و اکمل نمونہ ہے۔ اور دینِ الٰہی و اسلام محمدیؐ کا حقیقی مقصد اور اصلی غایت بلکہ اصل اصول خداشناسی، روحانی ترقی اور تکمیلِ انسانی ہی ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ اور لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے یہی معنی اور یہی مطلب ہے۔ یہی بعثت محمدیؐ کا مقصد ہے۔ اور یہی سلطنت اسلامی ہے۔ اور یہی ریاست محمدیؐ ہے۔ اور اسی لیئے آنحضرتؐ کی شان انک لعلیٰ خلق عظیم ہے۔ اور اسی واسطے ارشاد ہوا ہے بُعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میں اسی لیئے مبعوث بہ رسالت ہوا ہوں کہ کمالات روحانی و اخلاق انسانی کی تکمیل کروں۔ مگر انسان مخلوق خاکی اور وہ بھی مدنی الطبع اور متضاد صفات کا مجموعہ

ع آدمی زادہ طرفہ معجون است۔ کا مصداق، دنیا کی زندگی اور اُس کے وجود و بقا کے لیئے معاملات معاشر اور تعلقات مباشرت وغیرہ میں فطرۃً تمدن اور سیاست کا محتاج ہے پس ضروری اور لازمی امر ہے کہ اُس سیاست اور تمدن کے لیئے کوئی ایسی تنظیم اور باقاعدگی کا قانون اور طریقہ ہو کہ جو امن و امان کے ساتھ دنیا کو منشائے الٰہی کے مطابق قائم و برقرار بھی رکھے اور بالآخر صراط مستقیم دکھلا کر تکمیل انسانی اور ترقی روحانی کی منزل مقصود پر بھی پہنچا دے۔

بس یہی خلیفۃ فی الارض کے معنی اور یہی سلطنت محمدی اور ریاست و حکومت اسلامی ہے۔ اور کوئی شک نہیں کہ اس دنیا کی بقا اور حق اللہ اور حق النفس کا دارومدار، حق العباد کی ہی نگرانی اور حفاظت پر منحصر ہے۔ اور حق العباد کی نگرانی اور حق الناس کی حفاظت حدود خداوندی کے اندر اور شریعت الٰہیہ کے مطابق عین دین اور عین اسلام ہے۔ نبی کا وجود اور رسول کی ذات جس طرح روحانی مدارج اور مقامات اخروی کے لیئے ہادی و رہبر ہے۔ اسی طرح اس دار فانی اور عالم دنیوی کے لیئے بھی ہر قسم کے معاملات میں معاشرتی ہوں یا تمدنی، حقوق خلق کے متعلق ہوں یا حقوق الٰہی کے۔ وہی ذات قدسی خدا کا پیغام ہدایت و رہبری فرمانے والا اور تعلیم دینے والا ہے۔ اور اُس کا قول اور اُسکا عمل ہدایت و رہبری کا نمونہ ہے۔

بس اس بنیاد اور اس اصول کے مطابق سرورِ عالم رسول کریم جس طرح دینی امور میں مخلوق الٰہی اور اُس امت کے پیشوا اور ہادی و رہبر بادشاہ و مالک ہیں اُسی طرح تمام امور دنیاوی میں بھی وہی ذات اقدس سب پر حاکم و امیر اور سلطان و شہنشاہ ہے۔ اُن کا حکم اُن کا قول و فعل خواہ دین کے متعلق ہو یا دنیا کے امور میں ہر طرح واجب التعمیل اور قابل تقلید ہے۔ اور جس طرح رسول مقبول دینی معاملات کو طے فرماتے تھے اُسی طرح دنیاوی امور میں بھی فیصلہ فرماتے اور حکم دیتے تھے۔ اور وہ سب احکام و مسائل اور نبی کی سیرت اور اقوال و افعال عین احکام دینی اور مسائل اسلامی سمجھے جاتے اور قرار پاتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اسی طرح بعد سرور عالم خلفائے رسول کریم بھی دونوں امور میں دینی ہوں یا دنیاوی۔ رسول کے جانشین مسلمانوں کے ہادی و رہبر اور امیر و حاکم سمجھے جاتے اور سمجھے گئے۔ اور جس طرح دینی امور میں ان کا حکم اور ان کا قول و فعل واجب العمل اور قابل تقلید سمجھا گیا۔ اسی طرح دنیاوی امور میں بھی مباشرتی ہوں یا معاشرتی ان کے حکم ان کے قول و فعل کو ان کے عمل کو اور ان کی سیرت و طریق کو عین دین اور سیرت نبی اور اصولِ مذہب و مسائل اسلامی سمجھا گیا۔ اور بیشک الناس علیٰ دین ملوکھم یا امیرھم کے بدیہی اور کھلے مسلمہ اصول کے مطابق امیرالمومنین خلیفہ رسول بانی اسلام کے جانشین کی سیرت کو، اُس کے عمل کو، اُس کے طور و طریق کو اور اُسکے قول و فعل کو یقینی اور فطرتی امر ہے کہ بانی اسلام کی سیرت اور اُس کا طور و طریق اور اُس کی سنت اور اُس کا فعل، دینی حکم اور اسلامی سیرت

اور مذہبی اصول سمجھ لیا جاوے۔

پس اُسی ہستی نے جو حسین منی وانا من الحسین کا مصداق ہے اور جو بانی اسلام کا جان وجگر، اُسکی سیرت پر چلنے والا اسلام کا شیدائی اور توحید کا فدائی اور اپنے زمانہ میں وہی اسلام کا نبض شناس ہے، نانا رسول عربی کی پیشین گوئی کے مطابق جب دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ اب کھلم کھلا علی الاعلان سیرت رسول، طریق نبوی، سنت الٰہی، احکام دینی اور اصول اسلامی میں تغیر و تبدیل اور رخنے ونقلے پڑنے لگا اور اسلام کے پاک وصاف دینی احکام واصول کے بیچ اور یزید و بنی امیہ کی بدکاریاں اور بدافعالیاں اور خلاف شریعت محمدی، اُن کی سیرت اور اُن کے طور وطریق بحیثیت خلیفہ رسول وامیر المومنین۔ احکام الٰہی اور سیرت رسول اور سنت نبی اصول اسلامی سمجھے جاکر حلال الٰہی حرام اور حرام الٰہی مباح حلال قرار پاکر اسلام کی فوقیت وبرتری اور صداقت وحقانیت کے ضائع ہونے کا وقت آگیا ہے۔ دیکھو حدیث نبوی اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ یعنی میری سنت اور طور وطریق کو بدلنے والا پہلا شخص جو ہوگا وہ بنی امیہ میں سے ہوگا۔ دوسری حدیث اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔ یعنی جو پہلے میرے دین اسلام میں رخنہ ڈالیگا وہ بنی امیہ سے یزید نامی ہوگا۔ (دیکھو سیرۃ محمدیہ - کنز العمال۔ صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۲ تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۲۰۸ عن ابی دردا۔

تو یزید جیسے فاسق وفاجر کی بیعت وخلافت سے انکار کرکے مصیبتیں جھیل کر، ظلم وتشدد اُٹھاکر، جان پر کھیل کر، خدا کے سچے دین کو، نانا کے پاک اسلام کو، یزید کی نجس وناپاک بیدینیوں اور بدبختیوں اور بنی امیہ کی بدکرداریوں اور بدافعالیوں کی تیز وتند آندھیوں سے بچاکر حق کو باطل سے جدا کرکے دکھلا دیا اور بتادیا کہ حقیقی اسلام کیا ہے اور پاک دین کیا ہے۔ اور نجس دنیا کیا ہے۔ اور ریا کہ حکومت وسلطنت کیا ہے۔ اور اس طرح پر نانا کے دین کو، خدا کے اسلام کو قیامت تک زندہ کرگیا۔ بقول ڈاکٹر سر اقبال ؎

زندہ حق از قوت شبیری است باطل آخر داغ حسرت میری است

کسی نے خوب کہا ہے تباہی میں سفینہ آچکا تھا اُمتِ جد کا یہ کشتی بحر خوں میں ڈوب کر شہ نے نکالی ہے

خاندان بنی امیہ یزید وامیر معاویہ کے حالات زندگی ان کے کیرکٹر وسیرت کے متعلق اور انکی قدیمی ونسلی دشمنی رسول وآل رسول کی بابت ہم انشاء اللہ حصہ دوم میں پوری تفصیل سے تاریخ واحادیث کے حوالجات کے ساتھ کافی بحث کرکے پوری روشنی ڈالیں گے۔ اور نیز آفتاب رسالت کے طلوع وعروج پر اس خاندان بنی امیہ کا مٹ جانا اور پھر آفتاب رسالت کے غروب ہوجانے کے بعد ہی کیونکر بنی امیہ کے عنصر نے پھر دوبارہ نشو ونما پایا۔ اور کیا کیا تبدیلیاں اور خرابیاں سنت رسول، احکام نبوی اور اصول اسلامی میں ہو چلی تھیں، تاریخ وسیر کے حوالہ سے اس پر بھی کچھ روشنی ڈالیں گے۔

بے شک دنیائے اسلام میں حسینؑ۔ اورہاں ہاں صرف حسینؑ ہی وہ پہلا شخص اور اوّل وجود ہے کہ جس نے اپنے نانا رسولؐ عربی بانی اسلام کے بعد حق کو باطل سے جدا کرنے اور اسلام کی روحانیت وصداقت اور برتری و فوقیت کے ظاہر کرنے کے لیئے کمرِ ہمت اس طرح باندھی اور ایسی صدائے احتجاج بلند فرمائی کہ مسلم و غیر مسلم کو بتا دیا اور دکھلا دیا کہ یزید ہو یا بنی امیہ کے خلفاء، اور کوئی امیر ہو یا حاکم امیر المومنین اور خلیفۂ رسولؐ کہلاوے یا بادشاہ اسلام جو بھی احکام محمدیؐ، سیرت نبوی اور شریعت اسلامی کے خلاف فسق و فجور، ظلم و جور، حرام و ناجائز کا مرتکب ہوگا اور ایسے افعال و اعمال کا عامل و عادی ہوگا کہ جو عقلاً یا نقلاً فطرتاً یا خلقاً ناجائز و مذموم ہیں اور جو حدود الٰہی کو توڑنے والے اور حقوق مخلوق میں دست اندازی کرنیوالے ہیں۔ یاد رکھو اور سمجھ لو کہ ایسے شخص نہ مسلمانوں کی امارت کے قابل نہ امیر المومنین کہلانے کے اہل نہ خلیفۂ رسول بننے کے حق دار۔ اور اُن کے اعمال و افعال کو نہ حکم اسلامی سمجھو اور نہ سیرت محمدیؐ جانو۔ اُنکو اور اُنکے اعمال کو نہ دین محمدیؐ سے کوئی تعلق نہ اسلام سے واسطہ۔

حسینؑ کو نہ دنیا کی لالچ ہے، نہ خلافت کی خواہش، نہ سلطنت کی آرزو ہے، نہ حکومت کی تمنا مطلب ہے تو صرف دین اور مقصد ہے تو فقط اسلام۔ اسی کے لیئے تکلیفیں سہیں اور اذیتیں اُٹھائیں۔ وطن چھوڑا گھر بار لُٹایا۔ کُنبہ کٹایا اور سر دیا۔ مگر اسلام کو بچا یا۔ بیشک جو کام حسینؑ نے کیا نہ عیسےٰؑ سے ہوا نہ بقراطؑ سے۔ اور نہ حسینؑ سے پہلے، نہ حسینؑ کے بعد۔ حسینؑ اپنی شانِ شہادت میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔

ایک جرمنی فلاسفر کی رائے حسینؑ کے متعلق

دیکھو! ڈاکٹر میسو ماربین جرمنی فلاسفر نے جو لیڈن کا مشہور اور نامور مؤرخ ہے سیاست اسلامی پر ایک مفصّل رسالہ تحریر کیا ہے۔ اور اپنے اس رسالہ میں شہادت حسینؑ کے فلسفہ پر ایک نہایت مبسوط اور بڑی محققانہ اور عالمانہ نظر ڈالی ہے جو اخبار حبل المتین کلکتہ ۱۳۲۸ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر موصوف حسینؑ کی صداقت و حقانیت کو مانتے ہوئے اور کل ارباب دیانت پر حسینؑ کی فوقیت و برتری تسلیم کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

ا۔ فقرہ نمبر ۳۳۔ "جو شخص اُس زمانہ کے حالات اور بنی امیہ کے طرز معاشرت اور تمام اسلامی گروہوں پر انکا غالب آجانا اور مسلمانوں کی سست اعتقادی۔ ان تمام باتوں سے واقفیت رکھتا ہے وہ بلا تامّل اس امر کی تصدیق کر سکتا ہے کہ حسین نے اپنی جان دیکر اپنے نانا کے دین اور اسلام کے قاعدوں کو زندہ کر دیا۔ اگر یہ واقعہ حقیقی نہ آتا اور مادہ بصیرت آنحضرتؐ کے شہید ہونے سے مسلمانوں میں پیدا نہ ہو گیا ہوتا تو ہرگز اسلام

ا؎ منقول از اخبار حبل المتین کلکتہ نمبر ۲۸ رضہ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ ہجری ۱۲

دین موجودہ حالت پر باقی نہ رہتا۔ اور چونکہ اسکا ابھی ابتدائی زمانہ تھا۔ اس لیئے یہ بات ممکن تھی کہ اسکی رسوم اور قوانین بالکل مفقود ہو جاتے۔"

پھر اس کے بعد آگے چل کر لکھتا ہے کہ "بہت بڑی دلیل اس بات پر کہ حسینؑ قتل گاہ تک گئے اور ہرگز اُن کا قصد سلطنت و ریاست حاصل کرنے کا نہ تھا۔ یہ ہے کہ حسینؑ اپنے اس علم و سیاست اور تجربہ سے جو انہیں اپنے پدر (بزرگوار) اور برادر (عالیمقدار) کے زمانہ سے بنی امیہ کے ساتھ جنگ و جدل کرنے کے متعلق حاصل تھا خوب جانتے تھے کہ بحالت نہ مہیا ہونے اپنے اسباب کے اور بسبب یزید کے اُس اقتدار و عظمت کے اُسکے ساتھ مقابلہ کسی طرح ممکن نہیں ہے۔"

فقرہ نمبر ۴۴۔ "دوسرے یہ کہ حسینؑ اپنے باپ کے مقتول ہونے کے بعد اپنے مقتول ہونے کی پیشین گوئی ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ اور جس وقت سے کہ مدینہ سے آپ نے حرکت کی صاف صاف باآواز بلند کہتے تھے کہ میں قتل ہونے کے لیئے جا رہا ہوں۔ اور یہی بات ورد زبان تھی کہ قتلگاہ کا راستہ میرے سامنے ہے۔

پھر اس کے آگے فقرہ ۳۹ میں لکھتے ہیں کہ "حسینؑ سے پہلے بھی بہت سے رؤسائے روحانی اور ارباب دیانت بحالتِ ظلم قتل کیئے گئے ہیں اور اُن کے قتل کے بعد بھی ریوولیوشن ہوا ہے اور اُن کے تابعین نے اُن کے دشمنوں پر تلوار کھینچی ہے۔ جس طرح بنی اسرائیل میں مکرر اتفاق ہوا ہے۔ اور حضرت یحییٰ کا قصہ تاریخی بڑے بڑے واقعات میں سے ایک بڑا واقعہ ہے اور اسی طرح جو سلوک یہود نے حضرت مسیحؑ سے کیا۔ اس زمانہ تک اسکی نظیر واقع نہ ہوئی تھی۔ مگر حسینؑ کے واقعہ نے تمام وقائع پر فوقیت پیدا کر لی۔ تاریخ سے کہیں ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ روحانیین اور ارباب دیانت میں سے کسی شخص نے بھی خیالات عالیۂ متاخرہ کی وجہ سے اپنی ذات کو اپنے علم و ارادہ سے قتل کرا دیا ہو یعنی ارباب دیانت سے جو شخص بھی قتل ہوا اُس کے دشمنوں نے غفلتہً اُس پر حملہ کر کے مظلومیت میں اُسے قتل کر دیا۔ اور موافق اُن کی مظلومیت کے روولیوشن بھی اُن کے بعد پیش آیا۔ مگر حسینؑ کا واقعہ عالمانہ اور حکیمانہ اور سیاستی حیثیت کا تھا۔ اور دنیا کی تاریخ میں اُس کی نظیر نہیں ہے۔ کتنے برس تک حسینؑ اپنے مقتول ہونے کا انتظام اور تہیا کرتے رہے اور نہایت بلند اور عالی مقصد اُن کے پیش نظر تھا۔ تاریخ میں کہیں پتہ نہیں ہے کہ کسی نے آئندہ زمانہ میں بھی اپنے دین کی ترویج کے لیے بعلم و قصد اپنی جان دی ہو۔ سوائے حسینؑ کے۔ جو مصیبتیں کہ حسینؑ نے اپنے نانا کے دین کے زندہ کرنے میں برداشت کیں گزشتہ ارباب دیانات پر فوق رکھتی ہیں۔ اور سابقین میں سے کسی پر وارد نہیں ہوئیں۔ اور بالفرض اگر کہا جائے کہ اور لوگوں نے بھی دین کے لیئے اور دین کی راہ میں جان

دی ہے۔ مگر فرزند حسینؑ کے طرز انداز پر ایسا نہیں ہوا حسینؑ نے اپنی جان شیریں دی۔ اپنے عزیز، فرزند، اپنے بھائی، اپنے بھانجے، اپنے دوست اقربا سب دیدیئے۔ مال دیا، عیال کی اسیری گوارا کی۔ اور یہ مصیبتیں ایک دفعہ ناگہاں اور نادانستہ واقع نہیں ہوئیں کہ مجموعی حیثیت سے ایک مصیبت کا کُل پر اطلاق ہوسکے بلکہ فاصلہ ہو ہو کر یکے بعد دیگرے یہ مصیبتیں پیش آئیں۔ اور وارد ہوئیں۔ دنیا کی تاریخ میں ایسے مصائب کا پے در پے ہجوم کرنا حسینؑ کے ساتھ خاص ہے۔

یہی سبب تھا کہ حسینؑ کے قتل ہوتے ہی او بان دردانگیز واقعات کے پیش آتے ہی۔ اور اُن کی عورتوں اور بیٹیوں کے اسیر ہوتے ہی بنی امیہ کے باطن کا حال طشت ازبام ہو گیا۔ اور اُن کے اعمال ناشائستہ کے قبائح عالم پر روشن ہو گئے۔ سیاسی احساس اور ریولیوشن کا مادہ مسلمانوں میں پیدا ہو گیا۔ اور سلطنت یزیدی اور بنی امیہ کے برخلاف ریولیوشن شروع ہو گیا۔ اور بنی امیہ کو مخرب اسلام جان کر اُن کی بدعتوں اور اختراعی امور کو رد کرنے لگے۔ اور انہیں ظالم وغاصب کہنے لگے۔ اور اس کے برعکس بنی ہاشم کو مظلوم اور مستحق ریاست جاننے لگے۔ اور حقیقی روحانیت اسلام ان میں سمجھی گئی۔ گویا مسلمانوں نے حیات تازہ اور نئی زندگی حاصل کی۔ اور اسلام کی روحانیت کے لیئے نئی رونق پیدا ہو گئی۔ اسلام کی ریاست روحانی جو دفعتہً زائل ہو گئی تھی اور مسلمان جو کہ اسلام کے جذبہ روحانیت کو فراموش کر بیٹھے تھے۔ ایک خاص روحانیت اور شان کے ساتھ اُسکی تجدید ہو گئی۔"

ایک اور دوسرے عالم جرمنی کی رائے[۱]

علاوہ ازیں ایک اور جرمنی عالم کی تحریر کو بھی ملاحظہ فرمایا جاوے جو کتاب کی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ اور اُس کے کچھ اقتباسات اخبار مشرق گورکھپور مورخہ ۲۴، نومبر ۱۹۱۲ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

اس قابل ولائق جرمنی نے بھی مسئلہ شہادت حسینؑ اور واقعہ کربلا پر نہایت محققانہ نظر ڈالی ہے۔ پہلے خود ایک سوال قائم کرتا ہے اور پھر خود ہی اُسکا مکمل جواب دیتا ہے۔ چنانچہ پہلا سوال اس جرمنی عالم نے یہ قائم کیا کہ کیا حسینؑ میدان کربلا میں ملک گیری اور حکمرانی کے لیئے لڑ رہے تھے؟

اس کے جواب میں تاریخی اور قومی کارناموں کے حوالہ سے دلچسپ بحث کر کے آخر میں لکھتا ہے۔

"اگر ہم بلاتعصب اُس زمانہ کے حالات اور واقعات پر نظر ڈالیں گے تو معلوم ہو جائیگا کہ اُس وقت دنیا پرست اور دولت پرست مسلمانوں میں حکومت کی بو آ گئی تھی۔ اور امام مظلوم کی ہستی ان کی نظروں میں کھٹک رہی تھی۔ وہ اپنے خیال میں سمجھتے تھے کہ ہماری کوششوں میں حریفانہ رکاوٹ ڈالنے والا حسینؑ ہے

---

[۱] منقول از اخبار مشرق گورکھپور مورخہ ۲۴، نومبر ۱۹۱۲ء

اگرچہ خود اس مقدس شخص نے کبھی اپنے فعل سے ایسا خیال کرنے کا موقع نہیں دیا۔ مگر جس طرح تاریکی کو روشنی سے خوف رہتا ہے اس طرح دنیا کے ظالموں اور غاصبوں کو مقدس اور معظم نفوس سے کھٹکا لگا رہتا ہے۔ افسوس ہے کہ اسی دھوکے میں بہت سے پاک خدا کے بندے ذبح کر ڈالے گئے۔ اسی دھوکے میں یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھایا تھا۔ اور اسی دھوکے میں حضرت زکریاؑ کو آرے پر کھینچا گیا تھا۔"

دوسرا سوال اُس نے یہ قائم کیا ہے کہ کیا حسینؑ اپنے دشمنوں سے ذاتی اغراض اور انتقام کے لیے لڑتے تھے؟ اس کے متعلق بھی اس جرمن مورخ نے نہایت دلچسپ اور فلسفیانہ بحث کی ہے۔ اور یہ لکھ کر کہ "اس قدسی نفس نے کبھی بنی ہاشم کے دشمنوں سے بدلہ لینے کی کوشش نہیں کی" آخر میں لکھتا ہے کہ:-

"حسینؑ صرف ایک عابد و زاہد ہی شخص نہ تھے بلکہ وہ امانتیں اور ذمہ داریاں بھی ان میں مستور تھیں جو عرب کے پیغمبر اعظم میں ودیعت کی گئی تھیں۔ جس طرح اُس اولوالعزم نبیؐ کو خیال تھا کہ مسلمان قبیلے اور کنبوں کے جھگڑوں سے دور رہیں۔ اسی طرح آپ کے نواسوں میں بھی اس بات کا احساس تھا۔ اور یہ ذمہ داری اس امر نہایت درجہ ثابت ہوتی ہے کہ میدان کربلا میں امام مظلوم نے تمام تدبیروں سے تھک کر یہ ظاہر کرنا شروع کیا کہ لوگو! یاد کرو میں کون ہوں اور کس کا بیٹا ہوں اور کس کا نواسہ ہوں۔ اور نہ صرف اُس حسب و نسب کا ذکر کیا۔ بلکہ اپنے علم و فضل اور آخرت کے اسرار بھی بیان فرمائے۔ اور کیا اس سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ امام مظلوم کو اپنی ذمہ داری کا پورا لحاظ تھا۔"

پھر تیسرا سوال نہایت معنی خیز یہ قائم کرتا ہے کہ کیا حسینؑ کسی عنوان شائستہ سے اس خوں ریز جنگ کو ادھر اُدھر ٹال سکتے تھے؟

"یورپ کے بعض اہلِ قلم مظلوم امام پر ناتجربہ کاری اور بلا وجہ خونریزی کا الزام لگاتے ہیں اور اس الزام دہی میں یہاں تک بڑھ گئے ہیں کہ بلا خوف تردید تمام واقعہ کا ذمہ دار امام معظم کو ٹھہرایا ہے۔ بلکہ یہاں تک آزادی سے کام لیکر لکھ گئے ہیں کہ امام مظلوم بغیر لڑے ہوئے یزید کے پاس چلے جاتے تو تمام شر و فساد رفع ہو جاتا۔"

اس اعتراض و سوال کا جواب بھی لائق مورخ مذکور نے بڑی قابلیت سے رد فرمایا ہے۔ لکھتا ہے کہ:-

"قوم عرب کے خصائل و عادات تمام دنیا سے نرالے تھے۔ وہ لوگ اپنے ایام جاہلیت میں بھی اپنی مہمان نوازی، حمیت و غیرت میں مشہور تھے۔ قوم عرب اس درجہ غیور تھی کہ وہ کسی حالت میں اپنے قبیلہ اور اپنے خاندان کی روایات اور حکایات کو ترک کرنا نہیں چاہتی تھی۔ وہاں کے ایک شاعر کا قصہ یوں کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ کسی جنگل میں ڈاکوؤں میں گھر گیا تھا اور جب وہ اپنی جان بچا کر بھاگنا چاہتا تھا۔ کہ ڈاکوؤں میں سے ایک نے بلند آواز سے پکار کر ایک شعر پڑھا جس میں اُس نے اس خیال کو نظم کیا تھا کہ میدان میں دشمن سے لڑنا ہمارے

لڑکوں کا کھیل ہے۔ اور مرنا یا مارنا ہماری بازی کا پہلا قدم ہے۔ جب اُس شاعر نے یہ سُنا تو وہ پلٹ پڑا اور اُس نے لڑ کر اپنی جان دیدی۔ اسی طرح کے بہت سے واقعات ہوئے ہیں۔ ایسی غیور اور بہادر قوم کے افضل ترین قبیلے سے کیا ہم امید کر سکتے ہیں کہ وہ میدان کارزار سے محض جان بچانے کے لیئے بھاگ کھڑا ہوگا۔ کبھی نہیں اور ہرگز نہیں"۔

(دیکھو امام حسینؑ کے اشعار رجز جو تنہائی کے عالم میں، بھوک پیاس کی شدت اور زخموں سے چور ہو کر دشمنوں سے جنگ کرتے ہوئے فرماتے تھے ؎ الموت اولیٰ من قبول العار ٭ والعار اولیٰ من دخول النار۔ مرجانا ذلت و عار قبول کرنے سے بہتر ہے۔ مگر حق و صداقت کے مقابلہ میں جھوٹ اور ضلالت کو چھوڑ دینا ذلت و عار نہیں۔ حق و صداقت کے آگے سر جھکا دینا جہنم میں داخل ہونے سے بدرجہا بہتر ہے۔ مؤلف)

پھر اس کے آگے مورخ جرمنی مذکور لکھتا ہے کہ "حسینؑ نے چاہا کہ مخالفین انہیں یزید تک لے چلیں تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔ لیکن یزیدیوں نے اصرار کیا کہ بغیر یزید کے نام پر بیعت کیئے ہوئے آپکا ایک قدم بھی ہم لوگ اُسکی جانب نہ بڑھنے دیں گے"۔ (یزید و ابن زیاد کا حکم ایسا ہی تھا جو ابن زیاد کے خط موسومہ عمر ابن سعد میں درج ہے جس کو ہم نے دوسری جگہ درج کیا ہے۔ مؤلف) اس لیئے آپ نے مجبور ہو کر رفقاء کو سمجھایا کہ تم لوگ چلے جاؤ میں اکیلے ان لوگوں سے نبٹ لونگا۔ ہاں جیسی غیور اور باحمیت لوگوں سے امید ہو سکتی ہے ویسے ہی ظہور ہوا۔ کہ کسی نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہیں کیا۔ حتیٰ کہ عورتوں نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑنا منظور نہیں کیا۔ یہ بات اصول حق پرستی کی آگئی ہے۔ امام مظلوم دیکھ رہے ہیں کہ ایک دنیا امارت و حکومت کی پرستش میں خدائے دائم کی بادشاہت کو اپنے جور اور ظلم سے تباہ کرنے کی فکر میں ہے۔ اور حق و ناحق کی فتح یا شرمندگی کی گھڑی آپہنچی ہے۔ امام مظلوم سمجھ رہے ہیں کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو حق کے لیئے آگ میں جانا پڑا اور حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھنا پڑا اسی طرح مجھے بھی جان دینا ہے۔ لہذا اُنہوں نے ٹھان لی کہ میں اپنے خون سے اسلام کی کھیتی کو سینچونگا۔ بہرحال حسینؑ نے کوئی دقیقہ اس شر و فساد کے روکنے کے لیئے اُٹھا نہیں رکھا۔ اگر اُنہوں نے بیعت کرلی ہوتی تو خاندان رسالت ہمیشہ کے لیئے ذلیل ہو جاتا اور بنی ہاشم کی بزرگی خاک میں مل جاتی۔ اگر مظلوم امام نے یزیدیوں کو اپنا ساتھی مان لیا ہوتا تو پھر اسلام کا ساتھی کوئی نہ رہتا۔ یعنی تکمیل رسالت عرب کے پیغمبر اعظم پر ہوئی اور تکمیل جانبازی امام مقدس کی ذات پر ختم ہوئی"۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ کیا حسینؑ اپنی جماعت کو لڑنے سے نہیں روک سکتے تھے؟

اس کے جواب میں صرف یہ کہنا ہے کہ اُن کی جماعت بہت تھوڑی تھی۔ وہ کسی حال میں اپنے امام کو نہ چھوڑ سکتی

تھی خود اُنہی کے خاندان کے زیادہ تر لوگ تھے جو پہلے سے ہی دشمنوں کی نظر میں کھٹک رہے تھے۔ یہاں تک کہ بعض چھوٹے بچوں کو بھی دشمنوں نے نما کیا۔ ایک فرد کو بھی زندہ رکھنا نہیں چاہتے تھے۔''

دیکھیئے ہے حتیٰ کہ امام زین العابدینؑ کو بھی بعد قتل و شہادت امام حسینؑ جب خیموں کو لوٹنے لئے اور شمر ملعون نے امام زین العابدینؑ کو بھی قتل کرنا چاہا تو حمید ابن مسلم نے یہ کہکر کہ سبحان اللہ اتقتل الصبیان وکان مریضاً تو ایسے لڑکے کو بھی قتل کیئے ڈالتا ہے جو بیمار ہے۔ حضرتؑ کو بچایا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۸۰۔ نیز شمر کا یہ ارادہ بھی یزید کی تعمیل حکم میں ہی ہے۔ دیکھو یزید کا خط عبداللہ ابن زیاد کے نام کہ جب اُس کو بصرہ اور کوفہ کا حاکم بنا کر حضرت مسلم کے قتل کرنے کی ہدایات کر کے بصرہ سے کوفہ کو بھیجا گیا تھا اُس خط میں یزید نے عبداللہ ابن زیاد کو لکھا ہے۔ اما بعد فقد بلغنی ان اھل الکوفۃ اجتمعوا علی البیعۃ للحسین فقد کتبت الیک کتابا فاعمل علیہ۔ فانی لا اجد سھماً ارمی بہ عدوی اجری منک فاذا قرأت کتابی ھذا فارحل من وقتک وساعتک وایاک والتوانی واجتھد ولا تبق من نسل علی بن ابیطالب واحداً واطلب مسلم ابن عقیل طلب الخرزۃ واقتلہ وابعث الی براسہ والسلام۔ دیکھو مقتل ابومخنف جو لشکر یزید کا نامہ نگار اور اُس عہد میں موجود تھا۔ ترجمہ یعنی مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل کوفہ حسینؑ کی بیعت پر جمع ہو گئے ہیں۔ پس میں نے جو حکم تم کو بھیجا ہے اُس کی تعمیل کرو۔ میں اپنے دشمن کے مارنے کے لیئے تم سے زیادہ تیز چلنے والا تیر نہیں پاتا۔ پس اسی وقت فوراً روانہ ہو جاؤ۔ دیکھو تامل اور کاہلی نہ کرنا۔ کوشش کرو کہ نسل علی ابن ابیطالب میں سے کوئی فرد دنیا میں باقی نہ رہے مسلم کو پکڑو اور قتل کرکے مسلم کا سر میرے پاس بھیجدو)

اس کے بعد یہ جرمن مورخ پانچواں سوال لکھتا ہے جو تمام کتاب کی جان ہے۔ پوچھتا ہے کہ کیا حسینؑ کی لڑائی خدا کے لئے تھی ؟

اس کے جواب میں لکھتا ہے کہ ''میں اس کا جواب پوری طرح نہیں دے سکتا۔ میں بس اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ واقعۂ شہادت اسلام کی تاریخ میں نہ ہوتا تو غیر مسلم دنیا کو اسلام کی تاریخ اور اسلام کی حقانیت سے دلچسپی نہ ہوتی۔

ایک شخص یکہ و تنہا بالو کے چٹیل میدان میں کھڑا ہے۔ تھوڑے سے رفقا اُس کے ساتھ ہیں۔ زمین و آسمان تک اس وقت کسی آنے والے طوفان کے لیئے ساکت ہیں۔ اور تمام انسانی ہمدردی کی اعانت کا چشمہ بند ہے۔ ایک انسان اور محض انسان ایسی حالت میں بہت آسانی سے ایک ذراسی بات مان لینے سے اپنی جان بچا سکتا ہے لیکن وہ دنیا کی ناپائدار زندگی کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ اس میدان میں مرجانے کو حیات جاوید سے بہتر جانتا ہے۔ اس کے آگے خدا کا وہ کلام پیش پیش ہے جس میں خدائے برتر فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری

میں مارے جاتے ہیں وہ مرتے نہیں ہیں اور وہ زندہ رہتے ہیں۔ یعنی اُن کی زندگی ایک دوسری شکل میں بدل جاتی ہے۔ اس ربانی کلام پر دل و جان سے یقین کامل کرکے خدا کا مظلوم اور مجبور بندہ سرِ نیاز خم کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میرے مخالفین زیادہ سے زیادہ میری جان طلب کر لیں گے اور مجھ سے اپنے خیال کے موافق بیعت لینا چاہیں گے لیکن یہ جنگ کثرت افواج کی نہیں ہے۔ بلکہ اصول اور حق کی ہے۔ ایسی حالت میں وہ شخص سمجھتا ہے کہ حق پرستی اور عزت اور حمیت کا تقاضا صرف یہی نہیں ہے کہ زبان سے اُس کا دعوےٰ کیا جائے بلکہ قول کو فعل میں بدلنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے بغیر دنیاوی طمع کے یہ شخص تسلیم و رضا کی راہ میں اپنی جان نذر کرتا ہے۔ تاکہ خدا کا کلام سچا ہو۔ اور اُس کی مخلوق کے درمیان سے سچائی اور روشنی نہ مٹنے پاوے"۔

پھر نہایت جوش کے ساتھ لکھتا ہے کہ "حسینؑ اگر چاہتے تو یزید کی ماتحتی میں رہ کر کسی بڑی جگہ کے گورنر بنجاتے۔ لیکن اُنہیں دنیا کی حکومت سے سخت نفرت تھی۔ جو روحانی حکومت اور سلسلۂ باطنی معرفت کا ان بزرگوں کے دم سے قائم تھا۔ اُس کی بلندی نے دنیا کی حکومت کو ہیچ کر دیا تھا۔ اس وجہ سے یزید کی بیعت کرنا کسی حال میں گوارا نہ کیا۔ اگر حسینؑ اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کو فنا کر کے اُس زمانہ کی دنیا پرستی میں آجاتے تو یقیناً دنیاوی لحاظ سے انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچتی لیکن جو شخص دنیا کی حقیقت سے واقف ہو اور خدا کی حکمت اور قدرت کا قائل ہو وہ کبھی دنیا کی عارضی زندگی کو عقبےٰ کی لازوال نعمت پر ترجیح نہیں دے سکتا"۔

ملک عرب کی تاریکی کا زمانہ اور آفتاب رسالت کا طلوع

تاریخ بتاتی ہے کہ اب سے چودہ برس پہلے جبکہ عالم میں کفر و شرک کی تاریکی چھائی ہوئی تھی، جہالت و ضلالت نے دنیا کو گھیرا ہوا تھا۔ شرک و الحاد کی آندھیاں چل رہی تھیں دنیا عیش پرستی میں غفلت کی نیند سو رہی تھی۔ توحید کا نام مٹ چکا تھا۔ احکام الٰہی مندرس ہو چکے تھے۔ زمانہ میں ہر قسم کی بداخلاقیاں، بُرائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ظلم و جور کے بازار گرم تھے۔ قتل و غارت، لوٹ مار دنیا کا پسندیدہ اور چاہیتا کام تھا، زناکاری و بدکاری موجب فخر و مباہات سمجھی جاتی تھی۔ ایک دوسرے کو اپنی نفسانی خواہشوں اور عیش پرستی کے لیے کھنا کر رہا تھا۔ نہ خدا کو پہچانتے تھے، نہ اُس کے احکام کو جانتے تھے۔ ملکِ عرب سب سے زیادہ شرک و کفر، قتل و غارت، اور ہر قسم کی بدکاریوں اور بدافعالیوں اور جملہ جرائم و تمام بُرائیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔

شراب خوریاں ان کی گھٹی میں تھی، عشق بازی و زناکاری ان کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ لڑکیوں کو زندہ دبا دینا ان کا کھیل تھا۔ جھگڑا فساد ان کی دل لگی تھی۔ غرض

چلن اُن کے جتنے تھے سب وحشیانہ | ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا سارا زمانہ | نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے | درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

کہ غیرت الٰہی کو حرکت ہوئی۔ رحمت الٰہی جوش میں آئی۔ نور محمدی، آفتاب رسالت فاران کی چوٹیوں پر چمکا۔ اور اپنی نورانی اور ہدایت کی شعاعوں سے دنیا کو روشن اور منور کر دیا۔ کفر و ضلالت کی تاریکی کے بادل پھٹ گئے۔ اور دنیا نور محمدی سے جگمگا اُٹھی۔ غار حرا سے رحمت کا بادل اُٹھا مکہ پر برسا اور دنیا کو سرسبز و شاداب کر گیا۔

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت | بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت | چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا | دعائے خلیل اور نوید مسیحا
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا | مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا | وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوا | یتیموں کا والی غلاموں کا مولا
خطا کار سے درگزر کرنے والا | معائب کا زیر و زبر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا | قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا | اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا (مسدس حالی مرحوم)

مصیبتیں جھیلیں تکلیفیں اُٹھائیں، اور ما اوذی نبیٌّ مثلی فرمایا۔ مگر ہمت کو نہ ہارا بمصداق کلام ربانی و آیۂ قرآنی ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (سورۂ جمعہ) یعنی وہ اللہ تعالےٰ وہ ذات پاک ہے جس نے ان مکے والے جاہلوں میں، اُن میں سے ہی ایک ایسا اپنا رسول بنا کر بھیجا جس نے خدا کی آیات کو اُن پر پڑھا، اور اُن کو جہالت وضلالت سے پاک کیا۔ اور کتاب وحکمت اُن کو سکھلائی۔ درانحالیکہ وہ اس سے پہلے کھلم کھلا ضلالت یعنی گمراہی وجہالت میں پڑے ہوئے تھے۔

پس وہ توحید کا متوالا اور ہمت کا دھنی اُٹھا اور تبلیغ فرمائی۔ توحید الٰہی کا پیغام پہنچایا اور سوتی دنیا کو جگایا۔ علم و حکمت کے دریا بہائے اور شریعت کے احکام سکھائے۔ توحید کے جام پلائے اور عرفان کے سبق پڑھائے۔ نجات کے راستے دکھلائے۔ کفر و شرک کی بستیاں اُجاڑیں۔ ظلم وجور کی بنیادیں اُکھاڑیں۔ توحید کے ڈنکے بجائے۔ اسلام کے جھنڈے گاڑے اور تکبیر کے نعروں سے دنیا گونج اُٹھی۔ عبد و معبود کے تعلقات

بتائے۔ اورعبادت وطاعت کے طریقے سکھلائے۔ محبت والفت کے رشتے جوڑے اور رحم وانصاف کے درس دیئے۔ مروت وہمدردی کے فوائد سمجھائے۔ خلق واحسان کے سبق پڑھائے۔ انما بعثت لاتم مکارم الاخلاق (حدیث نبوی۔ یعنی میں صرف اس لیئے مبعوث ہوا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں) کی تعمیل میں تہذیب نفس اور اخلاق حسنہ کی تعلیم وتکمیل فرمائی۔ اور اُن جنگلی وحشی ننگے اورجاہل عربوں کو جو دنیا میں سب سے گری ہوئی اور حقیر وذلیل قوم سمجھے جاتے تھے اور لٹیرے ڈاکو سمجھے جاتے تھے۔ انسان کامل بناکر تہذیب کا چشمہ، اخلاق کا منبع اور آسمان ترقی کا تارا بنا دیا۔ یہ اسی نبی اُمّی (روحی لہ الفدا) کا چشمۂ فیض تھا۔ اُسی کی تعلیم وتربیت کا کرشمہ تھا کہ توحید کے جام پیکر چشمۂ علم سے سیراب ہوکر تربیت محمدیؐ سے فیض پاکر انہی جنگلی عربوں نے حبش ویمن کے تختوں کو اُلٹا۔ قیصر وکسریٰ کے تاجوں کو ٹھکرایا۔ کیخسرو کی ماں ملکۂ ایران کو حسرت کے آنسو رلائے ؎ زشیر شتر خوردن وسوسمار؛ عرب رابجائے رسید است کار؛ کہ تاج کیاں راکند آرزو؛ تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو۔

یہ اُسی نور محمدیؐ کا جلوہ تھا۔ یہ اُسی کے دین اسلام کا جوش تھا کہ ؎

روما کے دھوئیں اڑائے جسنے؛ اٹلی کو کوئیں جھنکائے جسنے؛ اسکی ہی سنانِ تیز چل کر؛ ٹھیری تھی فرانس کے جگر پہ
اسکے ہی علوم کے ستارے؛ چمکے بصد آب وتاب سارے؛ یونان کا فلسفہ مٹایا؛ توحید کا فلسفہ پڑھایا
یورپ کو بس آدمی بنایا؛ تہذیب کا پھر سبق سکھایا۔

غرضکہ تیئیس۲۳ سال میں احکام الٰہی اور قوانین اسلامی کو مکمل بناکر الیوم اکملت لکم دینکم ورضیت لکم الاسلام دینا کا پیغام پہنچاکر توحید الٰہی اور دین اسلام کو قیامت تک کے لیئے کامل واکمل فرماکر وہ ختمی مرتبت ارواحنا لہ الفدا دنیا سے تشریف لے گیا۔

پس جبکہ رسول دنیا سے تشریف لیجا چکے۔ اور خلافت راشدہ کا عہد بھی علیؓ کے بعد ختم ہوچکا تو وہی سچے اسلام کا لہلہاتا باغ توحید کا سرسبز وشاداب چمن باد مخالف کے گرم جھونکوں سے مرجھانے اور حقیقی اسلام کی صداقت وحقانیت کا آفتاب دنیا پرستی اور ہوا وہوس نفسانی کی تند آندھیوں سے لب بام ہوکر جھلملانے اورغروب ہونے لگا۔ اور شریعت محمدیؐ ودین اسلامی کے احکام تبدیل ہونے لگے۔ اور طریقۂ نبوی ملیامیٹ ہونا شروع ہوا۔ سنتِ رسولؐ میں تغیر اور دین اسلام میں رخنے پڑنے لگے۔ تعظیم وتوقیر رسولؐ شرک سمجھی جانے لگی۔ توہینِ نبیؐ کی بنیاد پڑنے لگی۔ نماز کی صورتیں بدلنے لگیں۔ ارکان حج میں تغیر شروع ہوا۔ حریت اسلامی مٹنے لگی۔ نیک، صالح، نماز گزار مسلمان اور اصحاب رسولؐ کے خون سلطنت اور خلافت، ناجائز حکومت حاصل کرنے کے لئے بہائے جانے اور مباح وجائز قرار پانے

گے۔ مخبر صادق رسولِ عربی کی پیشین گوئیاں اوّل من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ اور اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید (جو درج کی جا چکی ہیں) صحیح ثابت ہونی شروع ہوئیں۔ اسلامی و غیر اسلامی تاریخیں، سیر و حدیث کی کتابیں اس زمانہ کے ان حالات اور واقعات پر بخوبی روشنی ڈال رہی ہیں۔ ہم یہاں صرف دو چار واقعات کو اپنی تصدیق کے لیے بطور مشتے نمونہ از خروارے درج کرتے ہیں کہ جس سے ہمارے ناظرین کو اس امر کا پتہ چل جاوے گا کہ اُس زمانہ میں اصلی و حقیقی اسلام اور سچے اور صحیح احکام الٰہی و دین محمدی کیا تھے اور اُن میں کیا کیا ناجائز تغیرات اور تبدیلیاں ہو گئی تھیں۔ اور اسلام پر کیا مصیبت کا وقت آ گیا تھا اور آ رہا تھا۔

ملاحظہ ہو کتاب کنز العمال ملا محمد متقی جلد ۴ صفحہ ۲۱ (ملک النجاۃ صفحہ ۱۴۴)

عن عبد الله بن ابی بکر ان معاویه صلی بالمدینة للناس العتمة فلم یقرأ بسم الله الرحمٰن الرحیم ولم یکبر بعض هٰذا التکبیر الذی یکبر لنا فلما انصرف ناداه من سمع ذٰلک من المهاجرین والانصار وقالوا یا معاویه اسرقت الصلوٰة ام نسیت این بسم الله الرحمٰن الرحیم والله اکبر حین تهوی ساجدا فلم یعد معاویه لذٰلک بعد۔

عبد اللہ بیان کرتا ہے کہ مدینہ میں امیر معاویہ نے لوگوں کو نماز عشاء باجماعت پڑھائی تو نہ بسم اللہ پڑھی اور نہ بعض تکبیرات کہیں۔ پس جب نماز سے فارغ ہو گئے تو جماعت مہاجرین و انصار نے معاویہ سے کہا کہ کیا تم نے نماز میں چوری کر لی ہے یا بھول گئے؟ اور بسم اللہ اور سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیریں کہاں گم ہو گئیں۔ پس پھر معاویہ نے اُس نماز کا اعادہ بھی نہیں کیا۔ انتہیٰ

اس کے ساتھ ہی صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷ (شرح احمد قسطلانی) اور صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۶۹ (شرح نووی) سے مندرجہ ذیل روایات کو ملاحظہ فرمایا جاوے۔

قال حدثنا خالد عن الجریری عن ابی العلاء عن مطرف عن عمران بن حصین قال صلی مع علی رض بالبصرة فقال ذکرنا هٰذا الرجل صلوٰة کنا نصلیها مع رسول الله ص فذکر انه کان یکبر کلما رفع وکلما وضع۔

یعنی خالد جریری سے اور جریری ابی العلاء سے اور وہ مطرف اور وہ عمران ابن حصین کی زبانی روایت کرتا ہے کہ عمران بن حصین نے بیان کیا کہ علیؑ کے ساتھ بصرہ میں (بعد واقعہ جمل) نماز پڑھی اور پڑھنے کی بعد کہا کہ آج اس شخص نے ہم کو وہ نماز یاد دلائی جو ہم رسول اللہؐ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ پھر ذکر کیا کہ علیؑ جب سجدہ سے اُٹھتے تھے اور جب سجدہ میں جاتے تھے تو تکبیر کہتے تھے۔

صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۱۶۹ میں ہے :-

عن غیلان ابن جریر عن مطرف قال صلیت انا وعمران بن حصین خلف علی ابن ابیطالبؑ فکان اذاسجد کبر واذا رفع راسه کبر واذا نهض من الرکعتین کبر فلما انصرفنا من الصلوٰۃ قال اخذ عمران بیدی ثم قال لقد صلی بنا هٰذ الصلوٰۃ محمد اوقال قد ذکرنی هٰذ اصلوٰۃ محمدؐ۔

غیلان ابن جریر نے مطرف سے روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اور عمران ابن حصین نے علیؑ ابن ابیطالب کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس جب علیؑ سجدہ کرتے تھے تو تکبیر کہتے تھے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو بھی تکبیر کہتے تھے اور جب دو رکعتوں کے بعد اٹھتے تو تکبیر کہتے تھے پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تحقیق اس نے ہمکو محمدؐ کی نماز پڑھائی ہے۔ تحقیق اسنے ہمکو محمدؐ کی نماز یاد دلائی ہے۔

بس اب ناظرین خود ہی غور فرما کر فیصلہ فرمالیں کہ رسولؐ کی نماز کیا تھی۔ اسلام کی صلوٰۃ کونسی تھی اور کیوں لوگ اور اصحاب رسول کہتے تھے کہ آج ہم کو علیؑ کے ساتھ نماز پڑھ کر رسول اللہ کی نماز یاد آ گئی ہے؟ اور کیوں امیر معاویہ کو نماز میں چوری اور کمی کرنے کا الزام دیتے ہیں۔

عرفہ کے روز حج میں تلبیہ کہنا لبیک اللّٰھم لبیک لا شریك لك لبیك الخ ضروری اور لازمی رکن حج شعائر حج میں سے ہے۔ رسولؐ کریم اور اصحاب کبار برابر فرماتے اور کہتے چلے آئے۔ مگر دیکھو کنز العمال اور سنن بیہقی۔ اس رکن حج کو امیر معاویہ ترک کرتے ہیں اور لوگوں کو تلبیہ سے منع کیا جاتا ہے۔

عن سعید کان ابن عباس بعرفه فقال یا سعید مالی لا اسمع الناس یلبون فقلت یخافون معاویة فخرج ابن عباس من فسطاطه فقال لبیك اللّٰھم لبیك وان رغم انفه اللّٰھم العنهم فقد ترکوا السنة من بغض علیؑ۔

حضرت ابن عباس نے سعید سے عرفہ کے روز پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ میں لوگوں سے تلبیہ کی آواز نہیں سنتا ہوں میں نے کہا کہ لوگ معاویہ سے ڈرتے ہیں۔ یہ سنکر ابن عباس اپنے خیمہ سے نکلے اور پکارا لبیک اللّٰھم لبیک اور کہا اگرچہ علے رغم معاویہ ہو۔ تحقیق ان لوگوں نے علیؑ کی عداوت سے اس سنت کو ترک کر دیا ہے۔

اسی طرح تین روایتیں ابن عباس کی کنز العمال میں درج ہیں کہ جن میں ابن عباس نے فرمایا ہے کہ خدا لعنت کرے فلاں پر کہ عرفہ کے روز تلبیہ کہنے سے اس لئے منع کرتے ہیں کہ علیؑ عرفہ کے روز تلبیہ فرمایا کرتے تھے۔ (ابن جریر)

خلاف حکم خدا و شریعت رسولؐ سونے چاندی کے برتن زیادہ وزن کے ساتھ فروخت کئے جاتے ہیں اور ابودرداؓ صحابی رسولؐ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ایسی بیع سے منع فرمایا ہے۔ یہ ناجائز ہے۔ سود ہو جاتا ہے مگر امیر معاویہ جواب دیتے ہیں کہ ہماری رائے میں کچھ حرج نہیں۔ (ازالۃ الخفاء۔ موطا۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ہ۔ نصائح کافیہ صفحہ ۹۰۔ دراسات اللبیب صفحہ ۶۳-۶۴۔ قاضی ملا معین الدین لاہوری محدث)

امیر معاویہ کے دربار میں ایک یہودی رسول اللہ کی توہین کرتا ہے اور کہتا ہے کہ (معاذ اللہ) رسول نے ابن اشرف کے ساتھ دغا کی۔ امیر معاویہ سنتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے۔ محمد بن مسلمہ انصاری کھڑے ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے معاویہ تیرے روبرو رسول اللہ کی توہین کی جا رہی ہے۔ دغا کا الزام لگایا جاتا ہے اور تو سن رہا ہے (نصائح کافیہ صفحہ ۹۰۔ از صارم مسلول ابن تیمیہ۔ منقول از اصلاح نمبرا جلد ۱۴)

مصریوں کا وفد شام میں آتا ہے اور معاویہ کے روبرو دربار میں پیش ہوتا ہے۔ ابوالخیار اسرار وفد امیر معاویہ کو السلام علیک یارسول اللہ کے خطاب سے سلام کرتا ہے۔ امیر معاویہ منع نہیں کرتے تفصیل کے لئے دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۵۔ اور نصائح کافیہ صفحہ ۹۴۔

غرضیکہ حضرت امام حسن ع کی شہادت زہر سے اور حضرت ام المومنین عائشہ کا دردناک واقعہ اور حیاسوز سلوک۔ عمر ابن حمق و حجر ابن عدی جیسے بزرگوار، نیک و صالح، نماز گزار اصحاب رسول اور بے گناہ مسلمانوں کا قتل و شہادت۔ خلاف شریعت محمدی زیاد ابن ابیہ کو ابوسفیان کا بیٹا بنانا اور یزید جیسے نااہل و نا قابل شرابی کبابی بیٹے کو جو واقعی ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ کا پورا مصداق تھا اپنا ولیعہد، خلیفہ رسول، اور مسلمانوں کا امیر قرار دینا وغیرہ وغیرہ اس زمانہ کے سب حالات تاریخوں اور حدیث و سیر کی کتابوں میں مفصل موجود ہیں۔ جن کو ہم انشاء اللہ حصہ دوم میں کچھ تفصیل سے بیان کریں گے۔ یہاں صرف حسن بصری جیسے جلیل القدر مستند عالم کے قول مندرجہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۵، و ابوالفدا جلد ۱ صفحہ ۱۹۶ کو بیان کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔

قال اربع خصال کن فی معاویۃ لو لم تکن فیہ الا واحدۃ فکانت موبقۃ۔ انتزاءہ علی ھذہ الامۃ بالسیف حتیٰ اخذ الامر من غیر مشورۃ وفیھم بقایا الصحابۃ وذوالفضیلۃ۔ واستخلافہ بعدہ ابنہ سکیرا خمیرا یلبس الحریر ویضرب الطنابیر۔ و ادعاء زیادا وقد قال رسول اللہ ص الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ وقتلہ حجرا واصحاب حجر۔ فیاویلا لہ من حجر ویا ویلا لہ من حجر واصحاب حجر۔	امیر معاویہ میں چار خصلتیں ایسی تھیں کہ اگر ایک بھی ہو تو وہی انکے لئے کافی ہے…… اول اس امت پر انہنے تلوار کھینچی۔ یہاں تک کہ بغیر مشورہ کے خلافت کو لیا درانحالیکہ اس وقت اصحاب رسول ص جو اس سے افضل تھے باقی اور موجود تھے۔ دوسرے اپنے بعد اپنے بیٹے کو جو سکیر و خمیر بھنگی، چرسی، شرابخوار، نشہ باز تھا اور خلاف شریعت محمدی ریشم پہنتا اور طنبور بجایا کرتا تھا مسلمانوں کا خلیفہ بنایا۔ تیسرے زیاد کو اپنا بھائی

ابوسفیان کا بیٹا قرار دیا۔ حالانکہ رسول اللہ ص نے فرمایا ہے کہ بیٹا وہی ہو سکتا ہے جو بیاہتا بی بی سے پیدا ہو اور زناکار کی سزا سنگساری ہے۔ (اسکے متعلق ابن اثیر نے بھی جلد ۳ صفحہ ۲۲۵ میں درج کیا ہے کہ فاستلحقہ معاویۃ وکان استلحاقہ اول ماردت بہ احکام الشریعۃ علانیۃ۔ یعنی

امیر معاویہ نے زیاد کو اپنے نسب میں شامل کیا۔ (ابو سفیان کا بیٹا قرار دیا) اور یہ فعل معاویہ کا زیاد کو ابو سفیان کا بیٹا قرار دینا اوّل امر ہے کہ جس نے احکام شریعت کو خلاف ارشاد رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم الولد للفراش وللعاھر الحجر کھلم کھلا رد کیا ہے۔) چوتھے حجر اور اصحاب حجر کا قتل۔ اور مکرر کہا کہ ویل ہو اسکے لئے حجر اور اصحاب حجر کی طرف سے۔ نیز تاریخ طبری صفحہ ۱۴۶ میں بھی یہ ہی مضمون ہے۔

پس انہی ضلالتوں اور انہی حکومتوں اور بد عنوانیوں کا یہ اثر اور نتیجہ تھا کہ اصحاب رسول ابو درداء اور انس بن مالک روتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ اسلام محمدیؐ میں سے کوئی شے اور کوئی امر اب باقی نہیں رہا سوائے نماز کے سو وہ بھی ضائع ہو رہی ہے اور زمانہ محمدیؐ کے موافق نہیں ہے۔ دیکھو علامہ ابن القیم اغاثہ اللحفان صفحہ ۱۰۰ میں لکھتے ہیں۔ ایک روز ابو درداء غضبناک، غصہ میں بھرے گھر میں آئے۔ ہم نے سبب دریافت کیا تو کہا کہ ہم ان لوگوں میں اب کوئی امر بھی محمدؐ کا نہیں پاتے۔ سوائے اس کے کہ نماز جماعت سے پڑھ لیتے ہیں۔ امام مالک نے روایت کی ہے کہ جو باتیں ہم پہلے پاتے تھے اُن میں سے ایک بات بھی اب ہم نہیں دیکھتے۔ بجز اس کے کہ اذان دے لیتے ہیں (منقول از رسالۂ اصلاح نمبر ۲ جلد ۱۴)

اور زہری بیان کرتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے پاس دمشق میں گئے تو ہم نے انس کو روتے پایا سبب پوچھا تو انس نے فرمایا کہ جو باتیں ہم عہد رسول اللہؐ میں پاتے تھے اب اُن میں سے ایک بات بھی نہیں دیکھتے۔ سب مفقود ہیں۔ مگر یہ نماز رہ گئی ہے سو وہ بھی ضائع کر دی گئی ہے (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۹۵)

ان واقعات اور ان تصدیقوں کے بیان کرنے کے بعد ہم اس زمانہ کے توضیح حال کے لیے امام حسینؑ کے ایک خط کو بھی جو امیر معاویہ کے خط کے جواب میں لکھا گیا تھا یہاں درج کرنا مناسب اور موزوں سمجھتے ہیں اس خط سے امام حسینؑ کی صداقت اور حقانیت، اسلامی ہمدردی، امتِ محمدیؐ کی غمخواری اور امیر معاویہ کی بد عنوانیوں کے حالات کے علاوہ یزید کے کیرکٹر پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ (ترجمہ خط امام حسینؑ منقول از ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۰۶):-

"(اما بعد اے معاویہ! تیرا خط مجھے ملا جس میں تو نے لکھا ہے کہ تو نے میری طرف سے اپنی مخالفت کے متعلق کچھ خبریں سنیں جن کی تجھے مجھ سے امید نہ تھی۔ پس سمجھ لے کہ نیکی اور حسنات کے دروازے بغیر حکم خدا نہ کھلتے ہیں اور نہ بند ہوتے ہیں۔ تو نے جو کچھ میری نسبت سنا ہے، یہ سب کچھ تیرے خوشامدی چغلخوروں کی مجھ پر تہمت اور افترا پردازی ہے۔ جان لے کہ میں اس وقت تجھ سے مخاصمت اور جنگ کا در پے نہیں ہوں۔

اور قسم ہے خدا کی میں اپنے اس ترک اور خاموشی سے خوش نہیں ہوں۔ اور بیشک مجھے اس اپنے سکوت اور خاموشی سے خدا کا خوف ہے کہ وہ بھی میرے اس ترک و سکوت سے راضی نہ ہوگا۔ اور میرا یہ فعل اس وقت یعنی ترک مخاصمت اور سکوت تیرے لیئے اور تیرے جفا شعار گروہ اور دوست داران قاسطین کے لیئے کوئی حجت اور عذر پیدا نہیں کر سکتا۔ کیوں اے معاویہ! کیا تو وہی شخص نہیں ہے جس نے حجر کندی کو قتل کیا۔ کیا تو وہی شخص نہیں ہے جس نے ایسے نماز گزاروں اور پرہیز گاروں کو جو ظلم و بدعت کو پسند کرنیوالے نہ تھے اور نہ امر دین میں کسی شخص کی ملامت اور سرزنش کو خیال میں لانیوالے تھے ظلم و عداوت سے تباہ و برباد کیا۔ حالانکہ قرآن کے ساتھ بڑی سخت قسمیں کھا کر بڑے پختہ وعدے کر چکا تھا۔ اور اُنھوں نے نہ کوئی فتنہ ملک میں پیدا کیا تھا اور نہ تیری مخالفت پر کمر باندھی تھی۔ مگر تو نے اُن کو قتل کیئے بغیر نہ چھوڑا۔ اے معاویہ! کیا تو وہ شخص نہیں ہے کہ جس نے عمرو بن الحمق خزاعی صحابی رسولِ خدا کو قتل کیا جو ایسا صالح اور عبادت گزار بندہ تھا کہ کثرت عبادت سے اس کا جسم گھُل گیا تھا۔ اور بدن ڈھل گیا تھا۔ قوتیں زائل ہوگئی تھیں اور زردی چھاگئی تھی۔ تو نے پہلے اُس کو امان دیدی تھی اور ایسا مضبوط وعدہ کیا تھا کہ اگر ایسا وعدہ تو کسی جانور سے بھی کرتا تو وہ بھی اس بھروسہ پر پہاڑ کی چوٹی سے اُتر کر تیرے پاس آجاتا۔ لیکن پھر تو نے کمال جرأت سے اس عہد خدا کو توڑ دیا۔ اور بے جرم و خطا اس کو مار ڈالا۔ اے معاویہ! کیا تو وہی شخص نہیں ہے جس نے زیاد ابن سمیہ جو بنی ثقیف کے ایک غلام عبید نامی کا زائیدہ تھا اپنا منہ بولا بھائی، اپنے باپ ابی سفیان کا بیٹا قرار دیا۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ الولد للفراش وللعاھر الحجر (یعنی بیٹا اُسی کا ہوتا ہے جس کی بیوی ہو اور زناکار کی سزا سنگساری ہے) پس تو نے اپنی مصلحت کی بنا پر حکم رسولؐ کو پس پشت ڈالدیا اور اُس کو اپنا بھائی بنا کر عراقین کا حاکم بنا دیا تاکہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور اُن کی آنکھوں کو گرم لوہے کی سلاخوں سے پھوڑے۔ اور درختوں کی شاخوں میں لٹکا لٹکا کر مارے۔ تیرے یہ اعمال بتا رہے ہیں کہ گویا تو اس امت میں سے تھا ہی نہیں۔ اور اس امت کو تجھ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ آیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو زیاد بن سمیہ نے لکھا تھا کہ حضرمیین علیؑ کے دین پر ہیں۔ تو نے اُس کو حکم دیا تھا کہ جو لوگ دین علیؑ پر ہوں اُن میں سے ایک کو بھی زندہ مت چھوڑو۔ اور اُس نے ان سب کو مار ڈالا۔ اور مثلہ بھی کیا۔ حالانکہ خدا کی قسم علیؑ کا دین وہ دین تھا کہ جس کے لیئے حکم خدا سے علیؑ نے تجھ کو اور تیرے باپ کو اپنی تلوار کے نیچے رکھا۔ اور اُسی کی بدولت آج تجھ کو اور تیرے باپ کو یہ عروج ملا۔ اور اس دین کی وجہ سے تو نے مسند خلافت کو غصب کیا۔ ورنہ تیرا اور تیرے باپ کا شرف۔ رحلۃ الشتاء والصیف "جاڑے گرمی میں سوداگری کرنا" سے زیادہ نہ تھا۔ اور یہ جو تو نے لکھا ہے کہ میں اپنے نفس کا، اپنے دین کا، اور امتِ محمدیؐ کا نگراں رہوں اور ان کو فتنہ میں نہ ڈالوں۔

اور جماعت کی تفریق سے پرہیز کروں تو میرے خیال میں کوئی فتنہ اس امت میں تیری خلافت وحکومت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور میں اپنے نفس، اپنے دین اور امت محمدیؐ کے لیئے کسی فائدہ کو اس سے زیادہ بڑھ کر نہیں سمجھتا کہ تجھ سے جہاد کروں۔ اگر میں ایسا کروں تو بیشک قربت الٰہی کا موجب ہوگا۔ اور اگر ترک کروں اور خاموش رہوں تو اس کے لیئے خدا سے استغفار کرونگا اور اس سے طلب رشد وصلاحیت کا طالب ہونگا۔ اور یہ جو تو نے لکھا ہے کہ تم مجھ سے انکار کروگے تو میں بھی تم سے انکار کرونگا۔ اور اگر تم میری گھات میں رہوگے تو میں بھی تمہاری گھات میں رہونگا۔ پس وائے ہو تجھ پر یہ کیا خیال تیرے سر میں سمایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تیرا مکر کسی مخلوق کو نقصان نہ دیگا۔ اور وہ تیرے ہی نفس کی طرف لوٹیگا۔ کیونکہ جہالت تجھ پر سوار ہے۔ اور عہدوں کے توڑنے پر تو بڑا حریص ہے۔ قسم ہے اپنی جان کی تو نے کوئی عہد اور کوئی شرط وفا نہیں کی اور مسلمانوں کو عہد وپیمان۔ صلح وقسم کے بعد بھی بغیر کسی جرم وقصور اور طلب جنگ کے تو نے مروا ڈالا ہے۔ ان کا گناہ اس کے سوائے کچھ نہ تھا کہ وہ ہمارے فضائل کا ذکر کرتے تھے اور ہمارے حقوق کی حفاظت کرتے تھے۔ پس تو نے اس خدشہ کی وجہ سے انکو قتل کیا کہ شاید تو ہلاک ہوجائے اور وہ زندہ رہیں۔ اے معاویہ! آگاہ ہو کہ روز حساب آرہا ہے اور بدلے کا وقت پہنچ گیا ہے۔ جان لے کہ خدا کی وہ کتاب ہمارے اور تیرے درمیان میں ہے جس میں ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا ذکر ہے۔ خدا اس کا دیکھنے والا ہے کہ تو نے دوستان خدا کو تہمت میں ماخوذ کیا اور ایک جماعت کو مار ڈالا۔ اور ایک گروہ کو اُن کے مکانوں اور شہروں سے جلاوطن کیا۔ اور اپنے بیٹے یزید کیلیئے جو بڑا شرابخوار و بدکردار کتوں سے کھیلنے والا ہے لوگوں سے بیعت لی۔ آیا ان باتوں سے تو نے اپنے نفس کو کھُلم کھُلا خسران میں نہیں ڈالا؟ اور اپنے دین کو برباد نہیں کیا؟ اور اپنی رعایا پر ظلم نہیں کیا؟ تو نے جاہلوں اور احمقوں کی بات پر کان لگائے اور متقی اور پارسا لوگوں کے درپئے ایذا ہوا فقط والسلام"۔

امیر معاویہ نے خلافت وبیعت یزید کے لیئے بڑی بڑی پُرزور کوششیں کیں۔ روپے پیسے کے لالچ دیئے قتل کی دھمکیاں دیں۔ علے الاعلان بزرگان دین اور سرداران قریش کو سخت سست کہا۔ اور اپنے دل کا بخار نکالا۔ دیکھو حسینؑ فرزند رسولؐ سے کس طرح گستاخانہ اور سخت کلامی سے پیش آتے ہیں۔ اور بزرگ زادوں حضرات عبد الرحمٰن بن ابی بکر اور عبد اللہ ابن زبیر اور عبد اللہ ابن عمر سے کیسا سلوک کرتے ہیں۔ جبکہ شام وعراق میں یزید کے لیئے بیعت لے چکے تو سار الی الحجاز فی الف فارس

فلما دنا من المدینة لقیه الحسین بن علی اول الناس فلما نظر الیه قال لا مرحبا ولا اھلا بدنة یترقرق دمھا واللّٰہ مھریقه قال ھلا فانی واللّٰہ لست باھل لھذہ المقالة قال بلی ولشر منھا

ربقیہا ابن الزبیر فقال لا مرحبا ولا اهلا خب ضب تلعة یدخل راسه ویضرب بذنبه ویوشک واللہ ان یوخذ بذنبه ویدق ظهره نحیاه عنی فضرب وجه راحلته ثم لقیه عبد الرحمن بن ابی بکر فقال له معاویة لا اهلا ولا مرحبا شیخ قد خرف وذهب عقله ثم امر فضرب وجه راحلته ثم فعل بابن عمر نحو ذلک الخ (کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۴) یعنی امیر معاویہ ہزار سواروں کے ساتھ حجاز میں آئے اور جب مدینہ کے قریب پہنچے تو سب سے پہلے حسین ابن علیؑ سے ملاقات ہوئی حسینؑ کو دیکھکر امیر معاویہ نے کہا، نہ تمہارے لئے خوشی ہو نہ مبارکی (کیا یہی اخلاقی کلمے محبت واخلاص اور عزت وحرمت کے آنے والے اور ملنے والے سے کہنے چاہئیں) تو ایک قربانی کا دُنبہ ہے۔ کہ جس کا خون جوش کر رہا ہے۔ قسم ہے خدا کی یہ خون ضرور گرایا جائے گا حسینؑ نے فرمایا۔ چُپ رہ۔ ہم ایسے کلام کے اہل نہیں ہیں معاویہ نے کہا (معاذاللہ) اس سے بھی بدتر کلام کے تم مستحق ہو۔ (یہ ہے امیر معاویہ کا اخلاص فرزند رسولؐ سے) پھر اس کے بعد ابن زبیر ملے تو اُن سے بھی یہی کہا لا مرحبا ولا اھلا۔ تو ایک چھپی ہوئی مکار گوہ (سوسمار) کی مانند ہے جو سر کو اپنے سوراخ میں ڈالکر دُم ہلاتی ہے۔ قسم ہے خدا کی عنقریب اُس کی دُم پکڑلی جاوے گی دور کرو اس کو اور پھر اُن کے خچر پر چابک مارا اور ہٹا دیا۔ پھر اس کے بعد عبد الرحمٰن ابن ابی بکر (خلیفہ اول کے بیٹے) ملے۔ اُن سے بھی یہی کہا کہ یہ بڈھا بھی سٹھیا گیا ہے اور اس کی بھی عقل جاتی رہی ہے۔ پھر حکم دیا کہ ان کی سواری کے خچر پر بھی تازیانہ مارو اور ہٹا دو۔ پھر عبد اللہ ابن عمر، حضرت عمر کے بیٹے سے بھی اس طرح ہی سلوک کیا گیا۔ اس کے بعد مدینہ میں داخل ہوکر خلافت یزید کے لیئے ان بزرگان دین کو ڈراتے دھمکاتے قتل کی دھمکیاں دیتے اور فرماتے ہیں کہ "اگر امام حسین وعبد اللہ بن زبیر وعبد الرحمن بن ابی بکر و عبد اللہ بن عمر را توفیق رفیق گردد وبا یزید بیعت کنند فبہا والا با ایشاں بکنم آنچہ باید کرد وازیں نوع کلمات بسیار گفت وتہدید بے اندازہ برزبان آورد .... چوں ایں خبر بسمع عائشہ رسید خشمناک نزد معاویہ رفت وباو گفت ازیں معنی پسندیدہ نبود کہ برادر من محمد را در مصر کشتی وسوختی وامروز بمدینہ آمدہ برادر دیگر را ایذا می کنی۔ ودربارۂ او سخنان درشت می گوئی۔ وفرزند رسولؐ وپسر عمرو پسر زبیر را می رنجانی وبحبس وقتل تخویف می کنی وتو می دانی کہ از طلقائی۔ طلقا را حلال نیست کہ متصدی امر خلافت گردند وپدر تو از لشکر احزاب بود ودر مخالفت رسولؐ نامرعی نمی گزاشت ومرا معلوم نیست کہ ترا از من کہ گردانیدہ اند اگر ترا بگیرم وبقصاص برادر خویش بکشم مرا ازیں کار کہ مانع خواہد آمد (منقول از روضۃ الصفا)

(حضرت ام المومنین عائشہ کی تقریر قابل توجہ ہے۔ امیر معاویہ اور یزید دونوں کو خلافت کا اہل نہیں خیال فرماتیں اور اسلامی حقوق کے متعلق بھی اس خاندان کی صفات کو ظاہر فرماتی ہیں۔ اور حسینؑ کو

فرزندِ رسول ارشاد فرمایا ہے)۔

اس کے جواب میں امیر معاویہ نے حضرت عائشہ سے عرض کیا۔ امیر معاویہ گفت ...... آنچہ گفتی کہ من تراکشتم ایں زمان من در مدینہ رسول عدایم و این مکان دارالامان است۔ عائشہ فرمود چنیں است۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۵۵۹ ونیز تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۸۵)

(مگر یہ وہی دارالامان ہے جو اپنے لئے تو دارالامان بنجاتا ہے اور غریب مدینہ والوں مسلمانوں اور اصحاب رسول ؐ کے لئے دارالامان نہیں۔ اسی کی بربادی اور تباہی کے لیئے اور مسجد رسول ؐ و روضۂ نبی میں گھوڑے بندھوانے اور لید و پیشاب سے خراب و نجس کرنے کے لئے مسلم بن عقبہ جیسے سفاک وظالم کو امور کیئے جانیکی وصیت بھی یزید کو کی جاتی ہے۔ اور یہی حرم رسولؐ، اور یہی مدینہ ہے جو اسی مدینہ والے کے فرزند اور پیارے نواسے حسین ؑ کے لیئے جائے امن و پناہ نہیں سمجھا جاتا اور جس کے قتل و گرفتاری کا اسی مدینہ رسولؐ میں حکم دیا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا)

نیز ملاحظہ ہو تاریخ طبری صفحہ ۷۷ امکالمہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر با امیر معاویہ۔

امیر معاویہ ۔ اے عبدالرحمٰن! کیسے ہاتھ پاؤں کے ساتھ تم میری نافرمانی کرنیکی جرأت کرتے ہو؟

عبدالرحمٰن (حضرت ابوبکر کے بیٹے)۔ اس لیئے کہ اس امر کو میں اپنے لیئے بہتر سمجھتا ہوں۔

امیر معاویہ ۔ میں تم کو قتل کر دینے کا قصد کرتا ہوں۔

عبدالرحمٰن ۔ اگر تو ایسا کرے تو خدا دنیا میں تجھ پر لعنت نازل کریگا۔ اور آخرت میں واصلِ جہنم فرمائیگا۔

اور بروایت استیعاب نیز معتبر الاصحاب جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ برحاشیہ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۸ بذیل ترجمہ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر درج ہے کہ " امیر معاویہ نے بیعت یزید کے لیئے ایک لاکھ روپیہ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر کے پاس بھیجا۔ مگر اُنہوں نے روپیہ واپس کر دیا اور انکار فرمایا۔ کہ ہم دین کو دنیا کے عوض فروخت نہیں کریں گے۔ اور مکہ کو ہجرت کر گئے"۔ ایسا ہی عبداللہ ابن عمر کو بھی ایک لاکھ درہم بھیجے گئے۔ مگر اُنہوں نے بھی یہی فرمایا کہ من پیر شدم و دین من بہ صد ہزار درم ارزان است۔ اور روپیہ واپس کر دیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۳)۔

حسین علیہ السلام کو بھی بہت کچھ تحفہ تحائف اور زر و مال پیش کیا گیا تھا مگر حسین ؑ نے قبول نہ فرمایا اور واپس کر دیا۔ جس کو فصول المہمہ صفحہ ۴۸ میں ابن صباغ مالکی نے اور وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۲۷۰ میں مولوی محمد مبین صاحب فرنگی محلی نے درج فرمایا ہے۔ یہ سب تدبیریں اور لالچیں یزید کی بیعت و خلافت کے لیئے کی جارہی تھیں۔ واقعی حسین ؑ کو نانا کی امت اور اپنے جدِ رسولؐ عربی کا دین اسلام، مال و دولت تو کیا چیز ہے، اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز اور پیارا ہے۔ امیر معاویہ پھر حسین ؑ کو بلاتے ہیں۔ اور یزید کی بیعت کے لیئے گفتگو کرتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ کی بیعت کو اس لئے ملتوی رکھا تھا کہ میں جانتا تھا کہ یہ یزید کا گھر ہے اور اُسکے اقرابت ہیں۔ اگر میں کسی کو یزید سے اچھا دیکھتا تو اُس کو خلافت کے لئے منتخب کرتا۔ حسینؑ نے جواب دیا کہ اے معاویہ! امورات خلافت کے لیئے یزید سے کسی بہتر شخص کو منتخب کر جو اُسے انجام دے سکے۔ جو اپنے ذاتی اوصاف اور اپنے ماں باپ کی طرف سے بھی بہتر ہو۔ معاویہ نے کہا کہ کیا اس ''کسی'' سے تم اپنے آپ کو مراد لیتے ہو؟ حسینؑ نے فرمایا اگر میں اپنے آپ کو مراد لوں تو بعید نہیں ہے۔ معاویہ نے کہا اس میں شبہ نہیں کہ تم نسبتاً یزید سے اچھے ہو لیکن خلافت کے لیئے وہ تم سے اچھا ہے۔ حسینؑ نے فرمایا۔ اے معاویہ! انصاف سے بات کر۔ وہ کون ہے جو میرے نانا کی امت کے لیئے مجھ سے بہتر ہو مجھ کو اپنے نانا کی امت اپنی ذات سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ معاویہ نے کہا۔ اے حسینؑ واپس جاؤ اور اپنی جان سے ڈرتے رہو۔ اور اہل شام سے پرحذر رہو۔ (شہید اعظم صفحہ ۷۴۔ ۷۵۔ اعثم کوفی)

ان تاریخی واقعات اور ایسے حالات سے ہمارے ناظرین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی مرکزیت اسلامی اور اس زمانہ کی ان بزرگ ہستیوں آل محمدؐ اور اصحاب رسولؐ و اصحاب زادوں اور ام المومنین حضرت عائشہ وغیرہ جیسے بزرگان اسلام اور سرداران قوم کی شخصیت اسلامی پر نظر ڈالتے ہوئے خود یہ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یزید کے لئے یہ بیعت و خلافت اور اسلامی سلطنت کیونکر احکام خدا و رسولؐ اور شریعت محمدی کے مطابق اور اصول اجماع و جمہوریت اسلام کے موافق جائز اور مباح کہی جا سکتی ہے۔ اگر تاریخوں کو دیکھا جاوے تو بصرہ اور کوفہ میں بھی اسی طرح جبر و تشدد، خوف و لالچ اور روپیہ پیسہ سے کام لیا جانا اور مسلمانوں کو مجبور کیا جانا نظر آئے گا۔ ہم آئندہ کسی جگہ اس کو بھی بیان کریں گے کہ وہاں بھی عام مسلمانوں کی حقیقی رضا و رغبت حاصل نہیں کی گئی تھی۔ غرضیکہ جبر و تشدد خلاف عہد و شرائط بلا لحاظ سیاست اسلامی جابرانہ طریق پر امیر معاویہ نے اپنے نااہل و ناقابل بیٹے یزید کو تباہی اسلامی کے لیئے اپنا جانشین اور ولیعہد قرار دیدیا۔

خلافت یزید اور واقعۂ کربلا کا آغاز

اور سنہ ۶۰ ہجری میں جبکہ امیر معاویہ دنیا سے کوچ کر گئے اور یزید فاسق و فاجر، شراب خوار و بدکار، مسند رسولؐ اور خلافت الٰہیہ کا دعویدار ہو کر مسلمانوں کی امارت اور رسول اللہ کی جانشینی کا مدعی بنا۔ تخت خلافت پر بیٹھا۔ اور فرزند رسولؐ، امام مظلوم، حسینؑ معصوم سے بیعت و اطاعت کا طالب ہوا۔ اسلام کی بربادی، باغ محمدی کی تاراجی، فاطمہ زہراؑ کے گھر اُجڑنے کا وقت پہنچ گیا۔ حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو دربار شام سے فرمان لکھا گیا۔ امیر معاویہ کی خبر مرگ اور یزید کی خلافت و جانشینی کی اطلاع دی گئی اور اس کے ساتھ ہی ایک اور

چھوٹا سا پرچہ (کتاب صغیرہ) بھی جس کو آجکل کی اصطلاح میں ڈیمی آفیشل یا کانفی ڈینشل حکم کہا جا سکتا ہے ولید کو بھیجا گیا۔ کہ حسین ابن علی، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمر وغیرہ سے یزید کی بیعت لے لیجاوے اور اس امر کے لئے سختی سے گرفت کیجاوے۔ بلا بیعت لیئے ہرگز نہ چھوڑا جاوے۔ (دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۷) کتابا اخر صغیرا فیہ اما بعد فخذ حسینا وعبد اللہ وابن زبیر وابن عمر بالبیعت اخذا لیس فیہ رخصۃ حتی یبایعوا۔ اور نیز تاریخ طبری صفحہ ۲۱۶۔

اور بروایت ابو مخنف و دیگر کتب تذکرہ و مقاتل یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حسین کے متعلق صاف صاف لفظوں میں یہ حکم تھا کہ حسینؑ یا بیعت کریں یا سر کاٹ کر بھیجدیا جاوے۔

مسلمانو! پیارے بھائیو! یہ وہی یزید ہے جس کی بابت رسول کے نانا رسول عربی نبی امیؐ نے فرمایا کہ میری سنت و طریق کو بدلنے والا اسلام میں رخنے ڈالنے والا بنی امیہ میں سے ایک شخص یزید نامی ہوگا اور اس کو ہی حسینؑ کا قاتل بھی فرما کر اُس پر لعنت خدا فرمائی۔ دیکھو احادیث نبوی جو ہم اوپر درج کر آئے ہیں۔

واقعی یہ رنگیلا شہزادہ، بنی امیہ کا چشم و چراغ، امیر معاویہ کا دلبند، ابوسفیان کا لخت جگر، ہندہ جگر خوار کا نور نظر، ظلم و جور کا پیکر، کفر و ضلالت کا مجسمہ اور بدینی کا پتلا حسن و عشق کا متوالا، شراب کا دلدادہ زناکار، شرابخوار، فرعون سیرت، ابلیس طینت، ایسے شرمناک کیرکٹر اور نجس و ناپاک خصائل کا انسان دنیا میں پیدا ہوا تھا کہ اس کے فسق و فجور کے کارناموں اور ظلم و استبداد کے جابرانہ درباروں عیش و نشاط کی محفلوں، عشق بازی و شرابخواری کی صحبتوں، عیش پرستی کے جلسوں کے حالات کو پڑھو اور دیکھو۔ تاریخ کے ورق کے ورق اور صفحے کے صفحے اس کے نجس و ناپاک اور شرمناک حالات سے سیاہ نظر آتے ہیں۔ محرمات شرعی سوتیلی ماں بہنیں تک مباح و جائز تھیں۔ رات دن نشہ میں مست، شراب کے جلسے، پری جمال معشوقوں کے جھرمٹ، بندروں، چیتوں اور جانوروں کے کھیل تماشے، اسکا دن رات کا شغل تھا۔ اور کوئی بدکاری نہ تھی جس کا دلدادہ یزید نہ تھا۔

آج مسلمانوں کا بچہ بچہ اس کے نام سے واقف بلکہ غیر اقوام اور دوسری ملتوں اور مذاہب کے لوگ بھی اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور بُرائی سے یاد کرتے ہیں۔ اسکا نام بھی گالی سمجھا جاتا ہے۔ جو اسکی انتہائی بدافعالیوں اور بدکاریوں کی بدولت ہے۔

اسی ننگ دین و دنیا کی خلافت اور بیعت کے لیئے مسلمانوں۔ اصحاب رسول تابعین و تبع تابعین اور خاندان نبوت اہلبیت رسالت پر کیسے کیسے ظلم و جور ڈھائے گئے۔ حضرت ام المومنین جناب عائشہ کے ساتھ کیسے ایذارساں اور حیاسوز سلوک کیئے گئے۔ دیکھو مدارج النبوہ شاہ عبدالحق دہلوی صفحہ ۱۴۵

یزید شقی منع کردہ (از عائشہ صدیقہ رض پس خواندند بروے این آیت (ازواجہم امھاتھم) وممنوع شد۔

جناب ام المومنین حضرت عائشہ کی وفات غم آیات کا باعث بھی یہی ذات شریف ہوئے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو رسالہ اوائل جلال الدین سیوطی کان معاویہ اول من رکب بین صفا والمروۃ۔ اول من ظہر شرب النبیذ والغناء واول من اکل الطین واباحہ۔ وکان علی منبر رسول اللہ باخذ البیعۃ لیزید فاخرجت عائشۃ راسھا من الحجرۃ قالت صہ صہ ھل استدعی الشیوخ لبنیہم البیعۃ قال لا قالت فیمن تقتدی انت فخجل ونزل عن المنبر وبنی لھا حفرۃ فوقعت فیھا وماتت (منقول از ذبح عظیم صفحہ ۷۰) یعنی معاویہ وہ اول شخص ہیں جو صفا ومروہ میں سوار ہو کر چلے تھے۔ (یعنی سعی بین الصفا والمروہ جو رکن حج ہے۔ اور حاجی لوگ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان پیدل چلتے اور دوڑتے ہیں۔ امیر معاویہ یہاں بجائے پیدل چلنے کے سوار ہو کر اس رکن حج کو ادا فرماتے ہیں۔ خلافِ حکم خدا و رسول ص) امیر معاویہ وہ اول شخص ہیں جنہوں نے علے الاعلان نبیذ یعنی جو کی شراب پی۔ اور گانا سنا۔ اور جنہوں نے مٹی کھائی اور مٹی کھانی مباح قرار دی۔ اور حضرت امیر معاویہ (مدینہ میں) منبر رسول ص پر بیٹھے یزید کے لیے بیعت لے رہے تھے کہ حضرت عائشہ نے اپنے حجرہ سے سر نکال کر فرمایا کہ خاموش ہو جا۔ کیا کر رہا ہے۔ کیا تجھ سے پہلے شیخین نے بھی اپنے بیٹوں کے لئے کبھی بیعت لی تھی امیر معاویہ نے کہا کہ نہیں تو ام المومنین عائشہ نے فرمایا کہ پھر تو کس کی پیروی کرتا ہے؟ معاویہ یہ سنکر شرمندہ ہوئے اور منبر سے اُتر آئے۔ اور پھر حضرت عائشہ کے لیئے ایک گڑھا کھودا جس میں ام المومنین گر گئیں اور انتقال فرما گئیں ربیع الابرار اور کامل السفینہ میں بھی یہ روایت درج ہے اور حکیم سنائی نے بھی اپنی مثنوی حدیقۃ الحقیقہ میں اس واقعہ کو نظم فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو مثنوی حکیم سنائی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۶۹ و ۷۰ ؎

با ہزاران خجالت و تشویر ؛ رفت زی تکہ جفت کرم و زحیر ؛ عاقبت ہم بدست آں طاغی ؛ شد شہید او بدست آن باغی

آنکہ با جفت مصطفیٰ زیں سان ؛ بد کند مرد را تو مرد مخوان۔

علامہ جلال الدین سیوطی کے اس رسالہ کا ذکر شاہ عبدالحق دہلوی نے بھی اپنی کتاب مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۹۹ ۶ میں درج فرمایا ہے۔ "سیوطی را رسالہ ایست مسمے بہ اوائل۔ ذکر کردہ است دروے اشیا کہ احداث کرد معاویہ آنہا را ونہ کردہ بودند خلفا رمثبی ازوے" (افسوس کہ باوجود تلاش رسالہ اوائل سیوطی ہمکو دستیاب نہ ہوا)

ترجمہ تاریخ ابن خلدون میں اس افسوسناک واقعہ اور اس جرم عظیم کا مجرم مروان کو بتایا ہے جیساکہ شہید اعظم جلد اول صفحہ ۸۶۳ میں لکھا ہے کہ "ابن خلدون کہتا ہے کہ آپ کو (یعنی حضرت عائشہ کو) مروان اور اُس کے خاندان والوں نے شہید کیا تھا۔ اس وجہ سے کہ اُس کی مخالفت کرتی تھیں۔ اس نے دعوت کے بہانے سے اپنے گھر بلایا۔ اور یہ

پہلے ایک گڑھا عمیق کھود کر نیزے، تلواریں، چھریاں وغیرہ اُسمیں رکھدی تھیں۔ اور اوپر سے ایک فرش بچھا دیا تھا۔ ام المومنین جب تشریف لائیں تو اُن کو وہیں بٹھلایا بیٹھنا تھا کہ نیچے گر پڑیں اور ایسی چوٹ آئی کہ پھر اُس سے جانبر نہ ہو سکیں"

بہرحال۔ امیر معاویہ ہوں یا مروان، اس واقعہ اور حضرت عائشہ سے مخالفت اور مخاصمت کی اصل بنیاد ہیں رنگیلے شہزادے یزید ابن معاویہ ہیں۔ جن کی بیعت اور خلافت کے لئے مروان کا حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر سے مدینہ میں بر سر منبر جھگڑا ہو گیا تھا۔ کیونکہ مروان معاویہ کے بعد یزید کی خلافت کا اعلان کر رہا تھا اور عبدالرحمٰن ابن ابی بکر اُس کی تکذیب اور تردید فرما رہے تھے اور معاویہ و مروان دونوں کو جھوٹا بتا رہے تھے اور یزید و معاویہ کو ہرقل سے نسبت دیتے تھے۔ جب مروان سے جھگڑے اور سخت کلامی کی نوبت پہنچی تو حضرت عائشہ نے مروان کو دھمکایا اور سخت و سست فرما کر عبدالرحمٰن کی تصدیق اور مروان و معاویہ کی تکذیب فرمائی۔ تفصیل کے لئے دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۳۔ اور روضۃ الصفا وغیرہ۔

حضرت ام المومنین جناب عائشہ کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ معلوم ہو چکا۔ اب ملاحظہ ہو کہ یزید کی خلافت و بیعت کے لئے سرور ریاضِ محمدیؐ گُل گلزار احمدیؐ، علم و حلم رسول کا سرچشمہ، نانا کا فخر، بابا کا شرف، جانِ رسول، فرزند بتول، نانا کی شہادت سری کا وارث، خدا کے پیارے سبطِ اکبر امام حسنؑ مجتبےٰ کا وجود بھی کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا اُس کو بھی نکالا گیا۔ اور امام حسنؑ کو زہر دغا سے شہید کیا گیا چنانچہ ملاحظہ ہو قول ابن سعد صاحب طبقات مندرجہ تذکرہ ابن جوزی صفحہ ۱۲۱۔ قال ابن سعد فی الطبقات سمہ معاویۃ مرارا یعنی معاویہ نے حضرت امام حسنؑ کو کئی مرتبہ زہر دیا۔ امیر معاویہ نے حضرت امام حسنؑ کی بی بی جعدہ بنت اشعث کو ایک لاکھ درہم نقد اور یزید کے ساتھ شادی کرنے کا وعدہ اُدھار کر کے زہر بھیجا۔ اور حسنؑ سبط رسولؐ کو زہر دیکر شہید کرایا گیا۔ (استیعاب عبدالبر مکی۔ مروج الذہب مسعودی۔ ارجح المطالب مولوی عبداللہ صاحب امرتسری صفحہ ۲۷۷۔ تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۲۱۔ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۱۹۳۔ روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۵۴۰ حبیب السیر جزو اول جلد ۲ صفحہ ۱۸۔ محرم نامہ جناب خواجہ حسن نظامی صاحب صفحہ، ویزید نامہ صفحہ ۸۲ خواجہ حسن نظامی صاحب (بحوالہ علامہ جریر طبری)

نیز خالد بن الولید کے بیٹے عبدالرحمٰن کو بھی یزید کی بیعت و خلافت پر قربان کر دیا جاتا ہے ابن اثال نصرانی ڈاکٹر شاہی طبیب دربار شام کے ذریعہ زہر دلوا کر ان کا کام بھی تمام کرا دیا جاتا ہے۔ اور اس خدمت کے صلہ میں علاقہ حمص کا خراج انعام میں بخشا جاتا ہے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۹۔ نصائح کافیہ صفحہ ۱۲۶۔ یزید نامہ خواجہ صاحب سلمہ صفحہ ۸۵)

امیرِ اسی یزید کی خلافت کے لیے حسینؑ فرزند رسولؐ سبط اعز کو وطن سے نکالا گیا۔ نانا کی قبر سے بچھڑایا گیا۔ باغ رسالت تاراج ہوا۔ خاندان محمدی برباد و تاراج کیا گیا۔ حسینؑ شہید ہوئے۔ آل محمدؐ کے خون سے صحرائے کربلا رنگین ہو گیا۔ گھر لوٹے گئے۔ خیمے جلائے گئے۔ آل محمد کو قید و اسیر کیا گیا۔ اور پھر حسب وصیت امیر معاویہ مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں مدینہ کو لشکر بھیجا گیا۔ ملاحظہ ہو تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۵۶۔

قیل ان معاویۃ قال لیزید ان لک من اھل المدینۃ یوما فان فعلوا فارمھم بمسلم ابن عقبۃ فانہ رجل قد عرفت نصیحتہ۔ بیان کیا گیا ہے کہ معاویہ نے یزید سے کہا کہ ایک دن تجھے اہل مدینہ سے لڑنا ہو گا۔ پس اُن سے اگر جنگ ہو تو اُن سے لڑنے کے لیے مسلم بن عقبہ کو بھیجنا۔ میں اسکی خیر خواہی کو جانتا ہوں۔ پس مسلم بن عقبہ کو جنرل بنا کر بھیجا گیا اور مدینہ رسولؐ تاراج ہوا۔ مسجد نبوی میں گھوڑے بندھے، لید اور پاخانہ کے ڈھیر لگے۔ مسجد نبوی ویران ہوئی۔ عرصہ تک جمعہ و جماعت سے معطل۔ نہ اذان تھی نہ نماز۔ نہ چراغ تھا نہ بتی۔ منبر رسولؐ پہ جانوران صحرائی اور کتے پیشاب کرتے تھے اور مدینہ کی گلی کوچوں میں مسلمانوں کے خون کے نالے بہتے تھے۔ سینکڑوں اصحاب رسولؐ اور ہزاروں مسلمانوں کے خون بہائے گئے۔ اور گھر لوٹے گئے۔ عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ سینکڑوں دوشیزہ بکر توڑے گئے۔ اور مسلمانوں سے بیعت غلامی لی گئی۔

رسولؐ کے بعد خدا کی باری آئی۔ مدینۂ رسولؐ کو تباہ کر کے مکہ پر چڑھائی ہوئی۔ خانۂ خدا کو پھونکا گیا منجنیق لگائے گئے۔ کعبہ کے پردے جلائے گئے۔ اور حرمت کعبہ کو مٹایا گیا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۲۔

رموا البیت بالمجانیق وحرقوا بالنار .... وقیل ان الکعبۃ احترقت من نار کان یوقد ھا اصحاب عبد اللہ حول الکعبۃ شرارۃ ھبت بھا الریح فاحترقت ثیاب الکعبۃ واحترق خشب البیت۔ یعنی خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے گئے۔ اور اُس کو آگ سے جلایا گیا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کعبہ کو اس آگ نے جلایا جو عبد اللہ ابن زبیر کے ساتھیوں نے کعبہ کے گرد روشن کی تھی۔ ہوا سے ایک چنگاری اُڑ کر کعبہ کے پردوں اور لکڑی کو لگ گئی اور وہ سب جل گئے۔

یزید کی فوج نے جلایا یا عبد اللہ ابن زبیر نے[۱]، دونوں میں سے جو بھی ہے، وہی کعبہ کی حرمت کو مٹانے والا اور خدا کا دشمن ضرور ہے۔ احراق کعبہ کی چنگاریاں دونوں کے گھروں کو پھونکتی ہیں، یزید ہو یا مسلم ابن عقبہ، عبد اللہ ہو یا اُس کے رفقا۔

۱؎ تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کعبہ معظمہ خدا کا گھر جس کی حرمت و عظمت کا پاس و لحاظ انبیائے سلف اور حضرت سید المرسلین خاتم النبیین اور اُن کے جانشین ائمہ ہدے و خلفائے راشدین و اصحاب کبار

مکہ کی تباہی اور مدینہ کی بربادی کا حال تاریخ ﷲ اور تاریخ طبری وغیرہ جیسے مستند مورخین نے مفصل لکھا ہے اور نیز جناب خواجہ حسن نظامی صاحب سلمہ اللہ نے بھی بہت وضاحت کے ساتھ درج فرمایا ہے۔ یزید تا

رضوان اللہ علیہم اجمعین برابر کرتے چلے آئے۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیر کی بدولت بنی امیہ کے ہاتھوں دو دفعہ محاصرہ ہوا مکّا اور جلایا گیا۔ منجنیق برسائے گئے، اور حرمت خانہ کعبہ حلال و مباح کی گئی۔ اور اس کی عظمت و شرف کو مٹایا گیا۔ کربلا کے خونی منظر اور حسینؓ کی بے مثال اسلامی قربانی نے جبکہ بنی امیہ کے ظلم و استبداد اور اُن کی بے دینی کو ظاہر کر دیا اور دنیائے اسلام میں ایک سنسنی خیز ریوولیوشن پیدا ہو گیا، اور جو مقصد عالی حسینؓ کا اپنی شہادت سے تھا اُس کا اثر ظاہر ہونے لگا، تو مسلمان غفلت کی نیند سے چونکے اور صداقت و حقانیت کی جانب مائل ہونے لگے۔ جگہ جگہ یزید اور بنی امیہ کے برخلاف سخت ترین نفرت کا اظہار شروع ہو گیا۔ مدینہ والوں نے آنکھ کھولی۔ عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ وغیرہ شرفا و بزرگان مدینہ کے وفد نے شام سے واپس آکر یزید کی بے دینی کے حالات کو ظاہر کیا۔ اور بیعت یزید کو توڑ دیا۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۵۲) فاظهروا شتم يزيد و عيبه وقالوا قد قدمنا من عند رجل ليس له دين يشرب الخمر و يضرب بالطنابير و يعزف عنده القيان و يلعب بالكلاب ويسمر عنده الحراب وهم للصوص وانا نشهدكم انا قد خلعناه۔ یعنی یزید کی برائیاں اور عیوب ظاہر کر کے بیان کیا کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہیں جس کا نہ کوئی دین ہے نہ کوئی مذہب، شراب پیتا ہے، طنبور بجاتا ہے، ناچنے گانے والی کنیزوں کی محفل رقص و سرود گرم رہتی ہے۔ کتوں سے کھیلتا ہے، جنگ کے فسانے بیان ہوتے رہتے ہیں، یعنی جنگی قصے کہانیاں سنتا رہتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۸ میں لکھتے ہیں کہ ان بزرگان مدینہ نے بیان کیا واللہ ما خرجنا على يزيد حتى خفنا ان نرمى بالحجارة من السماء ان رجل ينكح امهات الاولاد والبنات والاخوات ويشرب الخمر ويدع الصلوٰة۔ یعنی خدا کی قسم ہم نے اُس وقت تک یزید پر خروج نہیں کیا جب تک ہم کو یہ خوف نہ ہو گیا کہ اب آسمان سے ہم پر پتھر برسیں گے۔ یہ شخص یزید ایسا شخص ہے کہ جو تارک الصلوٰۃ ہے، شراب پیتا ہے، ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح مباح جانتا ہے۔

مکہ والوں نے بھی کروٹ بدلی، عبد اللہ ابن زبیر نے جو دیر سے خلافت کے متمنی اور آرزومند چلے آتے تھے۔ اور یزید کے مخالف بنے رہتے تھے۔ اور یزید کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ حسینؓ کی شہادت کی خبر سنکر اور یزید و بنی امیہ کے برخلاف نفرت و ناراضی کے خیالات کو لوگوں میں دیکھ کر

[illegible]

[illegible]

کا پہلا باب ملاحظہ ہو۔

نیز رسول کریمؐ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوایوب انصاری کی قبر مبارک کے ساتھ جو سلوک موقعہ کو غنیمت سمجھے۔ اور آ گئے۔ ایک پر زور تقریر یاں کرتے کی۔ کوفہ اور عراق کے لوگوں کی بے وفائی و نالائقی کی مذمت فرمائی۔ اور حسینؑ کی صداقت و حقانیت کا اظہار و اعتراف فرماتے ہوئے بیان کیا کہ قسم ہے خدا کی حسینؑ نے شرافت و کرامت کے مرنے کو ذلیل و مذموم زندگی پر ترجیح دی حسینؑ کے بعد ہم کبھی اس قوم سے مطمئن نہیں ہو سکتے۔ بخدا ان لوگوں نے ایسے بزرگوار کو شہید و قتل کیا ہے کہ جو قلیل النوم اور کثیر الصوم تھا۔ راتوں کو عبادت الٰہی میں طولانی قیام کرنے والا۔ دنوں کو بکثرت۔ روزے رکھنے والا۔ شرف بزرگی میں اور دین میں سب سے افضل۔ امر خلافت کے لیئے سب سے احق اور بہتر تھا۔ قسم ہے خدا کی۔ کہ اُسنے کبھی قرآن کو غلط معنی نہیں پہنائے۔ خوف الٰہی سے بہت رونے والا تھا۔ اور بجائے میخواری کی ہمیشہ روزہ رکھتا تھا۔ اور بجائے شکاری کُتے پالنے کے یاد الٰہی کے جلسے حسینؑ کے گھر میں برپا رہتے تھے۔

غرضیکہ کہ میں اس طرح سے یزید کے برخلاف عبداللہ ابن زبیر نے سلسلہ شروع کیا خفیہ بیعت لیتے تھے اور بظاہر مکہ میں پناہ کی غرض سے بیٹھنے کو ظاہر کرتے تھے۔ تفصیل کے لیئے تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۵۱ و ۵۲ کو دیکھو۔ اور ملاحظہ کرو۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے کیسی سیاستی اور پولیٹکل تدبیریں یزید کے خلاف فرمائی ہیں۔ القصہ پہلی مرتبہ یزید کے عہد میں ۶۴ھ ہجری ہی کے اندر واقعہ حرہ یعنی مدینۂ رسولؐ کی بربادی وتباہی کے بعد عبداللہ ابن زبیر کی شورش کو دبانے کے لیئے یزید کی فوج نے مکہ پر چڑھائی کی اور کعبہ کا محاصرہ کیا گیا۔ یزید کی فوج سے ہو یا عبداللہ ابن زبیر کے رفقاء کی کرتوت سے ہو، خانۂ کعبہ پھونکا گیا۔ (دیکھو تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۶۲)

اس محاصرہ کے زمانہ میں یزید شام میں مر گیا۔ اور مسلم ابن عقبہ بھی جو سپہ سالار محاصرہ تھا وہ بھی مر چکا۔ اہل شام کے دل ٹوٹ گئے۔ سلطنت کی لیئے نسل معاویہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اور خلافت نسل معاویہ سے نکل گئی۔ آل مروان تخت خلافت کے مالک ہو گئے۔ ادھر عراق و حجاز میں عبداللہ ابن زبیر اب کھلم کھلا خلیفہ بن گئے۔ اُدھر شام میں مروان کے مرجانے پر عبدالملک تخت خلافت پر بیٹھا۔ تقریباً نو سال تک عبداللہ ابن زبیر عراق و حجاز میں خلیفہ بنے رہے۔ اور طوائف الملوکی کا دور چلتا رہا۔ میدان کارزار گرم رہے۔ بالآخر ۷۲ھ ہجری بن عبدالملک کی فوجوں نے کوفہ کو فتح کیا۔ اور مصعب ابن زبیر جو عبداللہ ابن زبیر کی طرف سے حاکم کوفہ تھے قتل ہوئے تو عبدالملک کے حاکم حجاج بن یوسف ثقفی نے عبدالملک کی طرف سے اور اُس کے حکم سے عبداللہ ابن زبیر کے قصہ کو ختم کرنے کے لیئے مکہ پر فوج کشی کی۔ شام کی

زمانۂ امیر معاویہ میں انہی یزید صاحب کے ہاتھوں سے ہوا وہ بھی قابلِ ملاحظہ ہے۔

جبکہ قسطنطنیہ کے محاصرے میں حضرت ابوایوب انصاری کا انتقال اسلامی کیمپ میں ہوا۔ ۱۱

فوجیں مکہ کی طرف بڑھیں، خانۂ الہٰی کا محاصرہ کیا گیا اور مکہ پر منجنیق لگائے گئے۔ حاجیوں پر پتھر برسائے گئے۔ کعبۂ الہٰی برباد و تباہ کیا گیا۔ رسد رسانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ سامانِ خورد و نوش کی آمد بند ہو گئی مکہ میں قحط پڑ گیا۔ لوگ بھوکے پیاسے مرنے لگے۔ اگرچہ عبداللہ ابن زبیر کے پاس ذخیرے کے ذخیرے اور کھتے کے کھتے جو۔ گندم کھجور وغیرہ کے بھرے ہوئے تھے۔ مگر اسی قدر دیا جاتا تھا کہ جو سدِ رمق کو بھی کافی نہ ہو سکتا تھا۔ ایک ایک مرغی اور ایک ایک مد گیہوں دس دس بیس بیس درہم میں فروخت ہو گئے۔ گھوڑے ذبح کر کے کھائے گئے۔ موسم حج بھی اسی مصیبت میں گزر گیا۔ مخلوقِ الہٰی بھوک پیاس کی شدت سے تنگ آ گئی اور بھوکا کیا نہ کرتا۔ کے اصول پر آخر لوگوں نے اور عبداللہ ابن زبیر کے ساتھیوں اور مددگاروں نے عبداللہ کا ساتھ چھوڑنا شروع کیا۔ اور شام کی فوجوں میں بنی امیہ کی امان میں جانے لگے۔ حتّٰی کہ عبداللہ ابن زبیر کے بیٹے بھی عبداللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور امیر شام کی فوجوں سے جا ملے۔ صرف تھوڑے رفیق و ساتھی حضرت عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ باقی رہ گئے۔ بقول خواجہ حسن نظامی صاحب صرف پانچ آدمی ہی ساتھ تھے۔ اور وہ بھی دل چھوڑے ہوئے۔ اور ہمت ہارے ہوئے۔ حجاج نے زیادہ تنگ پکڑنا شروع کیا۔ اور امان کا بھی وعدہ دیا۔ جیسا کہ عبدالملک نے پہلے ہی عبداللہ کے لئے امان نامہ لکھ کر حجاج کے ساتھ بھیج دیا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر نے نہ بھوک کے صدمے اٹھائے تھے۔ نہ پیاس کی تکلیفیں سہی تھیں۔ نہ زخمی ہوئے تھے۔ نہ تیر کھائے تھے۔ نہ نیزے لگے تھے۔ نہ تلواریں پڑی تھیں۔ نہ بیٹے لہو میں ڈوبے تھے۔ نہ حمزہ (بیٹے) نے برچھی کھائی تھی۔ نہ بھائی آنکھوں کے سامنے خون میں نہائے تھے۔ نہ شانے کٹائے تھے۔ مگر اس ہاشمی بہادر کے پاؤں ڈگمگا گئے۔ صبر کی طاقت جاتی رہی۔ تکلیفیں نہ سہی گئیں۔ امیر شام کی امان کو منظور کرنے اور عار کی زندگی قبول کر کے بنی امیہ کے حوالہ ہو جانے پر مائل ہو گئے۔ واقعی اگر بزرگ ماں بھی ہاں میں ہاں ملا دیتیں اور حمیت و غیرت کا جوش نہ دکھلاتیں۔ صبر و استقلال سے ہمت نہ بندھواتیں تو یقیناً حضرت عبداللہ ابن زبیر جو دل چھوڑ چکے تھے ضرور بنی امیہ کے آگے سر جھکا دیتے۔ اور عبدالملک کی امان میں داخل ہو جاتے۔ مگر جب اُس بزرگوار نے اپنی والدۂ گرامی سے اپنی تنہائی اور مصیبت کا حال بیان کیا اور کہا کہ سب نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ یہاں تک کہ میرے خاص اولاد اور اہل بھی مجھے اکیلا چھوڑ کر شام کی فوج سے جا ملے ہیں (وقد خذلنی الناس حتی ولدی و اہلی ولم یبق معی الا الیسیر۔ تاریخ کامل صفحہ ۲۹۰ مطبوعہ مصر) بنی امیہ مجھے جان کی امان دیتے ہیں۔

مسلمانوں نے اس نامور صحابی رسول کریمؐ کے بڈھے دوست مجاہد اسلام کے جنازہ کو تزک و احترام سے اٹھا کر قسطنطنیہ کی دیوار روما کے نیچے دفن کر کے قبر بنادی تو نخوت و غرور سے

آپ کی کیا رائے ہے تو اس بزرگوار بی بی (اسماء بنت حضرت ابو بکر خلیفہ اول) نے حمیت عرب اور شجاعت قومی کے جوہر دکھلائے اور صبر و استقلال سے حق و صداقت بھرا جواب دیا کہ "اے بیٹے! اگر تم اب تک ناحق اُن سے لڑ رہے تھے۔ اور اپنے آپ کو حق پر نہیں سمجھتے تھے تو تم نے بہت بُرا کیا۔ ہزاروں مسلمانوں کو ناحق کٹوا دیا۔ اور اگر تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو تو بس حسینؑ کی طرح حق پر لڑو اور جان دیدو۔" ماں کی اس بہادرانہ اور دلیرانہ تقریر نے حضرت ابن زبیر کی ہمت بندھوائی۔ مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور دلیرانہ لڑنے کو نکلے۔ مگر پھر بھی مسجد حرم کو نہ چھوڑا۔ کعبہ سے باہر نہیں آئے۔ مسجد الحرام میں سے ہی جنگ اور حملہ شروع کیا۔ (شاید یہی خیال ہو کہ شامی نامسلمان کچھ پاس و لحاظ مسجد الحرام اور حرمت خانہ کعبہ کا کریں اور ہمارا خون نہ بہائیں۔ اور جان بچ جائے۔ مگر اللہ اللہ۔ یہ نامسلمان لوگ ایسے عقیدے کے نہ تھے۔ ع ایں خیال است و محال است و جنوں) آخر لڑتے لڑتے گرے۔ زخمی ہوئے اور قتل ہو گئے۔ اور مسجد الحرام میں ذبح ہو کر حرمت کعبہ اور خانۂ الٰہی کی عظمت و شرف کو اپنے خون سے مباح و حلال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رسول عربیؐ کی پیشین گوئی سچی اور صحیح ہو گئی۔ (دیکھو احادیث نبوی مندرجۂ کنز العمال۔ تاریخ ابن قتیبہ۔ تاریخ خمیس وغیرہ جو کسی جگہ درج ہو چکے ہیں۔ اور مفصل حالات ابن زبیر کے لیئے دیکھو تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۹۰ و ۱۹۱ / ۱۹۲ یزید نامہ صفحہ ۵۹)

اگر حضرت عبد اللہ ابن زبیر یزید و بنی امیہ کے ظلم و ستم کو ظاہر کر کے حسین مظلوم اور آل محمدؐ کی مظلومی اور ہمدردی و محبت کا اظہار کرتے ہوئے۔ بنی امیہ کے قلع و قمع کرنے اور لوگوں کو بنی امیہ کے ظلم و استبداد سے چھڑانے کے لیئے خلیفہ بنے تھے۔ مگر آل محمدؐ و آل علیؑ کے لیئے یہ بزرگوار بھی طاقت پکڑنے پر بنی امیہ سے کچھ کم ثابت نہ ہوئے۔ بقول شخصے ؎

ما تجربہ کردیم دریں دیر مکافات   با آل نبیؐ ہر کہ در افتاد بر افتاد

دیکھو۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رسول اللہؐ کے بزرگ صحابی اور رسول اللہؐ کے پیارے چچا حضرت عباسؓ کے بیٹے۔ اور رسولؐ کے بھائی۔ اور حضرت محمد حنفیہ علیؑ کے فرزند حسین مظلومؑ کے بھائی۔ دونوں خاندان بنی ہاشم کے سردار ہیں ان دونوں بزرگوں سے کیا سلوک فرمایا۔ وہی مسئلہ بیعت اُٹھایا گیا۔ اور ان سے بیعت طلب کی گئی۔ جب ان دونوں نے بیعت سے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ جب سب کا اجتماع اور اتفاق تمہاری امامت و بیعت پر ہو جائیگا تو ہم بھی بیعت کرلیں گے۔ بس اس پر ناراضی اور غضب و غصہ کا اظہار فرما کر محمد حنفیہؓ کو مکہ معظمہ میں زمزم کے قریب قید کر دیا۔ مکان کے گرد لکڑیوں کے ڈھیر لگا کر

متولے شہزادے یزید سپہ سالار فوج نے اس بزرگوار صحابی کی قبر پر گھوڑے دوڑا کر نشانِ قبر مٹادینے کا حکم دیا۔ اور قبر کو ملیا میٹ کرادیا (غالباً نجدی روح نے حرکت کی ہوگی) دیکھو

زندہ جلادینے کا ارادہ کر لیا گیا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس کو اُن کی منزل میں محبوس و بند رکھا گیا اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے ایسے سخت و ناروا کلام کیئے کہ جن کو علامہ ابن اثیر بیان کرنے سے بھی کراہت کرتے ہیں قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور برا بھلا کہا گیا۔ جب مختار کا لشکر کوفہ سے آیا تو ان دونوں بزرگواروں کو قید سے چھڑایا۔ اور قتل سے بچایا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس طائف تشریف لے گئے۔ اور وہیں انتقال فرمایا (تفصیل کے لیئے دیکھو تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۳-۱۲۲)

یزید کے زمانہ میں بھی بعد شہادت حسینؑ جب حضرت عبداللہ ابن زبیر نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے اپنی بیعت کی خواہش کی تھی۔ اُس وقت بھی حضرت عبداللہ ابن عباس نے ان کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ اور اُس وقت جو خط و کتابت یزید اور حضرت ابن عباس کے درمیان ہوئی ہے اُس کو تاریخ کامل نے بھی درج کیا ہے۔ اور سبط ابن جوزی نے بھی اپنے تذکرہ میں لکھا ہے۔ ہم بھی اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لیئے اس خط و کتابت کے ترجمہ کو درج کرتے ہیں۔ جو حضرت ابن عباس کی زبانی اور تحریری شہادت **واقعۂ کربلا** اور **تباہی و بربادی خاندان رسالت** اور **شہادت حسینؑ** کے متعلق ظاہر کر کے یزید کے ظلم و تشدد اور قاتل حسینؑ مظلوم ہونے پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ علامہ سبط ابن جوزی، واقدی، ہشام اور ابن اسحاق وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حسینؑ شہید ہو گئے تو عبداللہ ابن زبیر نے حضرت ابن عباس سے اپنی بیعت کے لئے خواہش کی۔ اور کہا کہ میں یزید فاسق و فاجر سے بہتر ہوں۔ آپ میری سیرت اور اُس کی سیرت کو جانتے ہو۔ اور نیز میرے باپ زبیر کے فضائل و مراتب اور محبت رسول اللہؐ اور معاویہ یزید کے باپ کے فضائل و سوابق سے بھی واقف ہو۔ ابن عباس نے فرمایا کہ فتنہ قائم ہے۔ خونریزی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ یزید نے یہ سُنا تو ابن عباس کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اُس ملحد (ابن زبیر) نے آپ کو حرم الٰہی میں اپنی بیعت کے لئے بُلایا۔ مگر آپ نے ہماری وفاداری کو پورا کرتے ہوئے اُس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ پس جو لوگ آپ کے گھر میں ہیں اور جو باہر کے شہروں سے آپ کے پاس آمد و رفت رکھیں اُن لوگوں کو آپ ابن زبیر کی برائیاں اور ہماری نسبت جو آپ کا اچھا خیال اور عمدہ رائے ہے۔ سمجھاتے رہیں۔ اور ابن زبیر نے بیشک آپ کو اپنی بیعت اور اپنی اطاعت کے لیئے اس واسطے مدعو کیا ہے کہ آپ امر باطل اور جھوٹے کام میں اُس کے مددگار اور اُس کے گناہوں میں شریک ہوں۔ (ماشاءاللہ، سبحان اللہ جو بڑے دیندار اور نیک کام کرنے والے اور سچے خلافت کے حقدار ہیں)

کتاب استیعاب جلد ۲ صفحہ ۳۸۶ علامہ عبدالبر مکی۔ وقیل ان یزید امر بالخیل فجعلت تدعو تقبل علی قبرہ حتی افنی اثر قبرہ یعنی یزید نے سواروں کو حکم دیا۔ قبر پہ گھوڑے دوڑائے گئے

آپ ہماری بیعت و اطاعت میں داخل ہیں اور وفائے عہد کے پورے ہیں۔ خدا اس صلہ رحم کی جزائے خیر دے۔ میں آپ کے اس صلہ رحم اور اس نیک سلوک کو بھلانے والا نہیں ہوں۔ اور بہت جلد جس صلہ و انعام کے آپ مستحق ہیں آپ کو ادا کرونگا۔ پس آپ آنے جانے والے لوگوں کو ابن زبیر کی برائیوں اور اُسکی لقلقہ لسانی وچرب زبانی سے بچائیں۔ کیونکہ لوگ اُسکی نسبت آپ کی بات کو زیادہ سُنتے اور مانتے ہیں فقط۔

حضرت ابن عباس نے اس خط کا جواب یزید کو اس طرح تحریر فرمایا کہ "اے یزید! تیرا خط میرے پاس پہنچا۔ پس تونے جو یہ لکھا ہے کہ میں نے ابن زبیر کی بیعت تیری وجہ سے نہیں کی۔ آگاہ ہو۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے۔ میں نے کبھی تیری تعریف و ثنا نہیں کی۔ اور کبھی تجھ سے محبت و دوستی کا دم نہیں بھرا۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں اس بات کو بھلا دونگا کہ تونے حسینؑ کو قتل کیا۔ اور کیا میں بنی مطلب کے اُن نوجوانوں کی خاک و خون میں بھری لاشوں کو بھلا دونگا جن کے جسم کے کپڑے اُتار لیئے گئے۔ اور بلا کفن گرم چٹیل میدان میں چھوڑ دی گئیں۔ جن پہ گرم ہواؤں کے جھونکوں نے خاک ڈال کر پردہ پوشی کی اور جانوران صحرائی اُن کی لاشوں کی حفاظت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے ایک قوم کو اُن کے دفن و کفن کے لیئے بھیجا۔ ہاں ہاں اے یزید! میں نہیں بھولونگا۔ اور یہ کبھی نہیں بھولونگا کہ تونے حسینؑ کو حرم خدا اور حرم رسولؐ سے نکالا۔ اور تونے ابن مرجانہ کو حسینؑ کے قتل کا حکم دیا۔ میں تو خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ منتقم حقیقی بہت جلد تجھے پکڑیگا اور اپنے عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔ کیونکہ تونے اُس کے نبی محمدؐ کی عترت کو قتل کیا۔ اور اُن کے قتل پہ راضی ہوا۔ اور یہ جو تونے لکھا ہے کہ تو مجھ سے صلہ رحم کریگا، انعام و اکرام سے نہیں بھولیگا۔ پس اے شخص! اپنی اس مہربانی اور صلہ رحم کو بس اپنے پاس ہی رکھو۔ ہم آپ کی اس مہربانی و انعام سے باز آئے۔ میں نے اپنی محبت کو تجھ سے قطع کر دیا ہے۔ مجھے قسم ہے اپنی جان کی جو کچھ آپ سے ہم کو مل چکا ہے وہی ہمارے لیئے بہت ہے۔ اور یہ جو تونے لکھا ہے کہ میں لوگوں کو تیری طرف تیری اطاعت کے لیئے مائل کروں اور عبداللہ ابن زبیر سے ہٹاؤں۔ اور اُس سے برگشتہ کروں۔ پس تیرے لیئے کبھی برکت و کرامت نہ ہو۔ تو مجھ سے اپنی نصرت و امداد اور محبت کی امید رکھتا ہے۔ حالانکہ تونے میرے ابن عم کو قتل کیا۔ رسول اللہؐ کے اہلبیت کو ذبح کیا۔ جو ہدایت کے چراغ تھے۔ اور تاریک راتوں کے روشن ستارے تھے۔ جن کو تیری فوجوں کی کالی گھٹاؤں نے چھپا دیا۔ تیرے لشکروں نے تیرے حکم سے اُن کو جنگل میں ایک ایک کرکے قتل کیا۔ اور خون میں نہلایا۔

یہاں تک کہ نشان قبر مٹ گیا"۔

نیز شاہ عبدالحق دہلوی بھی اپنی کتاب مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۶۱۶ و ۶۱۷ میں یزید کی اس

کیوں اے یزید! کیا تونے بھلا دیا کہ تونے اپنے اعوان اور مددگاروں کو، اپنے آدمیوں کو اسی لیئے حرم الٰہی میں، خانۂ کعبہ میں بھیجا کہ حسینؑ کو حرم خدا میں کعبۃ الٰہی میں ہی قتل کر دیں۔ اور تو ہمیشہ حسینؑ کو برابر ڈراتا رہا۔ یہاں تک کہ تونے حسینؑ کو عراق چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ یہ سب کچھ اس لیئے کیا گیا کہ تیرے دل میں عداوت الٰہی، دشمنیٔ رسولؐ اور اُس کے اہلبیت اطہار سے۔ جن کی شان میں خدا نے آیۂ تطہیر نازل فرمائی بغض بھرا ہوا ہے۔ اس آیۂ تطہیر کے مصداق ہم ہی ہیں، نہ کہ تیرے باپ دادا۔ جو جفا کار ظالم و کافر اور فاجر، دشمن خدا و رسولؐ تھے۔ پس ان کرتوتوں اور ان افعال و سلوک پر تو مجھ سے اپنی محبت کا طالب ہو سکتا ہے؟

اے یزید! سب سے زیادہ عظیم اور شدید شماتت اور بڑی بُرائی تیری یہ ہے کہ تونے رسولؐ کی بیٹیوں، بچوں اور اُن کے اہل حرم کو سر برہنہ قیدی بنا کر عراق سے شام میں اس لیئے بُلایا کہ لوگوں پر اپنا غلبہ اور تسلط و قہاری کا نظارہ دکھلائے۔ کہ تو کیسا آلِ رسولؐ پر غالب اور مسلط ہو گیا ہے۔ اور ہم آل محمدؐ ذریت رسول الٰہی کیسے تیرے مغلوب و مقہور ہو گئے ہیں۔ اور تو خیال و گمان کرتا ہے کہ اس طرح پر تونے آلِ رسول سے اپنے اُن کافر و فاجر بزرگوں کے خون کا بدلا لے لیا ہے۔ جو بدر کے روز قتل کیئے گئے تھے۔ اور تونے اس امر کو (یعنی قتل حسینؑ، معرکۂ کربلا، اسیری آل محمدؐ) اُس عداوت و دشمنی کا انتقام ظاہر کیا جس کو تو چھپائے ہوئے تھا۔ اور جو تیرے دل میں دبی ہوئی چنگاری کی طرح چھپی ہوئی تھی۔ الخ"۔

علامہ سبط ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ جب یہ خط یزید نے پڑھا تو سخت برافروختہ ہوا۔ اور ابن عباس کے قتل کا ارادہ کیا۔ مگر ابن زبیر کے ساتھ معرکۂ جنگ میں مشغول ہو کر قتل ابن عباس کی تدبیر نہ کر سکا (تذکرۂ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۵۵ و ۱۵۶ میں یہ خط مفصل لکھا ہے جس کا خلاصہ ہم نے یہاں درج کیا ہے مفصل خط کو اگر کوئی صاحب دیکھنا چاہیں تو کتاب مذکور میں دیکھ سکتے ہیں)۔

علامہ ابن اثیر نے بھی اپنی تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۶۲ میں اس خط و کتابت کو درج کیا ہے۔ قریب قریب خفیف کمی بیشی کے ساتھ ایسا ہی مضمون ہے جیسا کہ سبط ابن جوزی نے لکھا ہے۔ اور اس میں یہ فقرہ بھی آخر میں زیادہ ہے کہ اے یزید تونے میرے باپ کی اولاد (بھائی) کو قتل کیا۔ تیری تلوار سے وہ خون ٹپکتا ہے۔ میں احق ہوں کہ تجھ سے اپنا خون بہا اور انتقام لوں۔

خباثت کا ذکر فرماتے ہیں۔ "چوں والی گردانید معاویہ یزید را بر جیش قسطنطنیہ می گفت ابو ایوب چہ شد مارا کہ امیر گردانیدہ شد بر ما جوانان و گفت گفتہ است خدائے عزوجل انفروا خفافا وثقالا پس مریض شد در آں غزوہ"۔ پھر انتقال اور دفن کا حال تحریر فرما کر لکھتے ہیں کہ "امر کرد یزید مردم را کہ برانند اسپان را بر قبر وے در آمدن و رفتن تا نماند اثرے از قبر وے۔ سروایت کردہ مجاہد ظاہر ایں را ز برائے آں کردہ باشد کہ تا دست درازی نکنند بقبر ابو ایوب و نبش نکنند آں را"۔ مگر شاہ صاحب اپنا خیال یہ لکھتے ہیں کہ "ایں از جملہ خباثت و شنائع اعمالِ او بود کہ سابقاً عداوت داشت با وے"۔

واہ واہ سبحان اللہ! کیا یہی دین اسلام ہے اور یہی مسلمانوں کی امارت اور خلافت ہے؟

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد — آہ اگر از پسِ امروز بود فردائے

بنی امیہ۔ یزید اور واقعہ کربلا و مدینہ و مکہ معظمہ کی تباہی کی بابت مورخین یورپ کے بیانات

نیز بنی امیہ، امیر معاویہ اور یزید کے ان حالات و کیرکٹر کے بارے میں قتل و شہادت حسینؓ اور مکہ معظمہ، مدینہ منورہ کی تباہی و بربادی کے متعلق محققین اہل یورپ نے جو کچھ اپنی تصنیفات میں درج کیا ہے اُسکو بھی

اسیر مغرور! نہ ہو کہ آج تو ہم پر غالب آگیا ہے۔ ضرور ہی ایک دن ہم بھی تجھ پر غالب ہونگے۔

حضرت ابن عباس نے اپنے اس خط میں یزید کے متعلق اُن تمام الزاموں اور جرموں کی تصدیق فرمائی ہے کہ جو یزید پر عائد ہوتے ہیں۔ اور جن کی صفائی کے لیے ہوا خواہان یزید بڑے زور شور سے انکار کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ یزید قاتل حسین ہے یزید نے حسین کو قتل کرایا۔ یزید نے حسین کو مکہ و مدینہ سے نکالا۔ یزید نے اپنے آدمی حسین کے قتل کے لیے مکہ میں بھیجے۔ یزید نے اہلبیت اطہار، ذریۃ رسولؐ کو سر برہنہ قیدی بنا کر شام میں بُلایا۔ یزید دشمن خدا و رسول ہے۔ یزید نے آل محمدؐ سے کشتگان بدر کا بدلا لیا۔ یزید کافر ہے۔

پروفیسر ایڈورڈ براؤن نے بھی اپنی کتاب تاریخ علم ادب ایران (لٹریری ہسٹری آف پرشیا) کی جلد اول صفحہ ۲۲۸ میں مکہ میں عبداللہ ابن زبیر اور نیز مختار کے خروج، یزید و بنی امیہ کے برخلاف بغاوتوں کو شہادت حسینؓ، واقعہ کربلا کے اثرات کا نتیجہ بتلایا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ "عبداللہ ابن زبیر کی بغاوت جس نے نو سال تک خود مختارانہ حیثیت سے بطور خلیفہ ارض مقدس (مکہ و مدینہ) پر تسلط رکھا (از سنہ ۶۸۳ء تغایت سنہ ۶۹۲ء) اور مختار کے اس سے بھی زیادہ خروج نے جو کامیابی حاصل کی از سنہ ۶۸۳ء

ملاحظہ فرمایا جاوے۔

ہم یہاں صرف موجودہ دنیائے مغرب کے سب سے بڑے محقق اور عالم علوم مشرقیہ پروفیسر ایڈورڈ براؤن نے جو بنی امیہ اور معاویہ و یزید کے اسلام پر مسلط ہو جانے کا ذکر کرتے ہوئے اپنی شہرہ اور معرکۃ آرا تصنیف تاریخ علم ادب ایران (لٹریری ہسٹری آف پرشیا) میں درج فرمایا ہے۔ اُس کے چند اقتباسات کو اپنے ناظرین کی دلچسپی کیلئے درج ذیل کرتے ہیں۔

فاضل مذکور اپنی اس کتاب جلد اوّل کے صفحہ ۲۲۴ پر لکھتے ہیں۔

"بنی امیہ کی یہ نصرت و فیروزی جیسا کہ ڈوزی (Dozy) لکھتا ہے۔ دراصل اُس جماعت کی نصرت و فیروزمندی تھی جو باطن میں اسلام کے جانی دشمن تھے۔ اور رسول عربیؐ کے سخت ترین دشمنوں کی اولاد جو دل سے بدستور اپنے کفر کی حالت پر قائم تھے اُس کے جائز جانشین اور خلیفہ کہلانے کے دعویدار ہوئے۔ اور جن لوگوں نے اُن کی بدعتوں کے خلاف ذرا بھی لب کشائی کی جرأت کی اُنکو تلوار کے زور سے خاموش کر دیا گیا۔ خود معاویہ کے عہد میں عام بے چینی کا سبب معلوم کرنا کسی طرح دشوار نہ تھا کیونکہ امیر مذکور نے اپنے دربار واقع دمشق کی شان و شوکت قائم کر کے اور اپنے اور اپنی حقیر رعایا کے درمیان حدود فاصل نصب کر کے اپنے نبیؐ کے خلفائے اوّلین کے رویّہ کے خلاف قیصر روم اور شاہان فارس کے جاہ و جلال کی تقلید شروع کر دی تھی۔ طبیعت کے اسی رنگ میں اُس نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور اس تحریر مطبوعہ نامزدگی کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ارض پاک کے باشندوں سے زبردستی منوایا گیا۔"

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۶ پر یزید کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:۔

"اس امر کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ یورپین مورخین میں بھی یزید کے حامی و مددگار پائے جاتے ہیں جن میں سے بعض کی طبیعت کا اقتضا جمہور کی رائے کے خلاف چلنا ہے۔

لغایت ۶۸۷ء و حسینؑ اور اُس کے اقربا کے خون کا انتقام لینے کی عام خواہش پیدا ہو گئی تھی جو نہ صرف شیعیان علیؑ ہی میں بلکہ اکثر خارجی فرقہ کے مسلمانوں تک میں پائی جاتی تھی۔ یزید کی فوج کے ہاتھوں مدینہ منورہ کے قتل و غارت میں (۶۸۲ء) اسّی جلیل القدر اصحاب رسولؐ اور سات سو حفاظ قرآن مجید تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے۔ ان شہیدوں کا خون اور خانہ خدا کی بے حرمتی زبان حال سے انتقام کے لئے

پکار اُٹھی۔ ۱۲

درحقیقت اُس کی شکل و صورت نفرت انگیز نہ تھی۔ وہ ایک بدویّہ ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا صحرا کی کھلی ہوا میں اُس نے پرورش پائی شکار کا بڑا ماہر اور شفیقتہ اور ایک بلیغ شاعر اور عاشق جانباز تھا۔ شراب اور دیگر لہو و لعب کا متوالا اور رقص و سرود کا دلدادہ، مذہب سے کوسوں دور تھا۔ ہم اس کے متعلق رائے قائم کرتے وقت اس کے الحاد اور اُسکی عیش پرستی اور اُس کے اسراف بیجا کو نظر انداز کر کے اُس کے رونے زیبا اشعار پسندیدہ اور شاہانہ تجمل اور اس کے زندگی کو زندہ دلی سمجھنے کو پیش نظر رکھتے۔ اگر کربلا کا درد انگیز واقعہ اُس کے دامن پر سیاہ داغ نہ چھوڑتا۔ الفخری کہتا ہے اُس کا عہد حکومت صحیح حساب کی رو سے تین سال چھ ماہ ہوتا ہے۔ پہلے سال اُس نے حسین ابن علی علیہما السلام کو شہید کیا۔ دوسرے سال اس نے مدینۂ منورہ پر چڑھائی کی اور تین روز تک تاخت و تاراج کیا۔ اور تیسرے سال خود خانۂ خدا پر فوج کشی کی"۔ ان ہر سہ مظالم میں سے کربلا کے حادثہ نے بالخصوص دنیائے اسلام میں ایک خوفناک سنسنی پھیلادی جس شخص کے دل میں درد کی جگہ ہو اور وہ اس واقعہ کے حالات کو پڑھے تو ممکن نہیں کہ اُس کا دل نہ پسیجے۔ یہ واقعہ شرعی گناہ یا قانونی جرم ہی نہ تھا بلکہ ایک بہت بڑی سیاسی غلطی تھی جس کے سبب سے یزید اور اُس کے نالائق و کمینہ احباب ابن زیاد، شمر وغیرہ نے جن اشخاص کے دلوں میں رسولِ خدا کی محبت جاگزیں تھی یا جو مذہب کی کچھ پروا رکھتے تھے خاندان بنی امیہ کے ساتھ اُن کی محبت یا وفاداری تو کیا خاک کیونکہ وہ پہلے سے ہی مفقود تھی۔ مگر اب سب کے صابرانہ سکوت اور رواداری کے رویّہ کو بھی ہمیشہ کے لیے تبدیل کر ڈالا"۔

یہی وہ واقعات اور اسباب ہیں کہ جن کو محسوس کر کے اور دیکھکر یزید کو لوگوں کی عام ناراضی اور ملک اور سلطنت کے ہاتھ سے نکل جانے اور جان کا خوف پیدا ہوگیا۔ اور اس لیے اپنے آپ کو قتل حسینؑ کے الزام سے بری کرنے اور دوسروں کی گردن پر ڈالنے کی کوشش اور اسیران آلِ محمدؐ امام زین العابدین علیہ السلام سے ظاہری نرمی کے سلوک کرنے شروع کیے تھے جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے ولما قتل الحسين وبنوابيه بعث ابن زياد برؤسهم الى يزيد فسر بقتلهم اولا ثم ندم لما مقته المسلمون على ذلك وابغضه الناس وحق لهم ان يبغضوه صفحہ ۲۰۸۔
(اردو) یعنی جب حسینؑ اور اُن کے عزیز و قریب قتل کیے گئے اور ابن زیاد نے ان شہیدوں کے سر یزید کے پاس بھیجے تو اول یزید ان کے قتل سے خوش ہوا۔ مگر پھر جبکہ مسلمانوں اور عام لوگوں نے اس پر اُس سے نفرت اور ناراضی کا اظہار کیا تو نادم ہوا۔ اور بیشک لوگوں کا ناراض ہونا اور بگڑنا حق تھا"۔

ہم انشاء اللہ حصۂ دوم میں اس مسئلہ کو اور اچھی طرح پر روشن کرینگے)۔

پروفیسر براؤن کے نزدیک جو اثر واقعۂ کربلا سے دنیائے اسلام پر ہوا۔ اُس کو وہ سر ولیم میور کی زبان سے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۸-۲۲۷ پر بطور فٹ نوٹ بیان کرتے ہیں۔ "سر ولیم میور کہتا ہے۔ کربلا کے حسرتناک واقعہ نے خلافت ہی کی قسمت کا فیصلہ نہیں، بلکہ مسلمانوں کی اُن سلطنتوں کی قسمت کا بھی فیصلہ کر دیا ہے جو ایک عرصۂ دراز کے بعد جبکہ خلافت بالکل کمزور ہو کر نا پدید ہو گئی تھی قائم ہوئی تھیں۔ کیا وہ شخص جس نے اُس غمناک رات کا نظارہ کیا ہے۔ جو ہر سال ہر ملک کے مسلمان انتہائے رنج و غم سے سینہ کوبی کرتے ہوئے اور حسن حسین، حسن حسین کے ان تھک نعرے لگاتے ہوئے بسر کرتے ہیں۔ اس دو دھاری اور تیز جگر دوز تلوار کو پہچانے بغیر رہ سکتا ہے۔ جو بنی امیہ کے خاندان والوں نے اپنے دشمن کے ہاتھوں میں اس طرح اپنے برخلاف مہیا کر دی ہے"۔

پھر پروفیسر براؤن صفحہ ۲۳۱ میں بنوامیہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ڈوزی ایک مشہور فرانسیسی مورخ نے کیا خوب لکھا ہے۔ اس طرح "اس گروہ یعنی بنی امیہ نے جو اسلام کا ہمیشہ سے جانی دشمن تھا جب تک ہر دو مقدس مقامات کو تباہ و تاراج نہ کر لیا مسجد مدینہ کو اصطبل نہ بنا لیا اور خانۂ خدا کو جلا کر خاک نہ کر دیا اور اُن مسلمانوں کی اولاد کو جو اول ایمان لائے تھے طرح طرح کی اذیتیں نہ دے لیں آرام نہ لیا۔ قبائلِ عرب نے جن کو کہ تھوڑے سے اشخاص نے مغلوب کر کے اسلام میں داخل کیا تھا انہی کم تعداد اشخاص سے سخت بدلا لیا۔ خاندان بنی امیہ کی حکومت کا زمانہ محض کفر و الحاد کی فتح و نصرت کا زمانہ ہے۔ خاندان بنی امیہ کے خلفاء باستثناء ایک ذات واحد کے سب یا تو مذہب سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے یا کافر تھے۔ ان میں سے ایک نے تو (ولید دوم) یہاں تک زیادتی کی کہ اپنی کنیزوں سے نماز جماعت ادا کرا دی۔ اور قرآن کو تیروں کا نشانہ بنایا" صفحہ ۲۳۱۔

(ہم بنی امیہ کے ان بادشاہوں کے حالات اسلامی و دینداری پر انشاء اللہ حصۂ دوم میں خوب روشنی ڈالیں گے)۔

نیز ڈیکیو سیڈی لاٹ نامور فرانسیسی مورخ اپنے ایک فصیح و بلیغ فقرہ میں حسینؑ اور بنی امیہ دونوں کے کیریکٹر کو کس خوبی سے ظاہر کرتا ہے۔ دی ہسٹری آف سارسینز میں آنریبل مسٹر امیر علی نے صفحہ ۸۴ پر درج فرمایا ہے۔

" The only quality, says Sédillot, "that he lacked was the

spirit of intrigue which characterized the descendants of Ommeya."

"یعنی سیدی لاٹ بیان کرتا ہے کہ حسین میں اگر کمی تھی تو صرف اس بات کی کہ حسینؑ اُن مکر و فریب، سازشی چال بازیوں سے محروم تھے جو خاندان بنی امیہ کی موروثی صفات ہیں۔"

پس اب ہم اپنے انصاف پسند ناظرین اور نبی کے کلمہ گویوں مسلمان بھائیوں سے بادب پوچھتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ شخص جو حسینؑ سا معصوم، پاک و طاہر نفس اور برگزیدۂ خدا، توحید الٰہی کا عاشق، اسلام کا دلدادہ، خیر و برکت کا متوالا، حق و صداقت کا پتلا، اور نانا کے دین کا رکھوالا ہو اُس سے یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ یزید جیسے نجس و ناپاک، فاسق و فاجر، شرابی و بدکار کی بیعت و اطاعت کر کے اسلام کی صداقت و حقانیت پر دھبہ لگائے۔ اور نانا کے دین کو، شریعتِ محمدیؐ کو دنیا سے مٹ جانے دے۔ اور یزید کی فرمانبرداری اور خلافت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالکر مسلمانوں کا امیر اور رسول الٰہی کا خلیفہ اور اسلام کا پیشوا مان لے کہ جس سے یزید کا کیرکٹر بحیثیت خلیفۂ رسولؐ و امیر المومنین و مسلمین کہلانے کے اسلامی کیرکٹر اور اُس کے افعال بد اسلامی افعال اور دین محمدیؐ کے اصول اور سیرت نبوی سمجھی جاکر احکام اسلامی۔ کتاب الٰہی اور سنتِ نبوی دنیا سے مٹ جائے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بیشک ؎

شاہ است حسینؑ و بادشاہ است حسینؑ — دین است حسینؑ و دیں پناہ است حسینؑ
سر داد و نداد دست در دست یزید — حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

القصہ ولید یزید کے مندرجۂ بالا فرمان پہنچنے پر مروان کی موجودگی میں رات کے وقت حسینؑ کو بلاتا ہے حسینؑ بے تکلف تشریف لیجاتے ہیں۔ حسینؑ کو یزید کا حکمنامہ سنایا جاتا ہے۔ حسینؑ فرماتے ہیں کہ تم بھی غور کرو اور ہم بھی سوچیں گے کہ یزید خلافت رسولؐ کا اہل ہے یا نہیں۔ اور ہم اگر بیعت کریں گے تو پوشیدہ طور پر رات کے اندھیرے میں نہیں کرینگے۔ بلکہ مردانہ وار صبح کو سب کو بلاؤ ہم بھی آجائیں گے۔ اور اُس وقت دیکھا جاویگا۔ ولید اس کو تسلیم کرتا ہے اور حسینؑ واپس تشریف لے آتے ہیں۔ مگر مروان کا ولید پر اصرار ہے کہ بموجب حکم یزید یا تو حسینؑ اس وقت بیعت کرلیں۔ ورنہ قتل کردو۔ یا گرفتار کرلو۔ اور اس وقت سے نہ چوکو۔ پھر حسینؑ کو نہ پاؤگے۔ مگر ولید اس کی جرأت نہیں کرسکتا۔ (تفصیل کے لیئے تاریخوں اور مقتل حسینؑ کی کتابوں، تاریخ طبری، تاریخ کامل اور تاریخ احمدی مؤلفہ جناب نواب شیخ احمد حسین خاں صاحب رئیس پرایانوں ضلع پرتاب گڑھ میں ملاحظہ ہو)

مدینہ سے حسینؑ کی روانگی

پس جب اسلام پر اور نانا کے دین پر نازک وقت اور مصیبت

کا زمانہ آیا۔ اور حسینؑ پہ زور دیا گیا اور مجبور کیا گیا۔ کہ یا تو بیعت یزید کر لیں ورنہ قتل و گرفتار ہوں۔ تو نانا کا یہی نواسہ ناز پروردہ فرزند اُسی مبلغ اوّل کا جان و جگر جس کی شان حسین منی و انا من الحسین ہے بیقرار ہو کر اُٹھا۔ نانا کے روضہ پہ گیا۔ قبر اطہر سے لپٹ کر رویا۔ آنسوؤں کی چادر چڑھائی۔ فاتحہ کے پھول برسائے درود و سلام کے گلدستے نذر کیے۔ اور عرض کی۔ نانا جان! آج وہ زمانہ آگیا ہے جس کی خبریں آپ نے دی تھیں: یہ وہی وقت ہے جس کے لیے آپ نے پالا تھا۔ گودیوں میں کھلایا تھا۔ سینہ پہ سُلایا تھا۔ اور زبان چوسا کر پرورش کیا تھا۔ نانا! آپ کے پیارے دین پر، آپ کے اسلام پر، توحید الٰہی پہ مصیبت کا وقت آگیا ہے۔ نانا! میں آخری رخصت کو آیا ہوں۔ جو حکم آپ نے دیا ہے۔ جو کام آپ نے مجھے فرمایا ہے۔ لیجیے اُس کی تکمیل کے لیے، اُس کی تعمیل کے لیے آپ کا پیارا گود کا پالا حسین جاتا ہے ؎

روضۂ اقدس میں گونج اُٹھی یہ آوازِ حزیں — السلام اے مخبرِ صادق شفیع المذنبیں
السلام اے آیۂ عظمیٰ و فخرِ انبیا — السلام اے ہادیِ دیں رحمۃ للعالمیں

الوداع اے تاجدارِ ساحتِ قدس و کمال
الفراق اے مالکِ گلزارِ فردوسِ بریں

(ہلال محرم سید علمدار حسین صاحب واسطی سلمہ)

نانا! پیارے نانا! میں مٹ جاؤں گا مگر آپ کے دین پر اور اسلام پر دھبہ نہ آنے دونگا۔ پیاسا گلا کٹاؤں گا ذبح ہو جاؤنگا۔ بیٹے قربان کرونگا۔ دودھ پیتے بچوں کی قربانی چڑھاؤں گا۔ بھانجے دونگا۔ بھتیجے دونگا۔ بھائیوں کے شانے کٹیں گے۔ خون میں ڈوبیں گے۔ دوست و احباب کو فدا کرونگا۔ بہنوں کی چادریں چھنیں گی۔ زینب و کلثوم کے ہاتھ رسّی سے بندھیں گے۔ سکینہ طمانچے کھائے گی۔ زین العابدین بیڑیاں پہنیں گے۔ سب کچھ منظور کرونگا۔ مگر یزید فاسق و فاجر کی بیعت کر کے آپ کے پیارے دین کو، آپ کے اسلام کو شرمندہ نہ ہونے دونگا۔ نانا! بیشک میں نہ ہونگا۔ مگر آپ کا دین ہوگا۔ اسلام ہوگا۔ توحیدِ الٰہی ہوگی۔ اور کلمۂ توحید ہوگا۔ میرے خون کے قطرے جہاں جہاں گرینگے۔ توحید کے چمن کھلائیں گے۔ اسلام کے باغ لگائیں گے۔ دینِ احمدی کو چمکائیں گے۔ اسلام محمدی کو روشن کرینگے۔ میرا کٹا ہوا سر نیزوں کی نوکوں پہ۔ خولی کے تنور میں۔ درختوں کی شاخوں پہ۔ راہب کے صومعہ میں کوفہ کے گلی کوچوں میں۔ شام کے بازاروں میں۔ یزید کے درباروں میں۔ دمشق کے دروازوں پہ قصبوں میں، شہروں میں۔ پہاڑوں میں۔ جنگلوں میں۔ بیابانوں میں۔ صحراؤں میں تبلیغ اسلام کرونگا۔ خدا کے نا

منائیگا تکبیر کے نعرے لگائیگا اور غافل دنیا کو جگائیگا۔ نانا! آپ کی دعا، آپ کی روحانی امداد میرے شاملِ حال ہو۔ آپ کا یہ حسینؑ، آپ کا یہ فدیۂ الٰہی قربان گاہ توحید میں سرخرو اور مقبول ہو جائے۔ اور میں اس عشقِ الٰہی کی مہم کو سر کر لوں ؎

نانا جان آج آپ کے قدموں سے ہوتا ہوں جدا — کیجئے بندۂ خادم کے لیے اب یہ دعا
غربت و صحرا نوردی کے مصائب جھیل لوں — بخشیو نکا قوم کی لب پہ نہ آئے کچھ گلا
بھوک ہو یا پیاس ہو خیمے جلیں یا گھر لٹے — ہر مصیبت ہر صعوبت پر کروں شکرِ خدا
ہوں قلم عباس کے بازو تو مجھ کو حس نہ ہو — قلب کبر گر چھدے اُف سے نہ لب ہوں آشنا
بھیج دوں ابن حسنؑ کو آپ مرنے کے لیے — اور کمائی خواہر ناشاد کی دوں خود لٹا
جب نہ باقی کچھ رہے اصغر کو تب لیکر بڑھوں — یہ قربانی ہو جو دے سوتی دنیا کو جگا
چادر خواہر کوئی مانگے تو خود حاضر کروں — آہ تک منہ سے نہ نکلے ہو جو بیٹی پر جفا
ہاتھ سے اپنے پنھادوں بیڑیاں سجادؑ کو — خود بھی شہروں میں پھروں اندو کا لیکر قافلا
جو بھی ہو منظور، آنچ آئے نہ پر اسلام پر — دور کر رکھدوں تہِ تیغ آپ ہی اپنا گلا
ان شدائد ان مصائب پر رہوں ثابت قدم — میرے اس عزم و ارادے میں نہ فرق آئے ذرا
آئی آواز آہ! بس خاموش اے جانِ پدر — ہو گیا زخمی جگر، بن کر لہو دل بہ گیا

کر چکا مقبول تیری التجا ربِ جلیل
نحرِ اسمٰعیل تو ہے اور میں فخرِ خلیل

(از کلام جناب میرزا علمدار حسین صاحب واسطی بھرتی)

زیارت وداع پڑھ کر آنسوؤں کے موتی برسائے۔ بصد حسرت و یاس نانا کی قبر سے اُٹھے۔ گھر پر پہنچے۔ قافلہ تیار ہوا۔ الوداع والفراق کے نالے آسمان تک پہنچے۔ مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ نانی ام سلمہ رض روتی ہوئی آئیں۔ گود کے پالے کو کلیجے سے لگایا اور فرمایا۔ اے رسولؐ کی نشانی! اے پیارے حسینؑ! عراق کو نہ جاؤ۔ میں نے تمہارے نانا رسولِ الٰہی سے سُنا ہے۔ رسول اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ پیارا فرزند حسینؑ سرزمین عراق پر کربلا کے میدان میں قتل کیا جائیگا۔ حسینؑ فرماتے ہیں۔ اے اماں! خدا کی قسم میں خود جانتا ہوں اِنّی مقتول لا محالہ میں ضرور قتل کیا جاؤنگا۔ میں اُس زمین کو بھی جانتا ہوں اُس مقام کو بھی پہچانتا ہوں کہ جہاں قتل ہونگا۔ کون مجھے قتل کریگا۔ کہاں میرا خون بہیگا۔ کون کون عزیز قریب۔ دوست احباب میرے ساتھ خون میں نہائیں گے۔ شہیدِ راہِ الٰہی ہونگے۔ کس روز قتل ہونگا اور کہاں دفن ہونگا۔ مجھے سب معلوم ہے۔ مشیت الٰہی میں یہی ہے کہ میں نانا کے دین پر خدا کے اسلام پر

قربان ہو جائیں۔ قتل کیا جاؤں۔ اور شہید راہِ الٰہی ہوں۔ میرے اہلبیت قید و اسیر ہوں۔ بنی امیہ کے ظلم و جور سہیں۔ بچے ذبح ہوں۔ عزیز۔ احباب خون میں ڈوبیں اور حق کی صدائیں بلند ہوں۔ نانا کا دین روشن ہو۔ اور حق و باطل میں تمیز ہو جائے۔ نانی جان! قسم ہے خدا کی۔ اگر میں عراق کو نہ بھی جاؤں اور یہیں رہوں تب بھی یہ ظالم بنی امیہ مجھے ضرور قتل کرینگے۔ اور ایک خاک کی مٹھی نانی کو دیکر عرض کرتے ہیں، لو نانی! یہ مٹی میری قتلگاہ کی ہے۔ اسے بھی اُسی مٹی کے ساتھ جو نانا نے آپکو دی ہے اور فرمایا ہے کہ جب یہ مٹی سُرخ ہو جائے اور خون تازہ اُس سے اُبلے تو سمجھ لینا کہ میرا پیارا حسینؑ شہید ہو گیا پس وہ مٹی نانا نے دی تھی۔ یہ نواسہ دیتا ہے۔ اسے بھی ایک شیشے میں رکھیئے۔ اور جب یہ سُرخ ہو جائے اور اس سے خون جوش مارے تو یقین فرمالیجئے کہ میں قتل ہو گیا۔

مدینہ سے حسینؑ کی روانگی کا دن آلِ محمدؐ کے لیئے قیامت کے دن سے کم نہیں۔ مدینہ میں ایک محشر بپا ہے۔ در و دیوار سے رونے کی آوازیں آرہی ہیں۔ الفراق، الوداع کی صدائیں بلند ہیں۔ بچے بلک رہے ہیں۔ بیوائیں تڑپ رہی ہیں کہ بیووں کا پرستار۔ یتیموں کا غمگسار۔ غریبوں کا مددگار۔ فاطمہ کا چاند۔ علی کا نورِ نظر۔ رسول کا راحتِ جان۔ مکہ کا والی۔ مدینہ کا وارث۔ مسجد کی زیب۔ منبر کی زینت۔ روضۂ رسولؐ کا مجاور نانا کی قبر سے جُدا ہوتا ہے۔ بنی ہاشم کے گھر ویران ہو رہے ہیں ؎

اُجاڑ ہو گیا گھر فاطمہؑ کا بعد حسینؑ ستم اُٹھا کے مکیں چل بسے مکاں نہ رہا

ہر طرف اُداسی چھا رہی ہے۔ فراقِ حسینؑ سے ہر ایک دلفگار ہے۔ ہر ایک آنکھ اشکبار ہے۔ فاطمہ زہرا کے پھول گلزارِ محمدی سے کوچ کر رہے ہیں شہیدانِ راہِ خدا قربان گاہِ توحید کو جا رہے ہیں ؎

دھوم ہے قربان گہ کو دیں کا شہزادہ چلا روحِ اخلاص و دیانت پیکرِ صدق و صفا
یثرب و بطحا پکار اُٹھے زبانِ حال سے اے خوشا طالع ترا میدانِ ارضِ کربلا
ذرّہ ذرّہ کربلا کا ہوگا رشکِ آفتاب سطح جا تراب بنیگی روکشِ اوجِ حرا
جس شہادت کے مظاہر ہو گئے خاصانِ حق اُسکی تکمیل آج ابنِ فاطمہؑ کرنے چلا
قصۂ ایوبؑ و اسماعیلؑ و یحیٰؑ و مسیحؑ تھے فقط تمہید ہے شبیرؑ اصلِ مدعا
اس شغف سے کر رہے ہیں آپ استقبالِ موت گویا اب بڑھ کر اُسے لیتے ہیں سینہ سے لگا
اب وطن کچھ بھی ہے اور کچھ نہ یارانِ وطن دامنِ دل کھینچتا ہے جذبۂ شوقِ لقا
رات دن ہوتی رہی ہیں کوچ کی تیاریاں اسطرح گویا نہ لوٹیگا کبھی یہ قافلہ

مضطرب ہیں اور ہے یہ انتہائے آرزو جلد ہو جائے وصال اور ہو چکے وعدہ وفا

پیکرِ روحانیت انسان کامل ہے حسینؑ

کیوں نہ ہو محبوبِ حق کی جان ہو دل ہو حسینؑ

(دلدالِ حرم سید علمدار حسین صاحب واسطی بنوڑی)

دیکھو! جس طرح موسیٰ عمران بحکمِ الٰہی فرعون کے خوف سے مصر کو چھوڑتے ہیں اسی طرح موسیٰ محمدی، حسینؑ مظلوم، فرعونِ امتِ محمدی یزید اموی کے حکمِ قتل و گرفتاری سے مجبور ہو کر تلاوت آیۂ کلام مجید فخرج منہا خائفا یترقب فرماتے ہوئے مدینۂ رسولؐ کو چھوڑتے ہیں ؎

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید — این دو قوت از حیات آید پدید

زندہ حق از قوتِ شبیری است — باطل آخر داغ حسرت میری است

پس نانی کو روتے پیٹتے، مادر حضرت عباس ام البنین کو تڑپتے، سب کو تسلی تشفی دیتے، صبر کی تلقین فرماتے، محمد حنفیہ و عبداللہ جعفر بھائیوں کو بہ رنج و الم رخصت کر کے بہنوں، بیبیوں، بیٹوں، بیٹیوں، بھائیوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں و اہلبیت نبوی کو ساتھ لیکر یہ غربت زدہ قافلہ مدینہ سے مکہ کو خانہ خدا میں پناہ لینے کے لئے روانہ ہو جاتا ہے اور مکہ معظمہ خدا کے گھر میں پناہ لینے کے لیے آیۂ قرآنی لما توجہ تلقاء مدین قال عسیٰ ربی ان یھدینی سواء السبیل تلاوت فرماتے ہوئے داخل ہو جاتے ہیں (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۸) یزید کا حاکم، مکہ کا گورنر عمرو بن سعید اشدق دریافت کرتا ہے کہ آپ مدینہ سے مکہ کیوں آئے ہیں؟ حسینؑ فرماتے ہیں عائذ اباللہ وھذا البیت خدا کے اس گھر بیت خدا کی پناہ لینے کے لیے آیا ہوں۔ دیکھو تذکرہ علامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۳۵۔ خرج الحسین من المدینۃ وھو یقرأ فخرج منہا خائفا یترقب فلما دخل مکۃ فقال لہ عمرو بن سعید ما اقدمک فقال عائذ اباللہ وھذا البیت واقام الحسین بمکۃ ولما بلغ یزید ما صنع الولید عزلہ عن المدینۃ وولاھا عمرو بن سعید الاشدق حسینؑ مدینہ سے فخرج منہا خائفا یترقب تلاوت فرماتے ہوئے نکلے۔ اور جب مدینہ میں داخل ہوئے تو عمرو سعید نے پوچھا۔ آپ یہاں کیوں آئے ہیں تو حسینؑ نے فرمایا خدا اور اس گھر کی پناہ میں اور حسینؑ مکہ میں مقیم ہو گئے۔ جب یزید کو معلوم ہوا (کہ حسینؑ چلے گئے۔ اور ولید نے حسینؑ سے نہ بیعت لی اور نہ قتل و گرفتار کیا) تو یزید نے ولید کو اس جرم میں کہ حسینؑ کو کیوں جانے دیا، حکومت مدینہ سے معزول کر دیا اور مدینہ کی حکومت بھی عمرو سعید اشدق کو تفویض کی گئی۔

حسینؑ کا مکہ میں قیام

حسینؑ خانۂ خدا میں پناہ لیکر مقیم ہو جاتے ہیں۔ حج کا موسم قریب آ رہا ہے۔ مسلمانوں کا اجتماع، حاجیوں کا مجمع مکہ میں بڑھ رہا ہے۔ بزرگانِ اسلام۔ سربرآوردہ مسلمان۔ اصحاب رسولؐ کی اولاد۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور عبداللہ زبیر جیسے بڑے بڑے لوگ مکہ میں موجود ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ عبداللہ ابن زبیر حسینؑ سے پہلے ہی ولید کے بلانے پر اُسی رات کو لیکے چھپ کر صرف اپنے بھائی جعفر کو ساتھ لیکر غیر معروف راستہ سے پوشیدہ طریق پر مدینہ سے مکہ کو بھاگ گئے تھے (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۸) اور بقول خواجہ حسن نظامی صاحب "مکہ میں ابن زبیر نے لڑائی کا سامان کر رکھا تھا۔ مگر حضرت امام حسینؑ نے ان کی شرکت نہ فرمائی اور علیحدہ ایک جگہ ٹھیر گئے" (محرم نامہ صفحہ ۱۳۲) بیشک حسینؑ کا مقصد نہ فتنہ و فساد ہے اور نہ حکومت و سلطنت کی لالچ اور نہ خلافت کی خواہش حسینؑ کو صرف مسلمانوں کی بہبود مدنظر ہے۔ اور امت کی فلاح اور نانا کے دین کی حفاظت مقصود ہے حسینؑ کو فقط محبت و یادِ الٰہی سے کام ہے۔ ورنہ واقعی اگر حسینؑ کو خلافت و حکومت کی خواہش ہوتی سلطنت و دولت کی آرزو رکھتے تو مکہ میں ہی بیٹھ کر یزید سے جنگ اور لڑائی کا انتظام بآسانی فرما سکتے تھے۔ اور حجاز کا مالک اور خلیفہ بن جانا حسینؑ کے لیئے کچھ مشکل نہ تھا۔ کیا بلحاظ ذاتی اوصاف و سیرتِ نبوی اور کیا بلحاظ تعلقات رسالت حسینؑ ہر طرح خلافت رسولؐ اور مسلمانوں کی امارت و حکومت کے بہترین اہل اور مستحق تھے۔ اور بیشک اپنے نانا رسولؐ عربی کا اصلی جانشین، خلافت کا مالک، سلطنت محمدیؐ کا حقیقی وارث، خدا کا بنایا ہوا امام اور رسولؐ کے ارشاد ھما اماماں قاما او قعدا کے مطابق حسینؑ ہی اُس وقت میں مسلمانوں کا امام، نبیؐ کا جانشین اور خلیفۂ رسولؐ ہو بظاہر مکہ و مدینہ کے مسلمان، بزرگان اسلام۔ سرداران قوم شخصیت حسینؑ کے معترف اور حسینؑ کو اپنے رسولؐ کا پیارا فرزند و لختِ جگر جانتے تھے۔ اور حسینؑ کی فضیلت اور برتری کو تسلیم کرتے ہوئے حسینؑ کی اہلیت اور شخصیت کو پہچانتے تھے۔ اور حسینؑ کے آگے سر جھکا لیتے تھے۔ (دیکھو تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۹)

"جب امام حسینؑ مکہ کو مدینہ سے تشریف لیجا رہے ہیں۔ عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات ہوئی ہی عبداللہ عرض کرتا ہے۔ حضور میں قربان ہو جاؤں۔ کہاں کا ارادہ ہے؟ حسینؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت بالفعل تو مکہ کو جاتا ہوں۔ پھر اس کے بعد جو خدا حکم دے۔ اُسی سے طلبِ خیر ہے۔ عبداللہ عرض کرتا ہے۔ خدا حضور کے لیئے بہتری اور خیر فرمائے۔ ہم حضور پر قربان و فدا ہوں۔ مگر حضور کوفہ کی طرف تشریف نہ لے جائیے۔ وہ بہت بُرا شہر ہے۔ حضور کے والد ماجد کو شہید کیا۔ بھائی حسنؑ کو

نکالا اور زخمی کیا۔ بس حضور حرم الٰہی کو نہ چھوڑیں۔ آپ سردار عرب ہیں۔ حجازیوں میں سے ایک شخص بھی حضور کا مخالف نہ ہوگا۔ لوگ ہر ایک طرف سے حضور کی جانب آئیں گے۔ قسم ہے خدا کی اگر خدانخواستہ حضور ہلاک ہوگئے تو ہمارا پھر کوئی ٹھکانا نہیں۔ پھر اُسی صفحہ میں علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ اہل مکہ، اطراف و جوانب کے لوگ اور حاجی حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ اور عبداللہ ابن زبیر بھی حسینؑ کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے تھے۔ اور حسینؑ کو اپنے سے افضل جانتے تھے۔ ہمیشہ حسینؑ سے مشورہ کرتے تھے۔ اگرچہ حسینؑ کا وجود اور قیام مکہ میں ابن زبیر کو سخت گراں اور ناگوار تھا۔ کیونکہ اہل حجاز حسینؑ کی موجودگی میں عبداللہ سے بیعت نہیں کرسکتے تھے۔ پھر حسینؑ کی روانگی کے وقت پر دیکھو حضرت عبداللہ ابن عمر کیا عرض کرتے ہیں، عبداللہ ابن عباس کیا فرماتے ہیں۔ عبداللہ جعفر نے کیا کہا اور عبداللہ ابن زبیر نے کیا عرض کیا۔ لما بلغ ابن الزبیر عزمه دخل علیه وقال له لو اقمت ههنا بایعناك وانت احق من یزید و ابیه (تذکرہ سبط ابن جوزی ص۱۳۵) جبکہ ابن زبیر کو معلوم ہوا کہ حسینؑ مکہ سے جارہے ہیں تو حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اگر آپ یہاں ٹھیریں تو ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں آپ یزید اور اُس کے باپ سے زیادہ بدرجہا زیادہ مستحق خلافت و امارت ہیں۔ وکان ابن الزبیر اسرّ الناس بخروجه من مکة (مگر ابن زبیر حسین کے مکہ سے چلے جانے پر بہت خوش تھے)

اور اسی کی تائید میں ڈاکٹر میسو ماربین جرمنی فلاسفر اور نامور مورخ و محقق بھی اپنے رسالہ سیاست اسلام و فلسفۂ شہادت حسین میں لکھتا ہے۔ "ظاہر ہے کہ وہ محبوبیت کا مرتبہ جو اس زمانہ میں حسینؑ کو مسلمانوں میں حاصل تھا۔ اگر اُس کے ساتھ اپنی قوت بڑھانا چاہتے تو ایک بڑا لشکر فراہم کرسکتے تھے۔ مگر اس صورت میں اگر وہ مقتول بھی ہوتے تو یہی کہا جاتا کہ سلطنت و بادشاہی کی خواہش میں مقتول ہوئے۔ اور وہ مظلومیت جس کا نتیجہ عظیم الشان ریوولیوشن تھا حاصل نہ ہوتا"

حسینؑ سلطنت کرنے۔ خلافت لینے اور دولت و حکومت کے لالچ کے لیئے مکہ نہیں آئے۔ بلکہ یہ خدا کا پیارا، خدا کا عاشق خدا کے گھر میں پناہ لینے آیا۔ اگر حسینؑ کو نہ ستایا جاتا بیعت یزید کا زور نہ ڈالا جاتا۔ قتل کے سامان نہ ہوتے مکہ سے بھی نہ نکالے جاتے تو بیشک حسینؑ اپنے پیارے، اپنے محبوب، خدائے جلیل کی یاد میں گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر یادِ الٰہی کرتے اور مکہ کو نہ چھوڑتے مگر مشیت الٰہی میں گزر چکا تھا۔ اسلام کی حفاظت، دینِ نبی کی صداقت اور حقانیت کو بچانا، یزید و بنی امیہ کی نااہلی اور اُنکے پردوں کو فاش کرکے مسلمانوں کو، رسولؐ کی مظلوم رعایا کو ان ظالم و جابر

فاسق وفاجر یزید و بنی امیہ کے ظالم و بے دین ہاتھوں سے چھڑانا، سوتوں کو جگانا، اسلام کی سچی صورت اور اس کے نورانی چہرے کی حقیقی جھلک دکھلا دینا ضروری اور لازمی امر تھا۔ اس لیئے حسینؑ کو سر کٹانے، گھر لٹانے اور اسلام پر قربان ہو جانے کے لیئے مکّہ سے بھی نکلنا پڑا۔ (جس کی تفصیل انشاء اللہ آیندہ بیان ہوگی)۔

اہل کوفہ کی دعوت اور ہدایت کے لیئے حسینؑ کو بلانا

بیشک حسینؑ پر اسلام کی حفاظت اور مظلوموں کی صدائے استغاثت پر بھی لبیک کہنا واجب اور لازم ہے۔ لاریب حسینؑ کی جنگ جنگ حفاظتی اور حسینؑ کا جہاد جہاد دفاعی ہے۔ دیکھو فتاوی عزیزی شاہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۱۲۱۔

"خروج حضرت امام حسینؑ بنا بر دعوائے خلافت راشدہ پیغامبر کہ بر دوسی سال منقضی گشت نبود بلکہ بنا بر تخلیص رعایا از دست ظالم بود ...... بالجملہ خروج حضرت امام حسین برائے دفع تسلط سلطان جابر باشد۔ والفرق بین الدفع والرفع ظاہر ومشہور فی المسائل الفقہیہ۔"

پس اسی بنیاد پر اہل کوفہ کی صدائے استغاثت اور طلب ہدایت پر حسینؑ کو لبیک کہنا واجب اور فرض تھا۔ چنانچہ تاریخوں سے ظاہر ہے کہ حسینؑ کے مکّہ میں پہنچتے ہی اہل کوفہ کی طرف سے اپنی رہبری اور ہدایت کے لیئے اصرار اور زور شور سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور کوفہ سے پیام پر پیام اور خط پر خط قاصد پر قاصد حسینؑ کو بلانے کے لیئے پہنچ رہے تھے کہ یا ابن رسول اللہ! یہاں تشریف لائیے اور ہم کو گمراہی و ضلالت سے نکالیئے اور اسلام کا سچا راستہ دکھلائیے۔ صراط مستقیم کی ہدایت فرمائیے۔ ظالم یزیدیوں کے پنجے سے چھڑائیے۔ اگر آپ نہ آئیں گے تو ہم قیامت کے روز خدا سے شکایت کرینگے کہ حسینؑ نے ہم کو گمراہی و ضلالت سے نہ نکالا۔ اور راہ حق نہ بتائی۔ (تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۳۷) قال هشام ابن محمد ان حسین کثرت علیه کتب اهل الکوفة و تواترت علیه رسلهم ان لم تقبل الینا فانت آثم" یعنی ہشام بن محمد بیان کرتا ہے بتحقیق بکثرت اہل کوفہ کے خطوط حسینؑ کو ملے۔ اور پے در پے اُن کے قاصد حسینؑ کے پاس پہنچے جن کا مضمون اور مطلب یہ تھا۔ اگر آپ ہماری طرف نہ آئے تو آپ گنہگار رہونگے۔"

نیز ملاحظہ ہو علامہ ابو اسحاق اسفرائینی کی کتاب نور العین صفحہ ۱۳۱ (جو علمائے اہلسنت کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں) اہل کوفہ نے حسینؑ کو لکھا ان لم تحضر فنحن علیک بین یدی اللہ

خاصمناک وتقول ربنا ظلمنا الحسین ورضی فینا بالظلم والجور وقلة القضاء والحکم وجمیع الخلائق تقولون ربنا خلص حقنا من الحسین فما ذا تقول وما جوابک الله فبحقہ وحق جدک وابیک ان عجلت الینا ولا تتاخر وهذا اخر الکاتب" یعنی

اے حسینؑ! اگر آپ تشریف نہ لائے تو قیامت کے روز ہم خدا کے سامنے آپ سے مخاصمہ کرینگے۔ اور عرض کریں گے کہ حسینؑ نے ہم پر ظلم کیا۔ اور حسینؑ ہم پر ظلم وجور ہونے اور (خلاف شریعت) حکم اور فیصلے ہونے سے رضامند تھے۔ اور جب تمام مخلوق خدائے جلیل سے عرض کرے گی کہ اے خدا! ہمارا حق حسینؑ سے لیلے اُس وقت آپ کیا جواب دینگے۔ پس اب خدا کے لئے اور اپنے نانا اور اپنے بابا کے لئے آپ ہماری طرف تشریف لائیے۔ اور دیر نہ فرمائیے۔ یہ آخری خط ہے۔

پس جس طرح حسینؑ کے بابا علیؑ ابن ابیطالب اپنے قاتل ابن ملجم کے نتیجہ ایمان سے واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ یہی ابن ملجم ہمارا قاتل ہوگا۔ ارید حیاته ویرید قتلی "میں اُسکی زندگی کا خواہشمند ہوں اور وہ میرا قتل چاہتا ہے" بار بار ارشاد فرماتے ہیں۔ مگر جب یہی ابن ملجم بیعت کرنے کے لیے آتا ہے اور اخلاص وعقیدتمندی کا اظہار کرتا ہے تو انکار نہیں کرتے۔ قید نہیں فرماتے۔ قتل نہیں کرتے۔ اور اپنے پاس سے نہیں نکالتے۔ اور ویسا ہی سلوک ہوتا ہے جیسا کہ ایک ہادی کو، ایک رہبر کو اور ایک امام کو اپنی امت اور رعایا کے ساتھ کرنا چاہیئے۔

اسی طرح حسینؑ اگرچہ کوفہ والوں کی بیوفائی کو بھی جانتے ہیں اور انجام سے بھی واقف ہیں۔ مگر ان کے بُلاووں پر اور طلبِ ہدایت کی آواز اور صدائے استغاثت کے سُننے پر ہدایت کرنے اور راہِ راست بتانے سے انکار نہیں کرسکتے۔ بیشک حسینؑ اُس رب جلیل، خدائے لاشریک کا بندہ اور بیشک مخلص بندہ اور اُسی کا عاشق وفدائی ہے۔ جو دن رات اپنے دشمن اور اپنے مخالف ونافرمان بندوں کو نافرمانی ومعصیت میں غلطان، اپنی معبودیت سے انکار کرتے ہوئے دیکھتا ہے مگر پھر اپنا دستِ شفقت وربوبیت اُن پر سے نہیں اُٹھاتا۔ اور پھر جب وہ پکارتے ہیں اور اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو مثل ابر رحمت اُن پر جُھک جاتا ہے۔ اور اپنی عفو وبخشش سے محروم نہیں فرماتا۔ اگرچہ اُس کے لاکھوں اور کروروں بندے ایسے بھی ہیں کہ جن کو اپنے علم سے یہ بھی جانتا ہے کہ یہ عہد کے پورے اور وفا کے پکے۔ اور توبہ پر قائم رہنے والے نہیں ہیں۔ مگر اُن کی حجت کا تمام کرنا بھی اُس پر فرض اور واجب ہے۔

پس بمقتضائے تخلقوا باخلاق اللہ حسینؑ جو کہ خدا کا خلیفہ، اُس کے رسولؐ کا نائب وجانشین

اور ہدایت و امامت کا بہترین اہل ہے۔ اُس کا فرض واجبی ہے کہ اہل کوفہ کی طلبی اور صدائے استغاثت و رہبری اور چاہ ضلالت سے نکالنے کی آواز پر ضرور لبیک کہے اور اتمام حجت فرمائے ورنہ خاکم بدہان۔ توبہ توبہ۔ معاذاللہ۔ حسینؑ کیا ناداں تھے کہ باوجود اس کے کہ بچپن سے علانیہ تو اپنے پیارے نانا، صادق مصدق رسولؐ سے اپنی شہادت کی خبریں سُنتے چلے آئے۔ مقتل اور جائے شہادت کی مٹی تک دکھلا دی گئی۔ بابا علیؑ نے خبریں دیں۔ حسنؑ بھائی نے بیان فرمائیں۔ اصحاب رسولؐ، رسولؐ کی زبانی بیان کرتے اور سُناتے رہے۔ مدینہ سے روانگی کے وقت نانی اُم سلمہ رضؓ نے پھر بیان کیا۔ اور زیادہ دلایا۔ اور خود بھی نانی کو تمام واقعات کی خبریں سُناتے اور مقتل کی مٹی بھی دیتے ہیں۔ اور شہر مکہ میں بھی اصحاب رسولؐ نے مکرر بتایا اور سُنایا۔ اور نیز کوفہ والوں کی بیوفائی اور غداری کے حالات اور اُن کے سلوک کو بچشم خود اپنے والد ماجد حضرت علی مرتضےٰ اور بھائی حسنؑ کے ساتھ دیکھ چکے ہوں اور آزما چکے ہوں اور اس امر کو بھی بخوبی جانتے اور دیکھتے ہوں کہ یزید اور بنی امیہ خون کے پیاسے اور جان کے لاگو بنے ہوئے ہیں۔ اور انہی کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر اپنے قتل و گرفتاری کے احکام سُنکر مدینہ چھوڑ کر مکہ میں پناہ لینے کے لیئے آئے ہیں۔ پھر ان سب باتوں کو جانتے ہوئے اور دیکھتے ہوئے بلاکسی خاص سخت مجبوری اور خدا و رسولؐ کے ضروری اور لازمی حکم کے کوفہ والوں کی طلبی پر مکہ کو چھوڑ کر۔ تھوڑے سے عزیزوں، بھائیوں، دوستوں، اور چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو ساتھ لیکر حکومت و سلطنت کے لالچ میں خلافت لینے کے لیئے کوفہ کو دوڑ بھاگیں۔ توبہ توبہ۔ واللہ ثم باللہ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں حسین جانِ رسولؐ ہے۔ حسین منی و انا من الحسین کا مصداق ہے۔ اُس پاک و پاکیزہ ہستی کی نسبت ایسا کونسا عقل کا دشمن ہے جو حسینؑ کے ان پیش آمدہ حالات اور تاریخی واقعات کو دیکھتے ہوئے ایسا بیہودہ اور لغو خیال کر سکے۔ بس ہاں وہی لوگ کہہ سکتے اور کہتے ہیں کہ جو اصلی حالات سے ناواقف یا حسینؑ کے دشمن۔ رسولؐ کے مخالف۔ بنی امیہ کے طرفدار اور یزید کے جاں نثار ہیں۔ فی الحقیقت حسینؑ اپنی شہادت سے اسلام پر جان قربان کرکے دین کی حفاظت اور اپنے نانا رسولؐ کی صداقت اور پیشین گوئیوں کی تصدیق فرماتے ہیں اور اسلام کو زندہ کرتے ہیں۔ بیشک حسینؑ نتیجہ کو جانتے ہیں۔ انجام سے واقف ہیں۔ نانا کے حکم کو اور اپنی مشن کو خوب سمجھے ہوئے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ بابا اور بھائی تو، اپنی مشن کو خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق پورا کر چکے ہیں۔ اب ہمارا وقت ہے اور ہماری باری ہے۔ جو کام نانا نے

چاہئے متعلق فرمایا ہے جس امر کا حکم دیا ہے۔ اُس کی تعمیل کرنی ہم کو ضروری ہے۔

غرضیکہ ادھر حسینؑ تو خانۂ خدا میں گوشہ نشین اور پناہ گزین بیٹھے ہیں اور اُس طرف یزید دشمنی اور عداوت پر تُلا ہوا اسی فکر و تدبیر میں لگا ہوا ہے، بےچین و بیقرار ہے کہ یا تو حسینؑ بیعت کرلیں۔ یا حسینؑ کا وجود دنیا سے اُٹھا دیا جاوے۔ تاکہ اُس کی عیش پرستی اور بے دینیوں میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اور وہ اسی طرح اپنے ظلم و ستم اور فسق و فجور کے ساتھ مسلمانوں کی گردنوں پہ خلیفۃ المسلمین اور امیرالمومنین کہلانے کے بہانہ سے سوار رہے۔ جس کے لیئے پوشیدہ تدبیریں اور خفیہ سازشیں شروع کردی گئی تھیں۔

حج کا موسم قریب آگیا ہے۔ تمام دنیا سے مسلمان حج کے لیئے مکہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ قافلہ پر قافلہ آرہا ہے۔ حج کی تیاریاں ہو رہی ہیں حسینؑ حج کا شیدائی، خدا کا فدائی جو پچیس حج پا پیادہ کر چکا ہے، احرام حج باندھ چکا ہے۔ مگر اُس کعبۂ حقیقی کے فرزند، خدا کے پیارے، مکہ کے والی و وارث کو خدا کے گھر میں بھی پناہ نہیں ملتی۔ قتل کا سامان اور گرفتاری کا انتظام ہو چکا ہے۔ نہ مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں نہ مدینہ کو جا سکتے ہیں۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، نہ مکہ میں پناہ ہے نہ مدینہ میں امان ہے۔ دشمن ہر مقام پر قتل و گرفتاری کے لیئے لگے ہوئے ہیں۔ مجبور و لاچار ہیں کہ مکہ کو بھی چھوڑیں اور مدینہ کو بھی ترک کریں۔ عظمت کعبہ کو بھی بچائیں۔ اور حرمت مدینہ کو بھی قائم رکھیں۔ اور اہلِ عراق و کوفہ پر حجت کو بھی تمام کریں۔ پس حسینؑ نانا کی شان سے مکۂ معظمہ خانۂ خدا کی حرمت کو بھی بچاتے ہیں اور اپنے مشن کو بھی پورا کرتے ہیں۔ قبل از ادائے حج دیارِ محبوب سے بصد حسرت و یاس کوچ کرتے ہیں ع بچہ شوق آمدہ بودم بچہ حرماں رفتم۔ اور نہیں چاہتے کہ زمانۂ حج میں مکۂ معظمہ کے اندر فساد واقع ہو اور میری وجہ سے حرمِ الٰہی خانۂ خدا کی حرمت ضائع و برباد ہو۔ اور نانا کے اسلام پر دھبہ آئے۔

بس حسینؑ کعبۂ حقیقی خلیل خدا و ذبیح اللہ کا فرزند، رسول عربی کا جان و جگر نانا کے حکم کی تعمیل میں عراق کی طرف اتمام حجت کے لیئے اور اپنی وعدہ گاہ کو صرف اپنی ہی قربانی نہیں بلکہ بہتر قربانیاں لیکر قربان گاہِ توحید پر چڑھانے کے لیئے مکہ سے کوچ فرماتے ہیں۔ اور کیا مکہ سے روانگی کے وقت اور کیا راستہ میں دوست احباب روکنے والوں، ملنے والوں اور پوچھنے والوں سے مکہ میں قتل یا شہید ہو جانے کے اندیشوں اور اپنی ان مجبوریوں سے مکہ چھوڑنے کے وجوہات کو بیان فرماتے جاتے ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم حسینؑ کی مکہ سے روانگی کے واقعات و حالات اور کربلا کے خونی منظر کا نقشہ اپنے ناظرین کو دکھلائیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن اعتراضات پر بھی کچھ روشنی ڈالیں کہ جو

بنی امیہ کے جوشیلے پیروکار، امیر معاویہ کے حلقہ بگوش، خادم یزید ناسعید محبت رسولؐ و آلِ رسولؐ سے بے بہرہ حسینؑ کی خداداد عظمت و شان سے حسد کھا کر حیرت زدہ ہوکر بنی امیہ کی حمایت اور یزید کی محبت کے جوش میں حسینؑ اور حسینؑ کی شہادت کی عظمت اور حسینؑ کی مظلومیت کی وقعت کو دنیا کی نظروں میں گھٹانے بلکہ مٹانے اور اُس عاشق الٰہی شہید آلِ محمدؐ کی شخصیت و شان کو جس کی شہادت شہادت رسولؐ ہے (دیکھو سر الشہادتین شاہ عبد العزیز دہلوی) کم کرنے کی غرض سے حسینؑ کے دامن عصمت و طہارت پر طرح طرح کے بیہودہ الزام اور بدنما دھبے لگانے کے لیئے ہاتھ پاؤں مارتے اور بڑے بڑے طومار باندھتے ہیں۔ حسینؑ کے نانا رسولِ عربی کے کلمہ گو غریب مسلمانوں کو دھوکہ دیکر حسینؑ کی محبت جو واقعی رسولؐ کی محبت ہے اور حسینؑ کی قدر و منزلت کو جو درحقیقت اُنکے یعنی مسلمانوں کے نبیؐ کی ہی قدر و منزلت ہے مسلمانوں کے دلوں سے مٹانے اور اپنے پیرو مرشد یزید کی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یزید خلیفۂ وقت امیر المومنین تھا حسینؑ نے خلیفہ کے برخلاف خروج کیا اور باغی ہوگئے (معاذ اللہ) اور موسم حج میں فریضۂ حج کو ترک کرکے دولت و حکومت کی لالچ سے ملک گیری کے لیئے یزید کا تخت و تاج چھیننے کو حسینؑ مکہ سے نکلے تھے۔ اور یہ حسینؑ کی جنگ سلطنتی جنگ تھی۔ ایسے لغو و بیہودہ الزامات لگا کر جو کچے دھاگے سے بھی کمزور ہیں حسینؑ مظلوم سے اپنی دشمنی و عداوت اور یزید ناسعید سے اپنی محبت و عقیدت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ہم اپنے ان ناعاقبت اندیش خادمان یزید سے اوّل یہ عرض کرتے ہیں کہ ذرا تھوڑی دیر کے لیئے عداوت و بغض حسینی کی عینک کو اُتار کر ٹھنڈے دل کے ساتھ حق بین نگاہوں اور انصاف بھرے دل سے دیکھیں اور سمجھیں کہ حسینؑ جو واقعی صورتؐ و سیرتؐ میں، افعال و کردار میں اور رفتار و گفتار میں محبت و عشق الٰہی میں، عبادت و طاعت خدا میں اپنے نانا محمد مصطفٰے نبی عربی کی تصویر اور ہر امر میں اون کے قدم بقدم ہے۔ اُن کی سیرت سیرتِ رسولؐ ہے۔ اُن کا طریق طریق نبیؐ ہے اور واقعی حسینؑ ہی اپنے زمانہ میں خلافت الٰہیہ کا حقدار، نیابت رسولؐ کا اہل اور مسلمانوں کی امارت و سرداری کا مستحق اور رسولؐ کا جائز وارث اور سچا جانشین ہے۔ اس لیئے حسینؑ کا سفر اور یزید کے مقابلہ میں جہاد دفاعی عین دین، خالص ایمان اور واقعی اسلام اور مسلمانوں کے فلاح و بہبود اور ہدایت و رہبری کے لیئے بیشک خدا و رسولؐ کے حکم کے مطابق ہے۔ اور حسینؑ سے لڑنے والا یا مخالفت کرنے والا بیشک باغی و طاغی ہے۔ اور یہ عاشق حج بیت اللہ جو پچیس۲۵ حج پاپیادہ فرما چکا ہے اُسی طرح یزید پلید کے ہاتھوں مجبور و تنگ ہوکر قتل کے سامان ہو جانے پر اُسی شان و کیفیت کے ساتھ مکہ سے

نکلتا ہے کہ جس طرح بانی اسلام حسینؑ کے نانا نے انہیں یزید کے دادا ابوسفیان اور قریشِ مکہ سے تنگ و مجبور ہو کر قتل کا سامان ہو جانے پر شب ہجرت مکّہ کو چھوڑا۔

پہلے ہم حسینؑ مظلوم کے دوستداران اور اپنے معزز ناظرین کو عموماً اور خادمان یزید کو خصوصاً توجہ دلاتے ہیں کہ بزرگانِ دین، علمائے جلیل القدر اور محققین اسلامی و غیر اسلامی کی کتب تاریخ و سیر اور حدیث و تفسیر پر نظر ڈالو اور رسول کریم کی سیرت و سلوک اور طور و طریق کو حسینؑ کے ساتھ ملاحظہ فرماؤ اور دیکھو کہ حسینؑ کے ساتھ کیسا پیار و محبت کا سلوک فرماتے ہیں اور اُن اقوال و ارشادات نبیؐ کو بھی جو حسینؑ کے متعلق فرمائے ہیں پڑھو کبھی حسینؑ کو اپنا فرزند فرماتے ہیں اور کبھی راحت جان بتاتے ہیں۔ کبھی فرماتے ہیں۔ حسین مجھ سے ہے میں حسینؑ سے ہوں۔ خدا حسینؑ کو دوست رکھتا ہے۔ حسینؑ خدا کا پیارا ہے۔ میرا لختِ جگر ہے۔ حسینؑ کا دوست میرا دوست ہے۔ حسینؑ کا دشمن میرا دشمن ہے۔ جس نے حسینؑ سے صلح کی اُس نے مجھ سے صلح کی۔ اور جو حسین سے لڑا وہ مجھ سے لڑا۔

اکثر احادیث نبوی مع حوالہ جات علمائے عالی منزلت اسی حصّہ میں پیچھے بیان کیجا چکی ہیں جو اصحاب کبار، ازواج مطہرات، حضرت ابوبکر خلیفۂ اوّل اور حضرت ابو ہریرہ اور سلمان فارسی و حذیفہ یمانی وغیرہ وغیرہ اصحاب رسولؐ اور حضرت ام المومنین عائشہ اور حضرت ام سلمہؓ کی زبانی مروی ہیں۔ اور نیز اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم کے طور و طریق، سلوک و رفتار کو حسینؑ کے ساتھ ملاحظہ کرو کہ حسینؑ کی کس قدر عظمت و منزلت ان بزرگوں کے دلوں میں ہے۔ اور علمائے متقدمین و متاخرین اسلامی کی تحریروں کو پڑھو۔ اور ساتھ ہی حسینؑ کی شہادت کے متعلق رسول کریمؐ کی پیشین گوئیوں اور نبیؐ کے اظہار رنج و ملال اور گریہ فرمانے پر بھی ذرا غور کرو۔ ملائکۂ مقربین فرشتگان ربِ جلیل کا آنا حسینؑ کی شہادت کی خبریں دینا۔ رسول کریم کا اصحاب کو سُنانا۔ جبرئیلِ امین کا خاکِ کربلا لانا۔ محبوب الٰہی کا سونگھنا، گریہ فرمانا، محزون و غمگین ہونا، اصحاب کو دکھانا، ام سلمہؓ کو دینا۔ جو کبھی اُم سلمہؓ بیان کرتی ہیں۔ اور کبھی حضرت عائشہ اور کبھی ام الفضل اور کبھی حضرت زینبؓ بنت جحش۔ جس طرح حسینؑ سے رسولؐ اللہ کے محبت و سلوک، پیار و الفت کے عمل کے متعلق بے شمار احادیث اور حالات و واقعات کتب علماء میں پائے جاتے ہیں اُسی طرح حسینؑ کے حق پر شہید ہونے اور رسول کریم کے محزون و ملول ہونے کے متعلق بھی اور شہادت حسینؑ کی خبریں دینے اور پیشین گوئی فرمانے کے بارے میں بھی اسی قدر کثرت اور تواتر کے ساتھ احادیث علمائے عالی قدر کی کتابوں اور تصنیفوں میں درج ہیں کہ اگر اُن کو ایک جگہ جمع کیا جاوے تو

علیحدہ رسالہ مرتب ہوسکتا ہے۔ اس کے متعلق بھی بہت سی احادیث پیچھے بیان کیجا چکی ہیں پس ان سب امور پر غور فرماکر اور نظر انصاف ڈالکر پھر حسین مظلوم کے متعلق فیصلہ فرمائیے۔

اب ہم اپنے معزز و محترم حق بین و انصاف پسند ناظرین سے سوال کرتے ہیں کہ کیا یزید جیسا فاسق و فاجر، زانی، بدکار، شرابخوار، جس کے کیرکٹر اور حالات فسق و فجور پر کافی روشنی ڈالی جاچکی ہے (اور آیندہ بھی علمائے جلیل القدر کی تصانیف و تالیف سے ہم اور بھی اس کے فسق و فجور اور اسلام و ایمان کا مزید ثبوت پیش کریں گے) مسلمانوں کا امیرالمومنین اور رسول عربی کا جائز خلیفہ کہا جاسکتا ہے؟ اور کیا رسول کریم اور ان کے اصحاب کبار کے نزدیک اور خدائے جلیل کی بارگاہ میں ایسا شخص خلافت الٰہی، نیابت رسول اور مسلمانوں کی امارت و سرداری کا اہل قرار پا سکتا ہے؟ ؎

یزید سگ و خمیر و جہول | جو ہے ننگِ دین خدا و رسول
وہ تاج نبی کی کرے آرزو | تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

اور کیا وہ خدا کا محبوب، وہ مخبر صادق، وہ عالم علم الٰہی جس کا علم کان و مایکون پر حاوی اور جس کی شان ما ینطق عن الھویٰ اور جو ذات قدسی علمك مالم تكن تعلم کا دارا ہے۔ اور جس کی محبت محبت خدا، اور جس کی عداوت عداوتِ خدا ہے۔ کیا وہ ذات قدسی حسین کو اپنی قرابت اور رشتۂ دنیاوی کی وجہ سے محبوب رکھتا اور پیار کرتا ہے؟ اور کیا معاذاللہ اُس کو علم نہیں؟ کہ یزید اُس کا جائز اور برحق جانشین ہے۔ اور کیا (معاذاللہ) رسول اللہ کے نزدیک حسین کا بیعت یزید سے انکار کرنا، مخالفت کرنا، اور جنگ کے لئے نکلنا جائز اور واجب نہ تھا؟ پس اگر خاکم بدہان، یہ کہا جاوے کہ رسول کو یہ علم نہ تھا، تو علم رسول ناقص ہو جائیگا۔ اور اگر علم تھا اور رسول جانتے تھے، اور حسین کو برسرحق نہیں سمجھتے تھے، تو پھر کیا ایسے شخص سے جو اسلام کا دشمن ہو، خلیفۂ برحق کا مخالف ہو، مسلمانوں کے جائز خلیفہ، جانشین رسول سے جنگ کرنے والا ہو کر گروہ اسلامی میں فساد ڈالنے والا ہو، وہ محبوب الٰہی، بانی اسلام، اسلام کا فدائی، توحید کا شیدائی، محبت و پیار کرسکتا ہے۔ اور اُس کی نسبت یہ فرما سکتا ہے کہ خدا اسکو دوست رکھتا ہے۔ جو اس کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے۔ جو اُسکا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔ اور وہ مجھ سے ہے میں اُس سے ہوں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ کوئی مسلمان، نبی کا کلمہ گو، جو رسول کی حقیقت اور شان کو جانتا ہے وہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتا۔ اور حسین کی صداقت

وحقانیت سے انکار نہیں کر سکتا۔

حسینؑ کی مکہ سے روانگی کی شان اور اُس کی علت

اب یہ امر کہ حسینؑ نے موسم حج میں بلا ادائے حج مکۂ معظمہ کو کیوں چھوڑا قابلِ غور ہے۔ علمائے اسلام محققین و مورخین اسلامی وغیر اسلامی کی تاریخوں اور کتب سیر کو پڑھو، اور اُن واقعات وحالات پر نظر ڈالو۔ اور دیکھو کہ حسینؑ جیسا دین کا فدائی، عبادت وطاعت الٰہی کا شیدائی، کن مشکلات میں گرفتار ہے۔ اور کیونکر بنی امیہ اور یزید کے ظلم وجور کا شکار ہو رہا ہے۔ اور کن مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے، اور کن مجبوریوں سے اپنے پیارے مالک، اپنے محبوب، خدائے جلیل کے گھر سے بصد حسرت و یاس نکلتا ہی نہیں بلکہ نکالا جاتا ہے۔

واللہ ثم باللہ حسینؑ جان رسول، محبوب الٰہی کا فرزند اُنہی اسباب و وجوہات سے، اُنہی اندیشوں اور مجبوریوں سے، اُسی شان کے ساتھ مکہ سے کوچ فرماتا ہے کہ جن اندیشوں کے خیال سے اور جن وجوہات و اسباب سے بحکم الٰہی حسینؑ کے نانا محبوب خدا، رسول رب العالمین نے شب ہجرت مکہ کو چھوڑا ہے۔ اور مکۂ معظمہ وکعبۂ الٰہی کی حرمت کو بچایا ہے۔ حسین کا بھی فرض ہے کہ نانا کے اتباع میں خانۂ کعبہ، بیت اللہ الحرام کی حرمت کو بچائے، خدا کے گھر کے احترام کو قائم رکھے، اور نانا کے دینِ رسولؐ کے احکام کی حفاظت فرمائے۔ اور اپنی شہادت کا واقعہ مکہ میں نہ ہونے دے۔ اور جب مکہ میں قتل ہونے کا سامان ہو تو نانا کی طرح مکہ کو چھوڑ دے۔

حرمتِ کعبہ اور فتح مکہ

یہ امر مسلمہ ہے کہ مکۂ معظمہ خانۂ کعبہ اُس خدائے جلیل وحدہ لاشریک مالک زمین وزمان کی ذاتِ قدسی سے منسوب ہے جو مکان ومکانیت اور جسم وجسمانیت اور زمان وزمانیت سے برتر اور پاک و پاکیزہ ہے

یہی مقام مقدس اُس معبودِ حقیقی کا خانۂ عبادت وطاعت ہے۔ اور یہی اس رب العالمین کا ہدایت وبرکت والا پہلا گھر ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین o فیہ اٰیات بیّنات مقام ابراھیمؑ ومن دخلہ کان اٰمنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین (سورۂ آل عمران) یعنی تحقیق پہلا گھر جو

رسول اللہ کی ہجرت مکہ سے

ملاحظہ ہو تمام مورخین اور علمائے اسلام وغیر اسلام نے رسول اللہ کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے واقعات کو اولیت ...

لوگوں کے لئے بنا ہے۔ وہی ہے جو مکہ میں برکت والا ہے اور سب عالموں کے لیے باعث ہدایت ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں موجود ہیں۔ جیسے مقام ابراہیم۔ اور جو اس گھر میں داخل ہو گیا وہ پناہ اور امن میں ہے۔ اور جن لوگوں کو استطاعت اور قدرت اُس کے راستے کی ہے اُن پر اس گھر کا حج کرنا واجب ہے۔ اور جو شخص کافر ہو جائے (یعنی اس حکم الٰہی کے خلاف کرے) تو ہو جائے۔ اللہ کو اُس کی پروا نہیں۔ وہ سب جہانوں سے غنی اور بے نیاز ہے" بس یہیں سے معرفت الٰہی اور توحید خدا کا چشمہ اُبلا۔ یہیں سے رحمت و برکت الٰہی کا دریا جاری ہوا۔ اور یہیں سے آفتاب ہدایت و رسالت چمکا۔ اور عالم کو اپنے نورِ ہدایت سے روشن و منور فرمایا۔ یہی وہ بیت الٰہی خدا کا گھر ہے جس کو اُس کے مخلص، برگزیدہ موحد نبیوں، ابراہیمؑ خلیل اللہ و اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ جیسے پاک و معصوم معماروں نے اُس کے حکم سے بنایا۔ اور اپنے معبود کی بارگاہ میں دعا فرمائی۔ کہ اے ہمارے ربِ جلیل تو ہماری آوازوں کو سُننے والا، ہمارے دلوں کے حال سے واقف ہے۔ ہماری اس خدمت کو قبول فرما۔ اور ہم دونوں کو اپنا خالص مسلمان، فرمانبردار جو تیرے حضور میں سر تسلیم خم کرنے والوں ہوں بنا دے۔ اور ہماری ذریت میں سے بھی ایک گروہ کو ایسا ہی مسلمان اپنا مطیع و فرمانبردار بنا۔ اور اس شہر کو امن و امان کی جگہ قرار دے۔ اور مجھ کو اور میری اولاد کو شرک اور بُت پرستی سے بچا۔ دیکھو خداوند عالم اپنے کلام پاک قرآن مجید میں اپنے حبیب رسولؐ اللہ کو اس واقعہ کی خبر دیکر یاد دلاتا ہے۔ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبّل منّا انك انت السمیع العلیم (سورۂ بقر) واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امة مسلمة لك (سورۂ بقر) واذ قال رب اجعل ھذا البلد اٰمنا (سورۂ بقر) پھر سورۂ ابراہیم میں ارشاد فرماتا ہے واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد اٰمنا واجنبنی وبنیّ ان نعبد الاصنام۔ پس خدائے پاک نے اپنے اُن برگزیدہ مخلص بندوں ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی دعاؤں کو قبول فرما کر اُن کے اس بنا کئے ہوئے گھر کو اپنا گھر قرار دیا۔ اور تمام دنیا کے لیئے اُس گھر کی بزرگی اور عظمت کو

کے حالات کو اپنی کتابوں میں مفصل درج فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب الٰہی یزید صاحب

قائم فرمایا اور اس مقام کو جائے امن و امان قرار دیا۔ جو اس میں داخل ہوا وہ خدا کی پناہ اور خدا کی امان میں پہنچ گیا۔ اور جس طرح ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے اس بنائے ہوئے گھر کو اپنا گھر بنا کر ہر ایک قسم کے فتنہ و فساد، خون خرابے، گناہ و معصیت اور فسق و فجور، ظلم و تعدّی سے طاہر اور پاک و پاکیزہ بنایا۔ اور ابراہیمؑ و اسماعیلؑ سے عہد لیا کہ یہ ہمارا گھر خالص طواف کرنے والوں، اعتکاف و رکوع و سجود کرنے والوں، نمازیوں، عبادت گزاروں مطیع و فرمانبردار بندوں کے لیئے پاک و طاہر اور جائے امن و امان ہے۔ نیک اور اچھے کاموں کے لیئے ہے۔ قتل و غارت، جنگ و جدال اور معصیت الٰہی کے لیئے نہیں ہے۔ واذ جعلنا البیت مثابة للناس وامنا۔ وعهدنا الیٰ ابراهیمؑ واسمٰعیل ان طهّر بیتی للطائفین والعاکفین والرّکّع السّجود (سورۂ بقر) پس اُسی طرح ابراہیم و اسماعیل کی اولاد طاہرہ میں سے اپنے محبوب اور پیارے رسولؐ اور اُنکی آل طاہرہ محمدؐ و آل محمدؐ کو خلعت تطہیر، طٰہٰ اور انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا سے عزت و شرف بخشا اور پاک و پاکیزہ بنایا پس خدا کا گھر اُس کے محبوب کا گھر ہے۔ جس طرح اُس کا محبوب۔ اور ان کی آل اطہار ہر رجس و نجاست اور ہر عیب و معصیت سے پاک و پاکیزہ اور معصوم ہیں۔ اسی طرح یہ خدا کا گھر بیت اللہ الحرام بھی لازمی اور ضروری ہے کہ ہر ایک رجس و ناپاکی اور ہر ایک فساد و خرابی سے پاک و صاف رہے۔ پس مکہ معظمہ خانۂ خدا کعبۃ اللہ کا احترام اور عزت و عظمت اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے برابر چلی آتی رہی ہے۔ اور جائے امن و امان بنا رہا ہے۔ یہاں تک کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین مکہ بھی اس خانۂ خدا کا احترام ملحوظ رکھتے رہے۔ جنگ و جدال، فساد و لڑائی، قتل کرنا۔ مار ڈالنا، کسی جان کا ضائع کرنا۔ کیا عقلاً اور کیا مذہباً۔ تقریباً ہر ایک قوم و ملت اور ہر ایک مذہب و طریقہ میں نہایت مذموم اور سخت سے سخت سنگین جرم اور گناہِ عظیم تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر کوئی جرم اور کوئی گناہ نہیں ہے۔ خداوند عالم جو رب العالمین، تمام مخلوقات کا خالق، سب کا پیدا کرنے والا، اور سب کا پالنے والا، موت و حیات کا مالک، اپنی سب مخلوق پر مہربان اور رحیم و کریم ہے۔ وہ کبھی پسند نہیں فرماتا کہ اُسی کی مخلوق، اُس کے بندے، اپنی عیش پرستی اور ہولِ ہوسِ نفسانی

کے دادا میاں ابوسفیان کی سازش اور قبائل عرب کو اشتعال دلانے سے رسول اللہ کو خفیہ قتل کردینے کا منصوبہ حتمی طور سے قرار پاچکا (دیکھو سیرۃ النبی مولانا شبلی صفحہ ۲۷۳ حال فتح مکہ)

کی اغراض سے شیطان کے بندے ہوکر خدا کو بھول کر اُس کی دنیا کے امن وامان میں خلل ڈالیں۔ اور اُس کے قائم کردہ حدود کو توڑ دیں۔ فساد برپا کریں۔ اور قتل وغارت سے اُس کی دنیا کو تباہ و برباد کریں۔ اور پھر جو مقام اور مکان کہ اُس نے اپنی ذات اقدس سے منسوب فرمایا ہو، اور اپنی طاعت وعبادت کے لیئے مخصوص کیا ہو۔ اُس کی رحمت وبرکت کا گھر ہو، اُس میں ایسے واقعات وفسادات برپا کیئے جاویں۔ جو اُسکی رحمت اور صفات ربوبیت کے بالکل خلاف ہوں۔ اُس رحیم وکریم ذات قدسی صفات کو کبھی بھی ہرگز ہرگز پسند نہیں ہوسکتے۔ اور اس کے مخلص و برگزیدہ بندے، اُس کے مطیع و فرمانبردار عبد جو اُس کے محبوب ہوں اور جن کی ذات کو اُس نے رحمۃ للعالمین بنایا ہو وہ بھی کبھی اپنے مالک و خالق کے خلاف اُس کی حدود کو توڑنا، اُس کے قانون کی مخالفت کرنا، ہرگز ہرگز گوارا نہیں کرسکتے۔ جہاد نبوی و غزوات محمدی کو دیکھو۔ تقریباً سب کے سب دفاعی اور خود حفاظتی تھے۔ اسی طرح عظمت وحرمت خانۂ کعبہ کے متعلق کیسے کیسے تاکیدی احکام شریعت محمدی اور قانون اسلامی میں قائم فرمائے گئے۔ حرمت کعبہ وشرف مکۂ معظمہ کے متعلق کیسی کیسی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ احترام کعبۂ معظمہ اور مکۂ محترمہ کے متعلق کتب فقہ میں علیحدہ باب درج ہیں۔ کسی جاندار یہاں تک کہ کسی جانور حیوان کو بھی مارنے اور ہلاک کرنے کا بھی حکم نہیں ہے۔ چہ جائیکہ کسی انسان کو اور پھر انسان کبھی وہ جو انسان کامل جان وجگر محبوب الٰہی ہو۔ اُس کو خانۂ کعبہ میں قتل کیا جاوے۔ اور حرمت کعبہ، حکم الٰہی اور قانون شریعت کو توڑا جائے)۔

جناب ختمی مرتبت محبوب الٰہی، وارث ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ یعنی رسولؐ عربی کے عمل اور طور وطریق کو دیکھو کہ وہ اسلام کا مبلغ، توحیدِ الٰہی کا بانی، خدا کا پیارا، اُس کی شریعت واحکام کو جاری کرنے والا، اپنے مالک کے گھر، بیت اللہ الحرام کی عظمت وحرمت کا قائم کرنے اور اس کی امنیت کو برقرار رکھنے کے لیئے کس قدر منہمک اور کوشاں ہے کسی طرح بھی گوارا نہیں کہ اپنے محبوب ربّ جلیل کے گھر کی عظمت وبزرگی اور احترام وحرمت میں کچھ فرق آوے۔ اور اس کے قائم کردہ حدود کو

یعنی جب قریش اور مشرکین مکہ نے دیکھا کہ مسلمان رسول عربیؐ کے پیرو رفتہ رفتہ یثرب کو جا رہے ہیں اور مدینہ میں جا کر طاقت پکڑتے جاتے ہیں تو دارالندوہ میں مشورہ کے لیئے جلسہ منعقد کیا گیا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

توڑا جاوے۔ اور اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی خواہشوں اور دعاؤں کے برخلاف اُس خانۂ الٰہی اور کعبۂ محترم کی اہمیت برباد و ضائع ہو۔

اپنے پیارے محبوب کے گھر کو، اپنے وطن کو چھوڑنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مکہ سے ہجرت فرماتے ہیں۔ مگر خانۂ الٰہی کی حرمت کو بچاتے ہیں۔ یثرب کو تشریف لیجاتے ہیں۔ مدینہ میں قیام فرماتے ہیں۔ اسلام روز بروز پھیل رہا ہے، دین الٰہی ترقی کر رہا ہے۔ جوق جوق دنیا آتی ہے۔ اور سچے دین میں اسلام محمدی میں داخل ہو رہی ہے۔ یدخلون فی دین اللہ افواجا کا وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ مسلمان طاقت و قوت پکڑتے جا رہے ہیں۔ بدر و احد کی لڑائیوں میں بھی قریش مکہ شکستیں کھا کر بھاگ چکے ہیں۔ مگر مکہ معظمہ ابھی تک کفر کا گھر بنا ہوا ہے۔ خانۂ کعبہ میں ابھی بتوں کا دور دورہ ہے۔ بیت اللہ تاحال صنم خانہ ہے۔ ممکن ہے کہ خدا اور اُس کا حبیب رسول عربیؐ اُس وقت مصلحت و موقعۂ مناسب کو دیکھ رہے ہوں کہ حرمت کعبہ بھی قائم رہے اور مکہ معظمہ وہ شہر امن و امان بغیر لڑے بھڑے، بلا جنگ و جدال کیئے اور بلا قتل و غارت فتح ہو کر بتوں سے پاک ہو۔ اور اسلامی پھریرا توحید الٰہی کا جھنڈا بغیر خونریزی اور فساد کے خانۂ الٰہی پر لہرائے۔ اور اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد الرسول اللہ کی پُر شان و شوکت صدا خدا کے گھر سے، کعبہ کی چھت سے بلند ہو کر حجاز کی پہاڑیوں میں گونجے اور چہار دانگ عالم میں اسلام کے ڈنکے بجا دے۔ کچھ تعجب نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بھی مصلحت حرمت کعبہ کو بچانا اور بلا جنگ و جدال مکہ کو فتح کر لینا مرکوز خاطر نبوی اور مشیت خداوندی میں گزری ہو۔ چنانچہ قدرت الٰہی مصلحت ربی، رحمۃ للعالمین کی حسن تدبیری نے آخر اس مقصد کو پورا کیا اور وہ مبارک وقت بھی آ گیا۔ کہ جب وہ مبلغ توحید، اسلام الٰہی کا بانی، حبیب رب العالمین، ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کا وارث، گھر کا مالک اپنے محبوب کے گھر کی عظمت و حرمت کو قائم و برقرار رکھتا ہوا بلا تلوار چلائے۔ بلا خونریزی و بغیر قتل و غارت مکہ معظمہ میں اپنے محبوب کے گھر میں داخل ہوتا ہے۔

تمام قبیلوں کے سردار جمع ہوئے ۔ ایک بڈھا نجدی شیطان بھی شریک جلسہ تھا مشورہ کیا گیا رائیں لی گئیں۔ آخر ابو جہل کی رائے کے موافق قطعی طور سے یہ امر قرار پایا کہ ہر ایک قبیلے سے

اسلام کی فوج ظفر موج دس ہزار مسلمانوں کا لشکر جرار مکہ کی طرف بڑھتا ہے۔ قریب پہنچکر مرالظہران میں لشکر نبوی کا پڑاؤ ڈالدیا جاتا ہے۔ سرورِ عالم کے حکم سے ہر ایک رسالہ ہر ایک فوج کے کیمپ کے آگے الگ الگ آگ روشن کردی جاتی ہے۔ مکہ کا جنگل رشکِ دہِ وادی ایمن بنجاتا ہے۔ سرداران قریش، مشرکین مکہ، ابوسفیان وغیرہ پہلے ہی شکستیں کھاکر دل ہار چکے ہیں۔ اب اس نظارے اور اسلامی لشکر کو دیکھکر جو سمندر کی طرح لہریں مار رہا تھا، اور کوکبۂ نبوی چاند کی طرح توحید الٰہی کا نور برسا رہا تھا۔ اور بھی مرعوب وخائف ہوگئے۔ ابوسفیان حضرت عباس رضؓ (عمِ رسولؐ) کے ساتھ دربارِ رسولؐ میں حاضر ہوتا ہے اور بظاہر اسلام کا اقرار کرلیتا ہے۔ (تفصیل کے لیئے دیکھو تاریخ طبری مدارج النبوہ۔ حبیب السیر۔ سیرۃ النبی وغیرہ) اب لشکر اسلامی، کوکبۂ محمدی، دریا کیطرح موجیں مارتا۔ اسلامی پھریرے اُڑاتا۔ توحید کے ڈنکے بجاتا۔ تکبیر کے نعرے لگاتا۔ اور وہ محبوب الٰہی، رسول عربی۔ اسلام کا بادشاہ۔ اصحاب کے جُھرمٹ میں خلق محمدی کے پھول برساتے۔ عفو وبخشش کے فرمان دیتے۔ مروت واحسان کے حکم سُناتے مکہ معظمہ میں داخل ہوتے۔ اور خانۂ محبوب کی طرف جاتے ہیں۔ اور دیکھو کس طرح بیت الحرام کی حرمت اور عظمت کو قائم و برقرار رکھتے ہیں۔ اعلان کردیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ جائے یا ہتھیار ڈالدے یا حرم کعبہ میں پناہ لیلے۔ امِ ہانی بنت ابوطالب یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ لیلے تو وہ امان میں ہی۔ یہ ہے رحمِ محمدی، خُلق نبوی۔ یہی ابوسفیان جو اسلام کا سب سے زیادہ دشمن رسول اللہ کے خون کا پیاسا اور بقول مولانا شبلی نعمانی "ایک ایک چیز ابوسفیان کے قتل کی دعویدار تھی۔ اسلام کی عداوت۔ مدینہ پر بار بار حملہ۔ قبائل عرب کو اشتعال۔ آنحضرت صلعم کے خفیہ قتل کرانے کی سازش۔ ہر چیز اُس کے خون کی قیمت ہوسکتی تھی"۔ (سیرۃ النبی صفحہ ۲۷۶) اسی ابوسفیان کو عفو فرماکر امان ہی نہیں بلکہ جو کوئی بھی اُس کے گھر میں داخل ہو جائے اُس کو بھی امان دیدی جاتی ہے۔ (مگر افسوس! اس احسانِ محمدی کا بدلہ اور عوض انہی ابوسفیان صاحب کے پوتے یزید نے خوب دیا۔ اسی رسولِ عربی

ایک ایک دو دو آدمی شریک ہوکر محمدؐ کے گھر کو گھیرلیں۔ اور سب ایک ساتھ مل کر حملہ کریں۔ تلواریں سونت کر ایک دم ذبیح عبداللہ محمد مصطفےٰ ارواحنا لہ الفداہ پر جا گریں۔ اور قتل کر ڈالیں۔ چنانچہ اسی

کے جان و جگر حسینؑ کو اسی مکۂ معظمہ اور کعبۂ محترمہ کے اندر قتل کر دینے کا حکم دیکر بلکہ مکمل انتظام کر کے حسینؑ کو مکہ میں رہنے نہ دیا۔ اور حسینؑ کو قتل کر کے اپنے کشتگان بدر کا بدلہ اولاد رسولؐ سے لیا۔ حسینؑ کے قتل ہونے کے بعد سر حسینؑ جب دربار یزید میں پہنچا ہے۔ اُس وقت جو شعر اس نے پڑھے ہیں ہم اُن اشعار اور دربار کے حال کو آئندہ درج کریں گے) الغرض ہر ایک قبیلہ کے سردار اور ہر ایک دستہ فوج کے افسر کو حکم دیا گیا ہے۔ کوئی تلوار نہ چلائے کسی کو قتل و غارت نہ کیا جائے۔ حضرت عباسؓ رسول اللہؐ کے چچا حضرت کے ایما اور منشا سے ابوسفیان کو لیے ہوئے ایک ٹیلے پر بیٹھے مکہ کی طرف لشکر اسلامی کی حرکت کا تماشا ابوسفیان کو دکھلا رہے ہیں۔ دبدبۂ محمدیؐ اور شوکت لشکر اسلامی دیکھ دیکھ کر ابوسفیان کے چھکے چھوٹے جاتے ہیں۔ ایک ایک اسلامی رسالہ، ایک ایک دستہ فوج اپنے اپنے سردار کے ماتحت تنظیم محمدیؐ کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ علموں کے پھریرے ہوا میں اُڑ رہے ہیں۔ اللہ اکبر کی صدائیں آ رہی ہیں۔ ابوسفیان ہر ایک افسر اور دستہ فوج کو پوچھتا ہے۔ اور خائف و ترساں ہو ہو جاتا ہے۔ انصار کا لشکر جرار سعد ابن عبادہ کی ماتحتی میں شان و شوکت سے گزرتا ہے۔ اور سعد ابوسفیان کو دیکھ کر پکارتے ہیں الیوم یوم الملحمہ الیوم تستحل الکعبۃ یعنی آج گھمسان کا دن ہے۔ آج کعبہ کو حلال کرنے کا دن ہے۔ ابوسفیان کے ہوش جاتے رہتے ہیں۔ کہ سب سے آخر میں پرچم محمدیؐ، کوکبۂ نبوی آفتاب کی طرح چمکتا نظر آتا ہے۔ آسمان سے نور کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔ رحمت و برکت برستی آ رہی ہے۔ زمین مکہ رشک وادی طور ہوتی جاتی ہے۔ ابوسفیان پکار کر فریاد کرتا ہے۔ یا رسولؐ اللہ! حضور نے سُنا۔ سعد ابن عبادہ ابھی کیا کہتے ہوئے گزرے ہیں؟ رسولؐ اللہ فرماتے ہیں۔ نہیں نہیں۔ عبادہ کے بیٹے نے جو کہا غلط ہے۔ آج کعبہ کی حرمت کا دن ہے۔ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ اور حکم دیا کہ علم لشکر سعد سے لے لیا جائے بعض روایات میں ہے کہ اپنے ابن عم امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب سے فرمایا کہ آپ علم لیلو اور بعض کہتے ہیں کہ سعد کے بیٹے قیس کو وہ علم دلوا دیا گیا۔ (دیکھو حبیب السیر۔ مدارج النبوۃ۔ سیرۃ الحلبی وغیرہ) (سبحان اللہ وجود محمدیؐ رحمۃ للعالمین

قرارداد کے مطابق رات کو ابو سفیان وغیرہ مشرکین مکہ نے غروب آفتاب کے بعد جوں جوں اندھیرا بڑھتا گیا تلواریں لیکر بیت الشرف رسالت کے گرد گھیرا ڈالنا شروع کر دیا۔ اور جمع ہونے لگے۔

ع دل وجانم فدائے نامش باد)۔

غرضیکہ بارگاہِ رسالت، دربار نبوت سے بار بار یہی حکم صادر ہو رہے ہیں۔ یہی تاکید وفہمائش ہو رہی ہے۔ کہ کسی کو قتل نہ کیا جاوے۔ کوئی لوٹا نہ جائے۔ کسی پر تلوار نہ چلائی جاوے۔ چنانچہ خالد ابن ولید کا دستۂ فوج جو داخل ہوا تو اُس کی مٹ بھیڑ قریش سے ہوگئی۔ اور تلوار چل گئی۔ رسول اللہ کو خبر ہوئی تو اظہار ناراضی فرمایا۔ اور فوراً حکم دیا کہ تلوار کشی بند کر دی جاوے۔ مکہ کا والی، بادشاہ کونین۔ مکہ میں داخل ہوا۔ مکہ اور اہل مکہ سب مغلوب ہوگئے۔ سرور عالم اب سب کی جان و مال کے مالک ہیں۔ جس طرح چاہیں اُن سے سلوک فرمائیں۔ مگر قربان رحم وعفو نبوی کے۔ سب کو مخاطب فرما کر مصدر رحمت وجلال سے ارشاد ہوتا ہے لا تثریب علیکم الیوم یغفراللہ لکم وھوارحم الراحمین اذھبوا وانتم الطلقاء یعنی "جاؤ ہم نے اپنے قصور تم کو معاف کیئے اور تم سب کو آزاد کر دیا"۔ اس بخشش محمدی اور عفو نبوی کا یہ اثر تھا کہ جوق جوق لوگ آتے تھے۔ بیعت کرتے تھے اور مسلمان ہو جاتے تھے۔ غرضیکہ

(حضرت ام المومنین عائشہ نے امیر معاویہ کو یہی وقت یاد دلایا ہے "کہ تو می دانی از طلقائی"۔ (روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۵۵۹)۔

اللہ اللہ! وہ بھی کیسا دلکش سماں ہوگا۔ کیسا پیارا نظارہ ہوگا کہ جب مدینہ کا والی مکہ کا وارث، ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی یادگار، رسول عربی روحی لہ الفدا خانۂ کعبہ، بیت الحرام میں داخل ہو کر بتوں کو توڑتے اور جاء الحق وزھق الباطل فرماتے ہونگے۔ اور اپنے بھائی نفس رسولؐ علیؑ منی وانا منہ کے مصداق کو اپنا شریک فی الامر بنا کر دنیا کو دکھلا کر پشت مبارک پر سوار کر کے کعبہ کی چھت سے ہبل اور بڑے بڑے بتوں کو دست ید اللہی سے گرا کر توڑا ہوگا۔ اور خانۂ توحید کو شرک وکفر سے پاک وصاف فرمایا ہوگا۔ اور ؎

علیؑ بر دوشِ احمدؐ چشم بد دور عیاں شد معنیٔ نور علیٰ نور

کا جلوہ دنیا کو دکھلایا ہوگا ؎

پس اُس وقت جبکہ رسولِ الٰہی حضرت سرورِ عالم (دل جانم فدائے جانش باد) کو یقین ہو چکا کہ ان ظالموں نے ہمارے خفیہ قتل کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ اور خدائے جلیل نے اپنے حبیب کو ان کے اس بد ارادہ اور اس مشورہ کی خبر فرما دی۔ اور مکہ سے ہجرت فرمانے کا حکم دیدیا گیا تو پس تو شاہی رسول عربی نے اپنے بھائی نفس رسول علی مرتضےٰ کو اپنا جانشین قرار دیکر اپنے ہی بستر پر اپنی ہی سبز چادر اُڑھا کر لٹا دیا۔ اور خاموشی کے ساتھ سورۂ یاسین کی یہ آیات تلاوت فرماتے ہوئے وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشینٰھم فھم لا یبصرون ”یعنی جاریٰ ہم نے اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے دیوار اور پھر اوپر سے ان کو ڈھانک دیا پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے“ قاتلوں کے بیچ میں سے صاف نکل گئے۔ اور خدا نے اُن کو ایسا اندھا کر دیا تھا کہ وہ کچھ نہ دیکھ سکے۔ پس کیا اگر رسول عربی روحی وروح العالمین لہ الفدا اُس رات اس طرح مکہ سے تشریف نہ لیجاتے۔ مکہ میں ہی موجود ہوتے۔ اور گھر میں ہی تشریف رکھتے تو کیا وہ ظالم قاتل مشرکین مکہ جو تلواریں سونتے اس پختہ ارادہ اور مصمم قصد سے خانۂ رسالت کو گھیرے آمادۂ قتل کھڑے تھے رسول اللہ کو پاکر قتل نہ کر ڈالتے۔ بیشک یہ یقینی امر تھا کہ رسول کریم اگر مکہ میں ہی رہتے۔ گھر میں موجود ہوتے تو ضرور قتل وشہید ہو جاتے۔ پھر نہ دین ہوتا نہ اسلام۔ نہ توحید نہ خدا کا نام۔ اور کعبۂ معظمہ مکۂ محترمہ کی حرمت بھی برباد وضائع ہو جاتی۔ اور دنیا بھی اُسی طرح شرک وکفر سے تاریک رہتی۔ اور خانۂ الٰہی بھی بتوں سے پاک نہ ہوتا۔ نجدی بڈھے شیطان اور شیخ ابو سفیان کفار مکہ کا مدعا اور مقصد پورا ہو جاتا! اسلام کا نام دنیا سے مٹ جاتا! اس وجہ سے شہادت راہِ الٰہی کی افضل ترین فضیلت کا خلعت فاخرہ اپنے رسول کریم کو خدائے جلیل کی طرف

بت ہوئے غارت زمین کعبہ نورانی ہوئی
مصطفٰی کے پاؤں سے شیرِ خدا کے ہاتھ سے

(دیکھو مدارج النبوہ حبیب السیر وغیرہ) اور اللہ اللہ! کیسا نورانی وقت اور مبارک سماں ہوگا کہ جب حضرت بلال نے حکم نبوی سے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر جہاں دن رات لات ومنات، عزٰی وہُبل کے گیت گائے جاتے تھے۔ اذان دی ہوگی۔ اور اذان کی دانہ اور نعرۂ تکبیر اور صدائے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد الرسول اللہ سے زمین وآسمان گونج اُٹھا ہوگا اور بطحا کی پہاڑیاں، فاران کی چوٹیاں صفا ومروہ کے میدان خدائے وحدہ لاشریک کے نام پاک سے بھر گئے ہوں گے۔ اللھم صل علیٰ محمد وآل محمد وبارک وسلم

سے اُسی حبیب کے جان و جگر، اُسی کے جسم کے ٹکڑے حسینؑ مظلوم کے ذریعے سے عطا فرمایا جانا قرار دیا جا چکا تھا۔ (دیکھو سر الشہادتین شاہ عبد العزیز دہلوی) کہ حسینؑ کی شہادت رسول عربیؐ کی ہی شہادت ہوگی۔ جس طرح دین الٰہی اسلام محمدی کو قائم کرنے کے لیئے رسول عربیؐ مکہ سے ہجرت فرما دیں خانۂ الٰہی کعبۂ معظم کی حرمت و عظمت کو بچائیں۔ اُسی طرح یہ رسولؐ کا پیارا نواسہ مکہ سے کوچ کرکے مکہ سے باہر شہید راہِ الٰہی ہوکر دین الٰہی اور نانا کے اسلام کو بھی بچائے اور حرمت کعبہ کو بھی جس طرح نانا نے قائم رکھا اُسی طرح قائم و برقرار رکھے۔ اور خانۂ کعبہ کے اندر شہید اور ذبح نہ ہو۔

حسینؑ کی مکہ سے روانگی

پس جب حسینؑ کو بھی یہ یقین ہو گیا اور تحقیق ہو چکا کہ یزید نے کچھ لوگ بنی امیہ کے اسی طرح قریش و مشرکین مکہ یزید کے دادا ابو سفیان وغیرہ نے حسینؑ کے نانا رسولؐ کریم کو مکہ میں خفیہ قتل کر دینے کے لیئے سازش کرکے مصمم ارادہ کر لیا تھا) حاجیوں کے لباس میں اسی سازش اور ارادے سے بھیجے ہیں کہ حسینؑ کو ایام حج میں خاص احرام و حج کی حالت میں جہاں بھی اور جس مقام اور جس حالت میں بھی پاویں قتل کر ڈالیں۔ نہ حج کا خیال ہو نہ کعبہ کی حرمت کا لحاظ۔ دیکھو ینابیع المودہ شیخ الاسلام قسطنطنیہ امام قندوزی صفحہ ۲۳۷۔ وکان فیہ خروج الحسین من مکّۃ الی العراق بعد ان طاف وسعی و حل من احرامہ وجعل حجۃ عمرۃ مفردۃ لانہ لم یتمکن من اتمام الحج مخافۃ ان یبطش بہ ویقع الفساد فی الموسم فی المکۃ لانّ یزید ارسل مع الحجّاج ثلاثین رجلا من شیاطین بنی امیّۃ وامرھم بقتل الحسین علی کل حال۔ یعنی حسینؑ نے طواف کعبہ اور سعی صفا و مروہ فرما کر اور احرام کھول کر اپنے حج کو عمرہ مفردہ سے بدل ڈالا اور مکہ سے عراق کی طرف کوچ فرما دیا۔ کیونکہ آپ اتمام حج تک وہاں نہیں ٹھیر سکتے تھے اسلیئے کہ خوف لگا ہوا تھا۔ کہ آپ پر زیادہ سختی کیجاوے گی۔ اور جس کی وجہ سے موسم حج میں مکہ معظمہ کے اندر فساد واقع ہو جاویگا۔ کیونکہ یزید نے بنی امیہ کے تیس شیطانوں کو حاجیوں کے ساتھ خاص اسی لیئے بھیجا تھا اور اُن کو حکم دیا تھا کہ حسینؑ کو جس حال میں بھی پاویں قتل کر ڈالیں۔ امام طریحی۔ ابو مخنف اور اعثم کوفی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ عبد اللہ ابن عباس کے خط مندرجہ تذکرہ سبط ابن جوزی جو صفحہ ۱۲ کتاب ہذا میں درج ہے اُس سے بھی اس امر کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ اور نیز آیندہ کی روایات

بھی اسلام کو بخوبی ظاہر کر رہی ہیں۔

پس جس طرح کفار مکہ نے خیال کیا تھا کہ اسلام بڑھتا جاتا ہے اور اُن کا بت پرستی اور اُن کا مذہب باطل گھٹتا اور مٹتا جا رہا ہے توحید الٰہی اور دین حق کی شعاعیں تیز ہوتی جاتی ہیں اور دین الٰہی پھیلتا جا رہا ہے۔ اس لیئے بانی اسلام محمدؐ عربی کو ہی قتل کر کے اُن کا خاتمہ ہی کر دیا جاوے گا۔ تب ہی اُن کا دین گمراہ اور بت پرستی اور اُن کی دولت و ثروت قائم و برقرار رہ سکتی ہے۔ بس اُسی طرح اب ابو سفیان صاحب کے شہزادہ یزید نے بھی اس بات کو خوب سمجھا ہوا تھا کہ جب تک حسینؑ بانی اسلام کا جان و جگر، دینِ الٰہی اور اسلام محمدی کا رکھوالا دنیا میں موجود ہے۔ یزید کی عیش پرستی اور اُس کا فسق و فجور اور اسلام الٰہی پر اُس کی حکومت و ثروت اور اُس کا تخت و تاج اور یہ خلافت جسکا وہ اسلام ہی کے نام سے ناجائز طور پر مدعی بنا ہوا ہے اور جس کا وہ کسی طرح بھی اہل نہیں ہے قائم و برقرار نہیں رہ سکتی۔ اور دنیائے اسلام پر اُس کی حکومت مستحکم نہیں ہو سکتی۔ اس لیئے یزید بھی حسینؑ کو ختم اور قتل و شہید کر دینے اور آلِ محمدؐ کا نام دنیا سے مٹا دینے کا از بس گرویدہ ہو رہا تھا۔ اور نہیں جانتا تھا کہ یہی حسینؑ جو نانا کے دین کا رکھوالا۔ اور اسلام کا محافظ۔ رسولؐ کا جان و جگر ہے اپنا سر دیکر۔ گھر بار لٹا کر اسلام پر دین محمدی پر جان قربان کر کے اسلام کو، دینِ الٰہی کو اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے مبارک نام کو ہمیشہ کے لیئے دنیا پر زندہ کر جائیگا۔ اور یہی کعبۂ حقیقی خانۂ خدا کی حرمت و احترام کو اپنے وجود سے برباد نہ ہونے دیگا۔ اور یزید کے تخت و تاج اور سلطنت و حکومت کو اپنا سر کٹوا کر ہمیشہ کے لیئے دنیا سے نیست و نابود کر جاویگا۔

قتل حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے ‡ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد (مولانا محمد علی) بس اُس وقت جس طرح اسلام کے ابتدائی زمانہ میں حرمت کعبہ کو بچانے اور اسلام کی ترقی و فروغ کے لیئے حسینؑ کے نانا نے مکہ کو چھوڑا اُسی طرح اب یزید کے خلیفۂ اسلام کہلانے سے اسلام الٰہی اور دین محمدیؐ کے زوال و اضمحلال کا وقت آ گیا۔ یزید کے فسق و فجور کی وجہ سے دینِ الٰہی، شریعتِ محمدی مٹنے لگی۔ یزید نے خاص خانۂ خدا میں ہی جس طرح کفار مکہ نے حسینؑ کے نانا رسولؐ عربی کو مکہ میں شہید و قتل کر دینے کی تجویز کی تھی اُسی طرح حسینؑ کو شہید و قتل کر دینے کا انتظام کیا تو حسینؑ کے لیئے حج کی نسبت یہ ضروری اور لازمی فریضہ تھا کہ حسینؑ نانا کی طرح حرمت کعبہ کو بچائیں۔ اور مکہ کو چھوڑ دیں۔ اور مکہ سے باہر اسلام پر قربان ہو کر، جان دیکر، خدا کے دین کو، نانا کے اسلام کو اور مسلمانوں کو گمراہی اور ضلالت میں پڑنے سے بچا لیں۔ بس اس لیئے حسینؑ

نے مجبور ہو کر احرام حج کو تبدیل فرمایا اور نانا کی شان سے مکہ کو چھوڑ دیا تاکہ بنی امیہ یزیدی گروہ حسینؑ کو مکہ میں قتل نہ کر سکیں۔ اور مکہ معظمہ خانہ کعبہ کی حرمت ضائع و برباد نہ ہو۔ چنانچہ بار بار علی العموم فرماتے تھے کہ میں وہ گوسفند بننا نہیں چاہتا کہ جس کے کعبہ میں ذبح ہونے سے خانہ کعبہ کی حرمت ضائع و برباد ہو۔ جیسا کہ عبداللہ ابن زبیر سے فرمایا (ملاحظہ ہو تاریخ کبیر طبری صفحہ ۲۷۶) اور ایسا ہی نیز محمد حنفیہ سے فرمایا۔ یا اخی انی اخشی ان تغتالنی جنود بنی امیۃ فی مکۃ فاکون کالذی تستباح دمہ فی حرم اللہ یعنی اے بھائی مجھے خوف ہے کہ لشکر بنی امیہ مجھے مکہ میں قتل نہ کر دیں۔ اور میں ہی وہ شخص نہ ہوں کہ جس کا خون حرم الٰہی میں مباح ہو جاوے۔ (ینابیع المودہ سلیمان قندوزی صفحہ ۲۳۷) اور نیز تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۹ میں علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حسینؑ کے مکہ سے روانگی کے وقت عبداللہ ابن زبیر نے حسینؑ کی خدمت میں آکر عرض کی۔ فقال لہ اما انک لو اقمت بالحجاز ثم اردت ھذا الامر ھھنا لما خالفنا علیک وساعدناک وبایعناک ونصحنا لک فقال لہ الحسین ان ابی حدثنی ان لھا کبشا بہ تستحل حرمتھا فما احب ان اکون انا ذلک الکبش قال فاقم ان شئت وتولینی انا الامر فتطاع ولا تعصی قال ولا ارید ھذا ایضا ثم انھما اخفیا کلامھما فالتفت الحسین الی من ھنالک وقال اتدرون ما یقول قالوا لا ندری جعلنا اللہ فداک قال انہ یقول اقم فی ھذا المسجد اجمع لک الناس ثم قال لہ الحسین واللہ لان اقتل خارجا منھا بشبر احب الی من ان اقتل فیھا ولان اقتل خارجا منھا بشبرین احب الی من ان اقتل خارجا منھا بشبر وایم اللہ لو کنت فی حجر ھامۃ من ھذہ الھوام لاستخرجونی حتی یقضوا الی حاجتھم واللہ لیعتدن علی کما اعتدت الیھود فی السبت فقام ابن الزبیر فخرج من عندہ۔

یعنی عبداللہ ابن زبیر نے حسینؑ سے عرض کی۔ اگر آپ حجاز میں قیام فرما دیں اور آپ کا ارادہ امر خلافت کا ہو تو میں آپ کا ہوا خواہ و خیر خواہ ہوں۔ آپ سے بیعت کے لیے حاضر ہوں۔ آپ کی امداد کو موجود ہوں۔ اور کبھی آپ کی مخالفت نہ کروں گا حسینؑ نے فرمایا میں نے اپنے باپ سے یہ حدیث سنی ہے کہ میں ایک گوسفند ذبح ہو گا جس سے

کعبہ کی حرمت حلال ہوجاوے گی۔ پس میں نہیں چاہتا اور مجھے ہرگز پسند نہیں کہ وہ گوسفند میں بنوں۔ عبد اللہؓ نے عرض کی تو آپ یہاں ٹھیرے رہیں۔ اور اگر آپ پسند کریں اور آپ کی بھی مرضی ہو تو میں خلیفہ اور امیر بن جاؤں۔ (اصلی اور حقیقی تمنا تو ان کی یہی تھی) آپ مجھے اپنی طرف سے والی بنا دیجئے۔ آپ مخدوم و مطاع رہیں گے۔ آپ کی نافرمانی نہ ہوگی۔ حسینؑ نے فرمایا میں یہ بھی نہیں چاہتا۔ پھر اس کے بعد دونوں نے کچھ آہستہ باتیں کیں۔ اور حسینؑ نے پھر اُن لوگوں کی طرف جو وہاں موجود تھے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم لوگ جانتے ہو کہ اس نے کیا کہا؟ لوگوں نے عرض کی۔ ہم حضور پر سے قربان ہوں۔ ہم کو علم نہیں کہ آپ سے اس نے کیا کہا۔ حسینؑ نے فرمایا کہ یہ کہتا ہے کہ میں اس مسجد میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ کی امداد کے لیے لوگوں کو جمع کر دونگا۔ پھر امام حسینؑ نے ابن زبیر سے فرمایا قسم ہے خدا کی اگر میں مکہ سے ایک بالشت بھی باہر قتل کیا جاؤں تو وہ مجھے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے اس سے کہ میں مکہ میں قتل ہوں۔ اور اگر میں مکہ سے دو بالشت بھی باہر قتل کیا جاؤں تو وہ مجھے پسند اور مرغوب ہے اس امر سے کہ ایک بالشت اندر قتل ہوں۔ (غرضکہ مکہ میں قتل اور شہید ہونا بسبب حرمت کعبہ کے کسی طرح بھی حسینؑ کو پسند اور گوارا نہ تھا) قسم ہے خدا کی۔ اگر میں کسی حشرات الارض یعنی کسی کیڑے کے سوراخ میں بھی داخل ہو جاؤنگا تو البتہ یہ بنی امیہ مجھے اُس میں سے بھی ضرور نکال لیں گے اور اپنی خواہش کو مجھ سے پورا کریں گے۔ یعنی مجھے ضرور قتل کر ڈالیں گے۔ قسم ہے خدا کی یہ لوگ میرے بارے میں اسی طرح حدود الٰہی سے تعدی اور تجاوز کریں گے جیسا کہ یہود نے سبت کے بارے میں حدود الٰہی کو توڑا تھا۔ بس اس کے بعد عبد اللہ ابن زبیر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور حسینؑ کے پاس سے چلے گئے۔ نیز دیکھو تاریخ کبیر علامہ جریر طبری جلد ۶ صفحہ ۲۱۷۔

حسینؑ کو اپنے قتل و شہید ہو جانے اور یزید اور بنی امیہ کی ان خفیہ تدبیروں اور سازشوں کا اس قدر یقین کامل ہے کہ برابر کربلا تک تمام راستے علانیہ ظاہر فرماتے اور بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ دیکھو مکہ سے روانہ ہونے کے بعد راستہ میں فرزدق ملتا ہے۔ عرض کرتا ہے یا ابن رسول اللہ! آپ نے حج چھوڑ کر مکہ سے روانہ ہونے میں جلدی کیوں فرمائی؟ حسینؑ جواب دیتے ہیں۔ اگر میں جلدی نہ کرتا ضرور پکڑا جاتا اور گرفتار ہو جاتا۔ لولم اعجل لاخذت

(تاریخ طبری صفحہ ۲۷۶۔ تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۳۷۔

پھر منزل ثعلبیہ میں ابوہرہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ پوچھتا ہے۔ اے فرزند رسولؐ!

حرم رسولؐ اور حرم الٰہی کو چھوڑ کر یہ سفر کیوں اختیار فرمایا۔ حسینؑ فرماتے ہیں۔ بنی امیہ نے ہمارے حقوق غصب کیے۔ ہم نے صبر کیا۔ ہم کو علانیہ بُرا بھلا کہا۔ ہم نے صبر کیا۔ اب میرے خون کے درپے ہوئے تو میں نکل کھڑا ہوا ہوں۔ قسم ہے خدا کی۔ یہ باغی گروہ مجھے ضرور قتل کرے گا۔ اور اس کے بعد خدائے جلیل ضرور اپنا قہر ان پر نازل فرمائے گا۔ یہ قتل ہوں گے اور ذلیل ہو جاویں گے جس طرح خدا نے قوم سبا کو ذلیل اور قتل فرمایا۔ دیکھو اصل عبارت عربی ذبح عظیم ۱۲

دیکھو مخبر صادق رسولؐ عربی کے فرزند حسین مظلوم کی پیشین گوئی کیسی سچی اور صحیح ثابت ہوئی۔ معاویہ اور یزید کی نسل سے تو حکومت و خلافت بس اُسی وقت حسینؑ کے بعد ہی تین سال کے اندر اندر جاتی رہی۔ اور یزید یہی خاتمہ ہو گیا۔ باقی بنی امیہ کا بھی قلع قمع ہو کر ان کا تخت و تاج، سلطنت و حکومت ایک صدی کے اندر اندر ہی خدائے جلیل نے انہی بنی ہاشم آل عباس کے ہاتھوں ایسی خاک میں ملائی کہ آج ان کا نام بھی دنیا میں باقی نہیں ہے۔ اور دنیا کا کوئی خطہ اور حصہ باقی نہیں ہے کہ جہاں حسینؑ اور آل محمدؐ کا نام نہ لیا جاتا ہو۔ یہ ہے حمایت الٰہی اور یہ ہے خدائی نصرت۔ بیشک خدا ان کا ہے اور یہ خدا کے ہیں ؎

شوکت شام و فر بغداد رفت ۔۔۔ سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت

تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز ۔۔۔ تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز

(ڈاکٹر سر اقبال سلمہٗ)

غرضکہ حسینؑ کسی طرح بھی اس امر کو پسند نہیں کرتے تھے کہ یزید کے فرستادہ بنی امیہ کے شیطان مکہ میں حسینؑ پر حملہ کر کے حسینؑ کو قتل و شہید کر دیں۔ اور مکہ معظمہ کی حرمت جس کو نانا نے بھی بچایا اور ملحوظ رکھا اس طرح حسینؑ کے مکہ میں قتل ہو جانے سے ضائع و برباد ہو۔ اور نیز حرمت کعبہ کے ضائع و برباد کرنے اور مکہ میں ایک سردار قریش کے دفن ہونے کے متعلق جو سخت تہدیدی احادیث رسولؐ اور پیشین گوئیاں سرور عالم نے فرمائی تھیں وہ بھی حسینؑ کو یاد اور پیش نظر ہیں۔ (دیکھو کنز العمال شیخ علی متقی) رسول اللہؐ نے فرمایا۔ مکہ میں ایک قریشی دفن ہوگا۔ جس پر دنیا کا عذاب ہوگا۔ اگر اُس کا گناہ تولا جاوے تو دونوں جہان کے گناہوں سے زیادہ ہوگا۔ پھر فرماتے ہیں کہ مکہ میں ایک سردار قریش کی قبر بنے گی جس کا نام عبد اللہ ہوگا۔ اُس پر نصف عالم کا عذاب ہوگا۔ (کنز العمال صفحہ ۲۳۴۔ باب الثامن فی فضائل الامکنہ الفصل الاول فی فضل مکۃ المشرفہ وما حولھا وقال یلحد رجل من قریش بمکۃ یقال لہ

عبد اللہ علیہ شطر عذاب العالم یلحد فی الحرم رجل من قریش لو توازن ذنوبہ بذنوب الثقلین ارجحت (عن ابن عمر)۔

(۲) یلحد رجل من قریش بمکۃ تکون علیہ نصف عذاب العالم۔

(نیز ملاحظہ ہو ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ دہلوی) کہ رسول اللہ نے فرمایا قریش میں سے ایک شخص مکہ میں مدفون ہوگا جس پر تمام عالم کا نصف عذاب ہوگا۔ (اور دیکھو تاریخ ابن قتیبہ دینوری السیاسۃ والامامہ صفحہ ۲۶ جلد اول) کہ جب حضرت عثمان سے محاصرہ کے زمانہ میں اُنکے خیر خواہوں مغیرہ وغیرہ نے عرض کی کہ آپ مدینہ چھوڑ کر مکہ تشریف لے چلیے۔ تو حضرت عثمانؓ نے اسی حدیث نبوی کو بیان فرما کر مکہ جانے سے انکار فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ سے سُنا ہے۔ یلحد بمکۃ رجل من قریش علیہ نصف عذاب ھذہ الامۃ من الانس والجن فلن اکون ذلک الرجل۔ یعنی مکہ میں قریش میں سے ایک شخص دفن ہوگا کہ جس پر اس امت کے جن وانس کا نصف عذاب ہوگا۔ پس میں نہیں چاہتا کہ وہ شخص میں ہوں۔ (تاریخ خمیس دیار بکری صفحہ ۲۹۲) اور ابن حجر مکی نے بھی اس حدیث کو حضرت عثمان کی ہی زبانی اس طرح پر اپنی کتاب تطہیر الجنان واللسان میں جو صواعق محرقہ کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے صفحہ ۹۹ میں درج کیا ہے۔ پس حسینؑ کو نانا کی یہ حدیثیں بھی پیش نظر ہیں۔ اگر حسینؑ مکہ کو نہ چھوڑتے اور مکہ میں موجود ہوتے تو یقینی امر ہے کہ یزید کے حکم کے مطابق انہی یزید کے جاسوسوں بنی امیہ کے شیطانوں کے ہاتھ سے حسینؑ ضرور مکہ میں قتل کر دیے جاتے۔ اور پھر بھی احادیث نبوی آج رسولؐ کے نواسہ حسینؑ مظلوم کی ذات اقدس پر چسپاں کر کے حرمت خانۂ الٰہی اور عظمت مکہ مشرفہ کے ضائع و برباد کرنے کا الزام حسینؑ پر لگا دیا جاتا۔

اس کے علاوہ یہ امر بھی نہایت ضروری اور غور طلب ہے کہ اگر اس طرح پر خفیہ طریق سے مکہ معظمہ میں حسینؑ کی شہادت کا واقعہ پیش آتا تو علاوہ خانۂ خدا بیت اللہ الحرام کی عظمت وحرمت کے ضائع ہونے کے جو شہادت حسینؑ کا اصل مدعا اور حسینؑ کا سر دینے سے جو اصل مقصد عالی تھا وہ بھی یقیناً حاصل نہ ہوتا اور نہ حسینؑ کی شہادت نے جو سوتی دنیا کو جگایا۔ اور بنی امیہ کے پردوں کو پھاڑا۔ یزید کے حالات کو الم نشرح کر کے دنیا کو بتا دیا کہ یزید کسی طرح بھی خلافت رسولؐ اور مسلمانوں کی امامت کا اہل نہیں ہے۔ اُس کے افعال و کردار، فسق و فجور کو کوئی تعلق اسلام سے نہیں ہے۔ دین اسلام اُس سے اور اُس کی ان بد افعالیوں اور بد کرداریوں

اور ظلم و جور سے کوسوں دور اور پاک و پاکیزہ ہے۔ اور دنیائے اسلام بلکہ تمام عالم پر اپنی صداقت و حقانیت و مظلومیت اور ثابت قدمی کو دکھلا کر ایک تہلکہ عظیم برپا کر دیا۔ جو تنہا اور چھپ چھپاتے مکہ میں قتل ہو جانے سے کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا میں بہت سے اہل دیانت اور ارباب صداقت ظالم و جبار اشخاص کی عیش پرستی اور ہوا و ہوس نفسانی کا شکار ہوئے ہیں لیکن جس کیفیت و محویت اور جس شان کے ساتھ یہ ذبح عظیم اور یہ صداقت و حقانیت اسلامی کی قربانی ۷۲ قربانیوں کے ساتھ صبر و رضائے الٰہی کے جوہر دکھلاتے ہوئے کربلا کی وعدہ گاہ میں قربان گاہ توحید پر چڑھائی گئی ہے ایسی کوئی بھی محبت و عشق خدا کی قربانی اور حق و صداقت کا فدیہ قربان گاہِ محبوب میں نہ پہلے پیش ہوا ہے اور نہ آیندہ پیش ہوگا۔ اور بیشک جس طرح خاتم النبیین سید المرسلین تمام انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں اور جملہ مخلوق کے سردار و شہنشاہ ہیں۔ اس لیئے لازمی اور ضروری ہے کہ اُس فخر کائنات حبیب رب العالمین کے لیئے راہِ محبوب میں جو شہادت کا درجہ حاصل ہو وہ بھی اسی طرح اپنی نوعیت و شان و عظمت میں سب شہادتوں سے برتر اور تمام قربانیوں سے اعظم و افضل ہو۔ اور حسینؑ کی شہادت مسلمہ امر ہے کہ واقعی رسول عربی اور سردار عالم حضرت محمد مصطفےٰ کی ہی شہادت ہے۔ خدائے جلیل نے یہ درجہ عالی شہادت راہ الٰہی کا اور یہ فضیلت تامہ بھی اپنے حبیب کو اُس حبیب ہی کے جان و جگر فرزندان دلبند حسن و حسینؑ کے ذریعہ سے کرامت فرمانا مصلحت سمجھا۔ اس لیئے ضروری اور لازمی ہے کہ یہ شہادت جہری بھی معمولی طریق کی شہادت نہ ہو۔ بلکہ اپنی نوعیت اور شان میں اور صورت واقعہ میں ایسی ہی بے مثل اور بے نظیر ہو کہ جو نہ پہلے کبھی ہوئی ہو اور نہ آیندہ کبھی ہو سکے۔ ہر ایک قسم کی مصیبتوں اور تکلیفوں کا بدرجۂ کمال اس شہادت میں خاتمہ ہو جاوے۔ اور ایسا ہی جیسا کہ مصیبتیں عظیم و شدید تر ہوں صبر و شکرِ الٰہی بھی اُسی اعلےٰ پیمانہ پر ہو کہ جہاں صبر کا بھی خاتمہ ہو جاوے۔ نہ ایسی مصیبتیں اور اذیتیں کسی شہیدِ راہِ الٰہی پر پڑی ہوں اور نہ ایسا صبر کسی سے ہوا ہو۔ جوں جوں بلا اور مصیبت عظیم ہوتی جاتی ہو چہرہ نورانی تصویر محمدی گلاب کے پھول کی طرح چمکتا جاتا ہو۔ پس یہ جگر گردہ اور یہ درجہ اور رتبۂ عالیہ رسول امی محمد عربی محبوبِ الٰہی کا ہی ہو سکتا ہے کہ جسکو اُسکے ہی جان و جگر حسین منی وانا من الحسین نے ہی اُٹھایا اور حاصل کیا۔

الغرض۔ اگر حسینؑ مکہ سے روانہ نہ ہوتے اور مکہ میں ہی یزید کے فرستادہ شیاطین

بنی امیہ کے ہاتھ سے خفیہ اور معمولی طور سے قتل وشہید ہو جاتے تو بیشک یہ عظمت وقعت اس شہادت کو ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس طرح پر مکہ میں شہید ہونے سے تین دن کی بھوک و پیاس کے صدمے کہاں سے اٹھاتے۔ پانی کہاں سے بند ہوتا۔ یار و انصار کو قتل ہوتے، جانیں دیتے کہاں دیکھتے۔ مسلم کے لاڈلے کہاں تلواریں کھاتے۔ زینبؑ کے چاند کہاں خون میں ڈوبتے حسنؑ کی نشانی، بھائی کی یادگار کہاں خون میں نہا کر، گھوڑے سے گر کر پیر پاپ دم توڑتے۔ عباس ماہ بنی ہاشم برابر کا بھائی کہاں شانے کٹاتا۔ کہاں گرز کھا کر گھوڑے سے گرتا۔ اور آنکھوں کے سامنے دنیا سے سدھارتا۔ علی اکبر شبیہ پیغمبر، نانا کی تصویر، گیسوؤں والا، گھر کا اجالا چاند سے سینہ پہ کہاں برچھیاں کھاتا، کہاں خون میں ڈوب کر، گھوڑے سے گر کر آنکھوں کے سامنے دم توڑتا۔ چھ مہینے کا ننھا شیر خوار علی اصغر معصوم گلے پر تیر ظلم کھا کر کہاں باپ کے ہاتھوں پر خون اگلتا اور آنکھوں کے سامنے جان دیتا۔ اور اپنی مظلومیت سے سوتی دنیا کو جگاتا۔ بنی ہاشم کے اٹھارہ چاند کہاں خاک و خون میں غلطاں ہوتے۔ عزیزوں دوستوں کے داغ کیونکر اٹھاتے۔ سر اقدس نیزہ پر کب معراج پاتا۔ زین العابدین کہاں زنجیروں میں جکڑے جاتے۔ کہاں بیڑیاں پہنتے۔ زینبؑ کی چادر کب چھینی جاتی۔ سکینہ کہاں طمانچے کھاتی۔ جسم اطہر کے کپڑے کب لوٹے جاتے۔ خیمۂ نبویؐ کب جلائے جاتے۔ بسندِ رسولؐ کیونکر پھونکی جاتی۔ شام اور کوفہ کے بازاروں میں، دمشق کے راستوں میں، جنگلوں میں، بیابانوں میں، یزید کے درباروں میں، شام کے قید خانوں میں، نصرانیوں کے دیریں، راہبوں کے صومعوں میں کٹے ہوئے سر کب اور کیونکر نعرۂ تکبیر لگاتے۔ اور کلمۂ توحید کی تبلیغ فرما کر نانا کے دین کی تعلیم دیتے۔ اور نجات کے راستے دکھلاتے۔ اور دین اسلام کو زندہ کرتے۔ چھوٹے چھوٹے یتیم بچے باغِ رسالت کے کملائے ہوئے پھول بھوک پیاس کے صدمے اٹھائے اور رسیوں، زنجیروں میں جکڑے کیونکر اور کہاں صبر و رضائے الٰہی کے جوہر دکھلاتے۔ اور اپنی پیاری پیاری خاک بھری موہنی صورتوں سے کب اور کس طرح اپنی مظلومی کے جوہر دکھلا کر دنیا کو خون کے آنسو رلاتے اور اپنے ننھے ننھے رسی بندھے ہاتھوں سے کیونکر یزید کے تخت و تاج کو خاک میں ملاتے اور شام کے تختے کو الٹ پھینکتے۔ فی الحقیقت معرکۂ کربلا کا ایک ایک نظارہ اور شہادت حسینؑ کا ایک ایک واقعہ دنیا کو تہ و بالا کرنے والا اور دینِ اسلام کو، توحید خداوندی کو اور ہمیشہ دنیا کو زندہ کرنے والا ہے۔ مکۂ معظمہ میں خفیہ طور پر بے معلوم طریقے سے طواف میں یا منے میں

منا میں یا مزدلفہ میں حاجیوں کے ہجوم کے اندر کسی شیطان بنی امیہ کے ہاتھ سے تلوار کھا کر شہید ہوجانے سے یہ کیفیت اور یہ کمال شہادت کب حاصل ہو سکتا تھا۔ بلکہ اس طرح پر مکہ میں قتل ہوجانے سے حرمتِ کعبہ بھی جاتی۔ خونِ حسینؑ بھی برباد ہوتا۔ حاجیوں کے قافلہ میں ہل چل اور اہلِ مکہ میں فسادِ عظیم برپا ہوجاتا۔ اور نواسۂ رسولؐ کا خون ہدر ہوجاتا۔ قاتلوں کا کہیں پتا ہی نہ چلتا۔ اور یزید پر کوئی الزام بھی نہ آتا۔ کوئی کہتا کہ یزید نے قتل کرادیا ہے۔ اور کوئی کہتا کہ نہیں عبداللہ ابن زبیر کے آدمیوں نے حسینؑ کو قتل کردیا ہے۔ یزید اور یزیدیوں کو اپنی برأت کا موقع مل جاتا۔ اور خونِ حسینؑ کا الزام بیچارے عبداللہ ابن زبیر پر ڈال دیا جاتا۔ اور حسینؑ کے قصاص میں عبداللہ ابن زبیر کو پکڑ کر ایک ہی تلوار سے دونوں کی خلش مٹا دی جاتی۔ اور یزید کا دل ٹھنڈا ہوجاتا۔ کیونکہ تاریخیں اس کا بھی پتا دے رہی ہیں کہ عبداللہ ابن زبیر سلطنت اور خلافت کے خواہاں تھے۔ اور اسی لیئے حسینؑ کی موجودگی مکہ میں اُن کو بھی سخت گراں تھی۔ کہ حسینؑ کے ہوتے اُن کی بھی دال نہیں گل سکتی تھی۔ جیسا کہ ہم اوپر تاریخوں کے حوالہ سے بیان کر آئے ہیں۔

نیز دیکھو حسینؑ جس طرح صورت میں۔ سیرت میں۔ رفتار میں۔ گفتار میں اپنے نانا رسولؐ عربی کی تصویر اور رسول نما آئینہ ہیں اُسی طرح حسینؑ کو اس سفر میں بھی بہت زیادہ مماثلت اور مشابہت اپنے نانا رسولؐ اللہ کے ساتھ حاصل رہی ہے۔ جس طرح رسولؐ کے مکہ سے تشریف لیجانے پر قریش مکہ مشرکین ام القریٰ نے رسولؐ عربی کی گرفتاری کے لیئے تعاقب کیا تھا اور غارِ ثور تک تلاش میں لوگ نکلے تھے اُسی طرح یزید کے حاکم عمر ابن سعید اشدق والیٔ مکہ نے بھی حسینؑ کو گرفتار کر کے مکہ میں واپس لے آنے اور سفر سے روکنے کے لیئے کچھ فوج حسینؑ کے تعاقب میں بھیجی تھی۔ جس کا مدعا اور مطلب یہی تھا کہ حسینؑ کو گھیر کر مکہ میں واپس لے آویں اور یزید کا وہی منصوبہ اور انتظام جو قتل حسینؑ کے لیئے کیا گیا ہے پورا ہوجاوے۔ عمر ابن سعید کو امیر الحاج بھی اسی لیئے بنایا گیا تھا۔ اور غالباً یہ بھی اندیشہ اور خوف ہوگا کہ مبادا حسینؑ اگر عراق میں پہنچ جاویں گے اور حسینؑ کے وہاں پہنچ جانے پر اگر اہلِ عراق حسینؑ کی طرف مائل اور متفق ہوجاویں گے تو یزید کی سلطنت و حکومت میں ضرور مشکلات پیش آجاوینگی۔ اور رخنے پڑجاویں گے۔ اس لیئے حسینؑ کو روکنے اور واپس مکہ میں لے آنے کے لیئے ہی بنی امیہ نے کوششیں کیں۔ مگر کامیابی نہ ہوئی اور امام علیہ السلام حضرت حسینؑ منزل

نے ان کے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لی عملی ولکم عملکم انتم بریئون مما اعمل وانا بریئ مما تعملون (سورہ یونس) (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۰ و روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۷۷۵ اور محرم نامہ خواجہ حسن نظامی صاحب صفحہ ۱۵۱ وغیرہ کتب تواریخ) بیشک حسینؑ نے مکۂ معظمہ کو اسی شان اور اسی کیفیت سے چھوڑا ہے کہ جس شان اور جن اسباب سے حسینؑ کے نانا رسول عربیؐ نے شب ہجرت مکہ کو چھوڑا تھا اور حسینؑ نے اسی طرح حرمت کعبہ کو قائم و برقرار رکھا ہے جس طرح حسینؑ کے نانا رسول اللہؐ نے کعبہ کی حرمت کو بچایا تھا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد و بارک وسلم۔

القصہ اب نہ حسینؑ کو مکہ میں قیام کی گنجائش ہے اور نہ مدینہ میں۔ نہ وہاں امن ہے اور نہ یہاں۔ اب سوائے عراق کے اور اتمام حجت کرنے کے کوئی مقر اور راستہ نہیں ہے۔ اور نیز وہ مقصد عالی اور حکم رسولؐ بھی مدنظر ہے کہ جس کے پورا کرنے کا وقت اور زمانہ قریب آتا جاتا ہے اور جس کی پیشین گوئیاں نانا رسول اللہؐ فرمائے چلے گئے اور اب حسینؑ بھی برابر بیان کرتے اور ظاہر فرماتے چلے جا رہے ہیں۔ کہ میں ضرور قتل ہونگا۔ گروہ بنی امیہ ہم کو ضرور قتل کرے گا۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۰) وکان الحسین یقول واللہ لایدعونی حتی یستخرجوا ھذہ العلقۃ من جوفی فاذا فعلوا سلط اللہ علیھم من یذلھم حتی یکونوا اذل من فرام المراۃ ثم خرج الحسین یوم الترویہ۔ یعنی حسینؑ فرماتے تھے۔ قسم ہے خدا کی۔ یہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے جب تک کہ میری جان نہ لے لیں گے۔ پس جب یہ ایسا کریں گے تو خداوند عالم ان پر ایسے شخص کو مسلط فرمائے گا جو ان کو لتۂ حیض سے بھی زیادہ ذلیل و خوار بنا دے گا۔ پس حسینؑ یوم ترویہ مکہ سے روانہ ہو گئے۔

بروایت صاحب ناسخ التواریخ و دیگر کتب تاریخ و مقتل یوم ترویہ ۸ ذی الحجہ کو حسینؑ نے طواف خانۂ کعبہ اور سعی صفا و مروہ فرما کر حج کو عمرہ سے تبدیل کیا اور مجمع اصحاب میں خطبہ پڑھا۔ حمد و ثنائے الٰہی اور درود و سلام کے بعد فرمایا۔ موت بنی آدم کے گلے کا ہار ہے۔ جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔ جس طرح یعقوبؑ یوسفؑ کی ملاقات کے مشتاق تھے اسی طرح میں بھی اپنے بزرگوں کی ملاقات کا مشتاق ہوں۔ میرے لئے قتل گاہ مقرر ہو چکی ہے۔ مجھے وہاں پہنچنا ضروری ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ کربلا و نینوا کے درمیان جنگل کے چند بھیڑیے میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں اور میرا بند بند جدا کرتے ہیں۔ بے شک یہ

امر ضروری ہونے والا ہے۔ مگر ہم اہلبیت کی رضا وہی ہے جو خدا کی رضا ہے۔ اجیں ہیں وہ خوش اُسی میں ہم خوش ہیں) خدا کی بلاؤ ابتلا پر ہم صابر و شاکر ہیں۔ وہ ہمارا رب ہم کو صابرین کا اجر کرامت فرمائے گا۔ ہم اہلبیتِ نبیؐ خدا کی بارگاہ قدس میں اُس کے رسول کریم کے پاس جمع ہوجاویں گے۔ پس جو شخص راہِ خدا میں ہمارے لیئے جان قربان کرنا چاہے۔ موت اور لقائے الٰہی کا شائق ہو وہ ہمارے ساتھ چلے۔ میں صبح انشاءاللہ کوچ کرجاؤنگا۔

اصحاب رسولؐ و اصحاب زادے بزرگان قریش سرداران عرب عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس عبداللہ جعفر، عبداللہ زبیر خبر روانگی حسینؑ سنکر حاضر ہوتے ہیں۔ جُدا جُدا گفتگو کرتے ہیں۔ حسینؑ کو جانے سے روکتے ہیں حسینؑ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ بنی امیہ مجھے خانۂ خدا میں کبھی نہ چھوڑیں گے۔ چین سے بیٹھنے نہ دیں گے۔ جہاں بھی جاؤنگا ڈھونڈیں گے، نکالیں گے اور قتل کریں گے۔ یا یزید فاسق و فاجر کی بیعت پر مجبور کرینگے۔ عبداللہ ابن زبیر کے مکالمہ اور جواب کو ہم اوپر درج کر آئے ہیں۔ حسینؑ نے فرمایا کہ میں وہ گوسفند بننا نہیں چاہتا جو مکہ میں ذبح ہو۔ حرمت کعبہ جائے اور احترام بیت اللہ میں فرق آئے۔ عبداللہ ابن جعفر سے ارشاد ہوتا ہے کہ میرے نانا رسولؐ اللہ نے ایک امر کا مجھے حکم دیا ہے۔ مجھے اُس کا بجالانا ضروری ہے۔ اور میں اس امر کو یعنی اُس حکم نبویؐ کو نہیں ظاہر کرونگا۔ جب تک کہ میں اپنے مالک و خالق سے ملاقی نہ ہو جاؤں۔ (دیکھو تاریخ طبری صفحہ ۲۸ اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۱) قال انی رایت رویا رایت فیھا رسول اللہ وامرت فیھا بامر انا ماض لہ علی کان اولی فقالا ماتلک الرویا فقال ماحدثت بھا احدا وما انا محدث بھا احدا حتیٰ القیٰ ربی۔ یعنی حسینؑ نے فرمایا میں نے رسولؐ اللہ کو خواب میں دیکھا ہے اور حضرت نے مجھے ایک حکم دیا ہے جس کی تعمیل میرے لیئے اولیٰ اور ضروری ہے۔ عبداللہ جعفر اور یحییٰ ابن سعید (عمر بن سعید کا بھائی جو عبداللہ جعفر کے ساتھ حسینؑ کو واپس کرنے کے لیئے آیا تھا) عرض کرتے ہیں کہ وہ کیا خواب ہے اور کیا حکم ہے؟ حسینؑ فرماتے ہیں۔ میں بیان نہیں کرونگا۔ جب تک اپنے خدا کے پاس نہ پہنچ جاؤں اور نیز عبداللہ ابن عمر روتے ہیں اور حسینؑ کی آنکھوں کو چوم کر بوسہ دیکر فرماتے ہیں۔ اے قتیل خدا کے حوالے (دیکھو صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۱) اسی طرح عبداللہ ابن عباس روتے ہیں۔ اور حسینؑ کی صداقت و حقانیت کو اور عظمت و شرف کو ظاہر کر کے حسینؑ کو رخصت کرتے اور فرماتے ہیں۔ عبداللہ ابن زبیر کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں حسینؑ

جاتے ہیں۔ تو حجاز خالی ہوگیا۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۹۔ روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۵۷۰)

محمد حنفیہ یہ خبر سنکر کہ حسینؑ کوفہ کی طرف جا رہے ہیں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ بھائی! کوفہ کی طرف تشریف نہ لے جاؤ۔ یہ لوگ اہلِ غدر و مکر ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ یہیں قیام کیجئے حسینؑ فرماتے ہیں۔ اے بھائی مجھے یہ خوف اور اندیشہ ہے کہ یہ ظالم بنی امیہ مجھے مکہ میں قتل کروالیں اور میرے خون بہنے سے مکہ معظمہ کی حرمت مباح ہوجائے۔ محمد حنفیہ عرض کرتے ہیں۔ تو بہتر یہ ہے کہ حضور یمن کی طرف تشریف لے جائیے۔ حسینؑ فرماتے ہیں کہ بھائی! اگر میں کسی پتھر کے سوراخ میں بھی سما جاؤں تب بھی یہ ظالم مجھے نکالیں گے اور قتل کریں گے۔ محمد حنفیہ کے اصرار پر حسینؑ نے فرمایا کہ اچھا بھائی! میں سوچوں گا اور غور کرونگا۔ دوسرے روز علے الصباح حسینؑ سوار ہوگئے۔ محمد حنفیہ نے سُنا تو روتے ہوئے دوڑے آئے۔ مہار تھام کر عرض کی۔ بھائی اس جلدی کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے تو فرمایا تھا کہ ہم غور کریں گے حسینؑ نے فرمایا بس تمہارے جانے کے بعد میں نے رات خواب میں رسول اللہؐ کو دیکھا کہ نانا رسولؐ تشریف لائے ہیں۔ مجھے سینہ سے لگاتے ہیں۔ آنکھوں کو چومتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے میرے قرۃ العین! میرے نورِ نظر حسینؑ! بس جلدی کرو۔ عراق کی طرف روانہ ہوجاؤ۔ مشیّتِ الٰہی میں یونہی گزرا ہے کہ تم اپنے خون میں نہاؤ اور شہید راہِ الٰہی ہوجاؤ (ان اللہ شاء ان یراک قتیلاً مخضّباً بدمائک) محمد حنفیہ سُنکر رو پڑے۔ اور عرض کی۔ بھائی! اگر یہی بات ہے کہ آپ کو ضرور شہید راہ الٰہی ہونا ہی ہے تو پھر ان اہلبیت اطہار، ان بی بیوں کو کیوں ساتھ لئے جا رہے ہو۔ حسینؑ نے فرمایا۔ ہاں بھائی۔ نانا رسول اللہؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مرضی الٰہی میں یہ بھی گزرچکا ہے کہ آلِ محمدؐ، اہلبیت اطہار قید ہوں۔ اسیر ظلم وجور بنیں۔ اور لوٹی جائیں۔ جب تک میں زندہ ہوں یہ کبھی مجھ سے جُدا نہ ہونگی۔ (ان اللہ شاء ان یراھنّ سبایا وھنّ ایضاً لایفارقنی مادمت حیاً) یہ سُنکر محمد حنفیہ زار و قطار رونے لگے۔ اور کہا کہ اچھا بھائی! تشریف لے جائیے۔ خدا کے حوالے۔ (مقتل ابو مخنف)

بلاشک حسینؑ نواسۂ رسولؐ نے جس طرح سر دیکر قتیل و شہید ہو کر بنی امیہ کی بیدینیوں اور کفر و ضلالت کی پردوں کو کھولا۔ اسلام محمدی اور دین الٰہی کی نورانیت کو چمکایا۔ بس اُسی طرح رسولؐ کی نواسیوں، آلِ محمدؐ کے اسیروں اور ان ستم زدہ یتیم بچوں کے کھُلے سروں، غبار آلودہ چہروں، رسّیوں سے بندھے ہاتھوں، طوق و زنجیر میں جکڑے مظلوموں نے شہر شہر قصبہ قصبہ

شام و کوفہ میں علی الاعلان توحید کے خطبے پڑھ کر رسالت محمدیؐ کی تبلیغ فرما کر مظلومیت کے جوہر دکھلا کر صبر محمدیؐ کی شان دکھلائی۔ اور اسلامی جلوے چمکائے اور شہادت حسینؑ کی تکمیل فرمائی۔ بنی امیہ کے ظلم و جور۔ کفر و الحاد کے پردوں کو پھاڑا اور سوئی دنیا کو جگا دیا۔

حسینؑ کا مکہ سے سفر اور ڈاکٹر ہیسو ماربین جرمنی کی رائے

ڈاکٹر ہیسو ماربین جرمنی فلاسفر نے اپنے اسی رسالہ میں جس کے کچھ اقتباسات پہلے درج کیے جا چکے ہیں اس مسئلۂ سفر حسین علیہ السلام پر بھی اپنی تحقیق سے اچھی روشنی ڈالی ہے۔ اور اُن دوست احباب کی رخصت کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں کہ حسینؑ کا یہ سفر نہ سلطنت کے لیے تھا نہ حصولِ حکومت کے واسطے۔ بلکہ محض دین محمدیؐ اور ترویج اسلام کے لیے قتل و شہید ہونے کو حسینؑ جا رہے تھے۔ جیسا کہ خود ظاہر فرماتے اور بیان کرتے چلے گئے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں۔

"حسینؑ اپنے اُن دوستوں سے جو انہیں اس سفر سے ممانعت کرتے تھے۔ صاف طور پر کہہ دیتے تھے کہ میں تو مقتول ہونے کے لیے جا رہا ہوں۔ چونکہ اُن لوگوں کے خیالات محدود تھے اور حسینؑ کے مقاصد عالیہ پر اُنہیں اطلاع نہ تھی۔ اس سفر سے ممانعت میں اصرار کرتے تھے جس کا آخری جواب حسینؑ کی طرف سے یہ تھا کہ خدا کی مشیت یہی ہے اور میرے نانا نے مجھے یہی حکم فرمایا ہے۔ اور جب وہ یہ اصرار کرتے تھے کہ آپ مقتول ہونے کی غرض سے جاتے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لے جائیں تو جواب دیتے تھے کہ خدا کی مشیت یہی ہے کہ میرے عیال اسیر و مقید ہوں۔ اور حسینؑ کے یہ کلمات اُس وقت جو روحانی ریاست کی حیثیت سے تھے۔ لاجواب تھے۔ یعنی کسی کو مجال دم زدن نہ ہوتی تھی۔"

اور "یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حسینؑ سوائے ان عالی خیالات کے جو اُن کے سر میں تھے۔ کوئی دوسری غرض خیال میں لاتے ہی نہ تھے۔ اور (ظاہر ہے) یہ مصائب اُنہوں نے سلطنت و بادشاہی کے لیے برداشت نہیں کیے۔ اور نہ بغیر سمجھے ہوئے اس مہلکۂ عظیم میں اُنہوں نے قدم رکھا ہے۔ جیسا کہ ہمارے بعض مورخین نے خیال کر لیا ہے۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ اپنے مخصوص اصحاب سے جن کے دماغ روشن اور عقل سلیم تھی اس واقعہ سے سالہا سال پیشتر اپنی مصیبتوں سے تسلی دینے کے لیے

کہا کرتے تھے کہ میرے قتل ہو جانے کے بعد اور ان جانکاہ مصائب کے گزر جانے کے بعد خداوند عالم ایک جماعت کو آمادہ کریگا جو حق کو باطل سے جدا کریں گے"

(یہ خبر اور پیشین گوئی ہے اُس عظیم الشان ریوویوشن کی۔ جو بعدِ شہادتِ حسینؑ واقع ہوا۔ لوگوں نے حق و صداقت کو پہچان لیا۔ بنی امیہ کی بیدبنیاں طشت ازبام ہو گئیں۔ مؤلف)

"اور ہماری قبروں کی زیارت کریں گے اور ہماری مصیبتوں پر روئیں گے۔ اور دشمنان آل محمدؐ کو اچھی طرح ہلاک کریں گے۔ یہ لوگ خدا کے دین اور میرے نانا کی شریعت کی ترویج کریں گے۔ اور میں اور میرے جدِ بزرگوار انہیں دوست رکھیں گے۔ اور وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ محشور ہوں گے"

(بلاشک وشبہ اس غلط محض اور سراسر بے بنیاد خیال کی کہ حسینؑ سلطنت و حکومت کی لالچ سے کوفیوں اور عراقیوں کے وعدہ پر فریفتہ ہو کر اور دھوکہ کھا کر مکہ سے عراق کو روانہ ہو گئے تھے کافی سے زیادہ تردید کی جا چکی ہے۔ ان واقعاتِ سفر اور حالاتِ زمانہ پر نظر ڈالتے ہوئے امام حسین علیہ السّلام کے اقوال و افعال اور مؤرخین و محققین کی تحریروں اور جوابوں کو دیکھتے ہوئے کون منصف مزاج اور عقلمند انسان ہے کہ جو اس امر کو تسلیم و قبول کرلے کہ معاذاللہ حسینؑ سلطنت و حکومت لینے کیلئے دھوکہ کھا کر مکہ سے عراق کو گئے تھے۔ اور اپنے علم و ارادہ سے قتل و شہید ہونے کے لیئے نہیں گئے تھے۔

بیشک بقول جناب مکرم و محترم سید محسن مرزا صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ پرنسپل گورنمنٹ کالج کیمبل پور سٹین کا حاکم مدینہ ولید ابن عتبہ سے بیعتِ یزید کا انکار کر کے کیا مدینہ سے مکہ تشریف لیجانا اور کیا اہل کوفہ کے بلاووں پر اپنے جانے سے پہلے مکہ سے حضرت مسلم کو کوفہ روانہ کر دینا۔ یہ سب امور بخوبی ظاہر کر رہے ہیں کہ درحقیقت حسینؑ اپنے مخالف و مقابل یزید کو تیاری جنگ اور اپنے قتل و شہادت کے لیئے مہلت اور وقت دے رہے ہیں تاکہ یزید اپنی پوری قوت و طاقت سے انتہائی ظلم و تشدد کے ساتھ فرزند رسولؐ حسینؑ مظلوم کو قتل و شہید کرنے کے لیئے تیار ہو جاوے۔ اور حسینؑ اپنی پوری مظلومیت اور کامل سچائی کے ساتھ اتمام حجت فرماتے ہوئے جاھد وا فی سبیل اللہ کی پوری تعمیل کا نقشہ دکھلا کر شہید راہِ الٰہی

بنکر حق وصداقت پر قربان ہو جاوے۔

اس کے بعد اگر ہم تھوڑی دیر کے لیئے علے رغم المخالفین حسینؑ کے دشمنوں کے اس خیال کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی واقعی حسینؑ معصوم کی ذات ہدایت صفات پر قائم بدہاں کوئی الزام اور معتبہ دنیا کی لالچ اور سلطنت وحکومت کی ناجائز خواہش کا نہیں آسکتا۔ کیونکہ حسینؑ ہی اپنے زمانہ میں رسُول عربی کا جان وجگر اور ذات وصفات میں نانا کا آئینہ ہے۔ ہدایت ورہبری اسلام اور مسلمانوں کی خلافت وامامت کا بہترین حقدار ہے۔ اسلام کا غمگسار اور مسلمانوں کا پورا ہمدرد ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ حسینؑ کے زمانہ میں حسینؑ سے بڑھ کر کوئی دوسرا شخص نہ جان رسُول نہ فرزندِ نبیؐ کہلانے کا مستحق اور نہ خلافت رسولؐ اور مسلمانوں کی امارت کے لیئے موزوں اور بہترین حقدار بن سکتا ہے۔

اگر مسلمانوں کی بہبود وفلاح اور مسلمانوں کو ناجائز ونالائق اور نااہل ظالموں کے پنجۂ ظلم سے چھڑانے کے لیے حسینؑ خلافت وامارت کی خواہش بھی کریں اور سلطنت اسلامی اور حکومت خدائی جس کے وہ ہر طرح اہل ومستحق ہیں لینا بھی چاہیں تو ہرگز ہرگز ناجائز ونامناسب نہیں کہا جا سکتا۔

کسی مستحق وحقدار کا اپنے حق کو طلب کرنا کبھی بھی ناجائز اور قابلِ الزام قرار نہیں دیا گیا۔ حسینؑ اگر سلطنت وحکومت کے لیئے ہی نکلے تھے تو کیا (معاذ اللہ) عیش پرستی نفس پروری اور ظلم وجور سے مسلمانوں کے گلے کاٹنے۔ غریبوں کے پیٹ کاٹ کر اپنے جلسۂ نشاط اور محفل شراب نوشی ودسترخوانوں کی رنگا رنگی جمانے کے لیئے۔ اور احکامِ الٰہی کو طریقۂ محمدیؐ کو الٹ پلٹ کر دینے کے لیئے نکلے تھے؟ توبہ توبہ۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بے شک حسینؑ کا مدعا مثل اپنے بزرگوں کے صرف مسلمانوں کی فلاح وبہبود اور ہدایت ورہبری کا ہی تھا۔ اور رہا ہے۔

بے شک حسینؑ کا فرض ہے کہ ؎

اگر بینی کہ نابینا وچاہ است ——— دگر خاموش بنشینی گناہ است

حسینؑ راہِ حق دکھلادیں۔ ہدایت کی طرف بُلا دیں۔ یہی حسینؑ کی سلطنت ہے اور یہی حسینؑ کی حکومت وبادشاہت۔ چنانچہ واقعی حسینؑ اس سلطنت کو لینے کے لیئے نکلے۔ اور واقعی حسینؑ نے یہ سلطنت قیامت تک کے لیئے حاصل فرمالی اور جاودانی حکومت کا تخت

حاصل کر لیا۔ اور ظالم و جابر اپنے مخالفین۔ بنی امیہ کے تخت و سلطنت کو قیامت تک کے لیے مٹا دیا۔

کہاں ہیں یزید کے نقیب، بنی امیہ کے جاں نثار، حسینؑ کی حقانیت پر پردہ ڈالنے والے۔ دیکھیں اور سنیں کہ حسینؑ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا تک برابر یہی فرماتے اور ظاہر کرتے چلے جا رہے ہیں کہ ہم ضرور قتل ہوں گے۔ شہید ہوں گے۔ گھر بار لٹائیں گے۔ سر دینگے۔ جان فدا کریں گے۔ مگر نانا نے جو حکم دیا ہے، جس امر پر ہم کو مامور فرمایا ہے اُس کی تعمیل میں فرق نہ آئے گا۔ توحید کو قائم کروں گا۔ دین کو بچاؤں گا۔ اور یزید فاسق و فاجر کی بیعت ہرگز نہ کروں گا۔ اور اسلام پر دھبہ نہ آنے دوں گا۔ بے شک۔ واقعی۔ واللہ۔ ثم باللہ حسینؑ نے کبھی بھی ایک آن واحد کے لیئے بھی بیعت یزید کے لیئے میلان و رغبت بھی ظاہر نہیں فرمائی۔ اور ایک لفظ بھی کبھی یزید سے بیعت کرنے کے متعلق ظاہر نہیں کیا۔ (دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۸)

عقبہ بن سمعان بیان کرتا ہے کہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر حسینؑ کے ساتھ ساتھ رہا ہوں۔ اور جب تک حسینؑ شہید نہیں ہوئے حسینؑ سے علیحدہ نہیں ہوا۔ میں نے لوگوں کے ساتھ حسینؑ کی تمام گفتگوؤں کو۔ مکالموں اور خطبوں کو خوب سُنا ہے جو شہادت کے وقت تک حسینؑ نے فرمائے۔ واللہ قسم ہے خدا کی حسینؑ نے کبھی ایک لفظ بھی بیعت کے لیئے یزید کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دینے کی بابت نہیں فرمایا۔ اور سرحد ات اسلام پر چلے جانے کی خواہش نہیں فرمائی۔ بس یہی فرمایا کہ بس مجھے چھوڑ دو۔ میں جہاں سے آیا ہوں وہاں ہی واپس چلا جاؤں گا۔ یا اس لق و دق جنگل میں چلے جانے دو۔ (اذھب فی ھٰذہ الارض العریضۃ) میرے مزاحم نہ ہو۔ اور مجھے مجبور و تنگ نہ کرو۔ مگر ظالموں نے نہ مانا۔ (نیز ابن جریر نے بھی اپنی تاریخ کبیر طبری میں اسی عقبہ بن سمعان کی اس روایت کو درج فرمایا ہے) صفحہ ۱۴۴۔

اہل کوفہ کون تھے؟

حسینؑ نے اپنی روانگی مکہ سے پہلے اہل کوفہ کے بلاووں اور بیشمار تقاضوں اور اصراروں پر (جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اپنے چچا زاد بھائی ابن عم رسولؐ حضرت مسلم ابن عقیل کو بطور اپنے ایلچی اور نائب کے کوفہ کی طرف روانہ فرما دیا تھا (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۱۹۴ و ۱۹۷) اور حضرت مسلم امام حسینؑ کی روانگی مکہ

سی پہلے کوفہ پہنچ چکے تھے۔ اب قبل اس کے کہ ہم مسلم کی سفارت کے انجام پر روشنی ڈالیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ اور کوفہ والوں کے فطرتی کیرکٹر کو بھی کچھ کچھ ظاہر کرتے چلیں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ یہ کوفہ والے فطرتاً کیسے انسان تھے اور کس آب و ہوا میں ان کا نشو و نما ہوا تھا۔ اور یہ کہاں تک حسینؑ کے دوست اور شیعہ کہے جا سکتے ہیں۔

کوفہ والوں کی تلون مزاجی و بے ثباتی اور لشکری لوگوں کی طرح بے وفائی و بے مروتی ضرب المثل چلی آتی ہے۔ تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد خلافت ثانیہ میں ۱۷ھ ہجری کے اندر ضروریات ملکی، حفاظت سرحدات کے خیال سے بصرہ اور کوفہ کو بطور فوجی مقامات اور چھاونیوں کے آباد کیا گیا تھا۔ بصرہ کو عتبہ بن ولید اموی نے بسایا اور ان کو ہی یہاں کا کنونمنٹ مجسٹریٹ اور حاکم مقرر کیا گیا۔ کوفہ کو سعد ابن ابی وقاص نے آباد کیا اور وہی کوفہ کے حاکم اور گورنر مقرر ہوئے۔ (انہی سعد صاحب کے بیٹے عمر ابن سعد ہیں کہ جو قتل حسینؑ کا بیڑا اٹھا کر حکومت رے کے وعدہ پر یزید اور اس کے نائب عبید اللہ ابن زیاد کے حکم سے سپہ سالار فوج بنکر حسینؑ سے لڑنے کے لیئے کربلا گئے تھے۔ اور یہ وہی سعد ابن ابی وقاص ہیں کہ جنہوں نے خلافت ظاہری کے وقت میں بھی علیؑ کی بیعت سے انکار کیا۔ اور آخری وقت تک علیؑ سے علیحدہ رہے۔ علیؑ نے کہا کہ اسے جانے دو۔ یہ حاسد شخص ہے)۔ (دیکھو ابن قتیبہ دینوری صفحہ ۹۰ ابن جریر طبری۔ اسد الغابہ وغیرہ)

پس روز آبادی سے کوفہ کی حکومت ایسے ہی حضرات کے ہاتھوں میں رہی ہے کہ جو یا تو خاندان بنی امیہ کے رکن تھے یا بنی امیہ کے حامی و مددگار و جاں نثار۔ اور خاندان رسالت علیؑ و آل علیؑ کے سخت مخالف اور جانی دشمن چلے آتے تھے۔ سعد ابن ابی وقاص۔ مغیرہ بن شیبہ۔ ولید بن عتبہ۔ سعید بن العاص۔ ابو موسےٰ اشعری اور زیاد ابن ابیہ وغیرہ پس کوفہ کی عنان حکومت انہی لوگوں کے ہاتھ میں۔ اور کوفہ اور کوفہ والے لگاتار انہی صاحبوں کے زیر اثر اور تحت حکومت چلے آتے رہے۔ بیچ میں تھوڑے عرصہ کے لیئے عمار ابن یاسر بھی (یہ وہی عمار ہیں جن کی بابت رسول اللہؐ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یا عمار تم کو گروہ باغی قتل کرے گا۔ اور جو جنگ صفین میں اس پیشین گوئی کے مطابق علیؑ کی حمایت و نصرت میں امیر معاویہ کی فوجوں اور بنی امیہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے تھے) حضرت عمر کے عہد میں کوفہ کے حاکم مقرر کیئے گئے تھے۔ مگر کوفہ والوں کی سازش اور شکایت پر

جلد مستعفی ہو گئے تھے۔ اور مغیرہ حاکم بنا کر بھیج دیئے گئے تھے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰ ۱۴-و۳۰-۴۰-۵۰) ولید اور مغیرہ خاندان بنی امیہ کے رکن ہیں۔ ان کے کچھ حالات بھی بنی امیہ کی ذیل حصہ دوم میں انشاء اللہ درج کیئے جائیں گے۔ نیز علامہ بلاذری نے بھی فتوح البلدان میں کوفہ کی آبادی کے حالات اور کوفہ والوں کے کیریکٹر پر اسی کے قریب قریب روشنی ڈالی ہے۔ اور نیز جن حکام کے زیر اثر کوفہ رہا ہے اُن کے نام بھی درج کیئے ہیں۔ نیز یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت عثمان کے بعد کوفہ والے علیؑ کی خلافت کے خواہاں نہ تھے۔ بلکہ چاہتے تھے کہ زبیر خلیفہ ہوں۔ مگر جب زبیر اور طلحہ نے خود علیؑ کی بیعت قبول کرلی تو کوفہ اور بصرہ والوں نے بھی علیؑ کی اطاعت کو منظور کر لیا تھا۔ تفصیل کے لیئے دیکھو فتوح البلدان بلاذری (ماخوذ از صلاح التمیز مولوی سید غضنفر علی صاحب صفحہ ۹ تا ۱۲)

پس بے شک آباد ہونے کے وقت سے حسینؑ کے زمانہ تک تقریباً چالیس ۴۰ سال برابر کوفہ اور کوفہ والوں نے ایسی آب و ہوا میں نشو و نما اور پرورش پائی کہ جو ہمیشہ سے آلِ محمدؐ اور علیؑ و خاندان علیؑ کی محبت کے لیئے سخت مخالف اور خون کی پیاسی رہی ہے۔ اس عرصہ میں خلافت ظاہری کے زمانہ میں زیادہ سے زیادہ چار ساڑھے چار سال تک علیؑ کا تعلق کوفہ سے ضرور رہا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ علیؑ کی چار سالہ حکومت اتنے لمبے ۳۰-۳۵ سال کے اثر کو کسی طرح بھی زائل اور مٹا نہیں سکتی تھی۔ اور اس چار سالہ زمانہ خلافت میں بھی علیؑ کے ساتھ جیسا کچھ محبت و اخلاص اور اطاعت و فرمانبرداری اور عقیدتمندی کا سلوک کوفہ والوں نے رکھا ہے وہ جنگ صفین اور تقرر حکمین وغیرہ کے واقعات اور حالات پر نظر ڈالنے سے بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ کیونکر امیر معاویہ اور عمرو عاص کی سازشوں اور چال بازیوں کے جال میں پھنسکر سونے چاندی کی جھلک سے چکاچوند ہو کر ایک دم جنگ میں لڑائی کی حالت میں ہی ہتھیار گرا دیتے تھے۔ اور خود علیؑ کی مخالفت اور قتل پہ آمادہ ہو جاتے تھے۔ جو یقینی امیر معاویہ کی سازشوں اور پروپگنڈا کا نتیجہ تھا۔ واقعی یہ لوگ نہ اسلام کے کبھی سچے وفا شعار ہوئے اور نہ کبھی دین کے پختہ راسخ الاعتقاد بنے۔ (دیکھو علیؑ اور آلِ علیؑ اہلبیتِ محمدیؐ اپنے خطبوں میں، اپنی تقریروں میں ان کے روبرو ، ان کے سامنے ہمیشہ ان کی مذمتیں فرماتے اور بیوفائی و بدعہدی کی شکایتیں ظاہر کرتے رہے ہیں)

اس زمانہ میں جبکہ امیر معاویہ کے مرنے کے بعد اہل کوفہ نے اپنی رہبری و ہدایت کے لیئے

حسینؑ کو مدعو کیا تھا تین قسم کے لوگ کوفہ میں موجود تھے۔ ایک گروہ تو اُن حضرات کا تھا کہ جو اگرچہ تعداد میں قلیل تھے مگر سچّے دل سے آل محمدؐ کے جاں نثار، علیؑ و آل علیؑ کے شیفتہ و دوستدار کہلانے کے مستحق تھے۔ فی الحقیقت یہی سچے دیندار اور پکّے مسلمان رسول اللہؐ کا زمانہ دیکھے ہوئے اور علیؑ کی صحبت اُٹھائے ہوئے تھے۔ مسلم ابن عوسجہ۔ حبیب ابن مظاہر زہیر قین بجلی۔ ہانی ابن عروہ۔ عبداللہ عفیف۔ سلیمان صرد خزاعی۔ مسیب ابن نخبہ وغیرہ وغیرہ اور ان کے ساتھ کے لوگ۔

اور ان کے علاوہ ان سے پہلے جو لوگ علیؑ کے سچّے وفادار دوست اور حقیقی شیعۂ آل محمدؐ کہے جا سکتے تھے اور کہے جاتے تھے۔ عدی بن حاتم۔ عمرو بن حمق۔ قیس۔ مالک اشتر جیسے باا ثر بزرگوار، دیندار، صالح و نیک، نماز گزار حضرات پہلے ہی محبت علیؑ کے الزام میں امیر معاویہ اور بنی امیہ کے ظلم و ستم کا شکار ہو کر شہید کیے جا چکے تھے۔ ان کے حالات بھی تاریخوں میں موجود ہیں۔ اور انشاء اللہ ہم حصّہ دوم میں ان کو بھی درج کریں گے۔

دوسرا گروہ وہ تھا کہ جو بنی امیہ کا زبردست حلیف، جاں نثار اور طرفدار تھا۔ جیسے عبداللہ ابن مسلم حضرمی۔ عمارہ ابن الولید بن عتبہ۔ عمر ابن سعد وغیرہ وغیرہ۔ جو طاقت و قوت میں بھی زیادہ تھے اور قدیم سے خاندان رسالت آل محمدؐ اور اولاد علیؑ کے جانی دشمن اور بدخواہ اور دربار اموی کے معتمد علیہ اور خاص سر برآوردہ امرا میں سے تھے۔

تیسرا گروہ عام پبلک، عوام کالانعام کے مصداق، لشکری لوگ تھے۔ جن کا آگا اگر شیعہ کا تھا تو پیچھا گیدڑ کا۔ جہاں سے پیسہ ملا اُدھر ہی مُنہ پھر گیا۔ ہمیشہ تخت و کرسی کو پوجتے رہے اور جدھر سے ڈنڈا پڑا اُدھر ہی جُھک گئے اور کان دبا کر اُس کے پیچھے ہو لیے۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کے اصول پر ہمیشہ پیسے کے یار اور ڈنڈے کے غلام رہے ہیں۔ نہ کبھی انہوں نے علیؑ کو خلیفہ بلافصل مانا۔ اور نہ کبھی سچّے دل سے اہلبیت نبویؐ علیؑ و آلِ علیؑ کی محبت کا دم بھرا۔

ملاحظہ ہو حسینؑ کے قاتل جن کو کوفہ کے شیعیانِ علیؑ بتایا جاتا ہے وہ خود علیؑ کی دشمنی و عداوت کا اقرار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو علیؑ کے دوستوں میں سے نہیں بتاتے۔ دیکھو سیدانِ کارزار میں روزِ عاشورا حسینؑ ان لوگوں سے فرماتے ہیں۔ ویلکم اتقتلونی علی سنتہ بدلتہا ام علی شریعتہ غیرتہا ام علی جرم فعلتہ ام علی حق ترکتہ فقالوا لہ انا نقتلک بغضا

الابیت۔ ینابیع المودہ علامہ قندوزی مطبوعہ مصر صفحہ ۳۴۶ ونیز مقتل علامہ ابواسحاق اسفرائنی) یعنی خدا تمہارا برا کرے۔ کیا تم مجھے اس لئے قتل کرتے ہو کہ میں نے کسی سنت رسولؐ کو بدل دیا ہے یا شریعت کے کسی حکم کو متغیر کر دیا ہے۔ یا تمہارا کوئی جرم یا قصور کیا ہے۔ یا میں نے تمہارے کسی حق کو ترک کر دیا ہے۔ اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں نہیں حسینؑ یہ نہیں۔ بلکہ ہم تو تم کو اس لئے قتل کرتے ہیں کہ ہم کو تمہارے باپ سے بغض و عداوت ہے۔

اس کے علاوہ ملاحظہ ہو کہ رفقاء انصار حسینؑ میدان کارزار میں رجزیں پڑھتے ہیں۔ بکرار تو اپنے آپ کو ان رجزوں میں دین علی پر بتاتے ہیں اور مخالفان و دشمنان حسینؑ جو مقابلہ کو آتے ہیں تو ان شہیدان حسینی کے جواب میں (امیر معاویہ کے اُسی پر پیو گنڈا اور تجویز کے مطابق جو علیؑ سے جنگ کرنے کے لئے بیچارے حضرت عثمان کے قتل کا بہانہ گھڑ لیا گیا تھا۔ اور شیعیان علی اور شیعیان عثمان دو فرقے بنا دیئے گئے تھے) علیؑ کی مخالفت میں اپنے آپکو شیعہ عثمان اور دین عثمان پر بتاتے ہیں۔ جیسا کہ نافع ابن ہلال بجلی جب حسینؑ کی طرف سے جنگ کو گئے اور اُنہوں نے اپنی رجز میں کہا انا ابن ھلال البجلی ؛ انا علیٰ دین علیؑ ؛ و دینہ دین النبیؐ ؛ میں ہوں ہلال بجلی کا بیٹا۔ میں علیؑ کے دین پر ہوں۔ جس کا دین نبیؐ کا دین ہے۔ ان کے مقابلہ کے لئے مزاحم بن حریث لشکر یزید سے نکلتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دین عثمان پر ہوں نافع نے فرمایا نہیں بلکہ تو دین شیطان پر ہے۔ (دیکھو تاریخ ابن جریر طبری۔ روضۃ الصفا و ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۶۶)

کیا خوب! علیؑ کے دشمن حسینؑ کے قاتل تو اپنی زبانوں سے، اپنے افعال و کردار سے ہنکے پکارے بتا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم دین علیؑ پر نہیں۔ ہم علیؑ کے دشمن اور حسینؑ کے مخالف ہیں۔ اور دوستداران معاویہ، محبان بنی امیہ میں سے ہیں۔ مگر پیرو کاران یزید صفائی یزید کے لئے ان کو خواہی نخواہی علیؑ کے شیعہ اور دوست ثابت کرنے پر زور لگاتے ہیں۔ مدعی سست گواہ چست کے معنی یہی ہیں۔ پس ایسے لوگوں کو شیعیان حسینؑ اور آل محمدؐ کے دوستدار اور علیؑ کے محب کہنا سراسر کذب و بہتان اور دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔ یہ لوگ ایسے ہی شیعہ اور علیؑ کے دوست کہے جا سکتے ہیں جیسے کہ زیاد بن سمیہ کو علیؑ کا شیعہ اور دوست کہا جاوے۔ یا حضرت طلحہ کو شیعیان حضرت عثمان و حضرت علیؑ میں شمار کیا جاوے۔ یہی زیاد اگرچہ پہلے ایک وقت میں علیؑ کے زمانۂ حکومت اور خلافت ظاہری میں علیؑ کی طرف سے فارس کے حاکم اور امیر معاویہ کے سخت مخالف اور دشمن بنے ہوئے امیر معاویہ کو گالیاں دیتے نظر آرہے ہیں۔

اقتدار حکومت میں کل شیٔ یرجع الیٰ اصلہ کے اصول پر امیر معاویہ کے پیارے بھائی تو بنا باذ و بدبلیا کے اکلوتے بیٹے یزید کے چچا میاں بنے نظر آرہے ہیں اور کوفہ و بصرہ کے منبروں پر علی کو سب وشتم کرتے اور شیعیان علی محبان آل محمد کا قلع قمع کرتے نظر آتے ہیں اور ظلم و ستم، جور و تشدد میں شہرۂ آفاق بنے دکھلائی دیتے ہیں۔

اور اسی طرح دیکھو حضرت طلحہ بھی آخری عہد خلافت ثالثہ میں حضرت عثمان کے قتل کیلئے لوگوں کو اُبھارتے، اور حضرت عثمان پر دانہ پانی بند کرا دیتے ہیں اور پھر بعد حضرت عثمان اوّل کرملی سے بیعت کرتے اور دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور پھر جنگ جمل میں علیؑ کے ہی مقابلہ کو نکل پڑتے ہیں۔ تاریخ کامل اور ابن قتیبہ میں یہ سب واقعات تفصیل سے درج ہیں۔ ہم انشاء اللہ حصۂ دوم میں اس پر بھی روشنی ڈالیں گے۔

فی الحقیقت ایسے کھلم کھلا دشمنان علیؑ کو شیعۂ علیؑ اور محبان آل محمدؐ کہنا شیعیت کی بے حرمتی کرنا اور دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔ ان تدبیروں اور دھوکہ دہی کے بیانوں سے قتل حسینؑ اور تباہی آلِ محمدؐ کا الزام یزید کی گردن سے کبھی اُتر نہیں سکتا۔ جو سیاہ دھبہ کفر و ضلالت اور دشمنی آل محمدؐ اور قتل حسینؑ کا یزید اور یزیدیوں پر لگ چکا ہے وہ کسی ہوا خواہ اور طرفدار یزید کے دھونے سے مٹ نہیں سکتا۔ یہ تو ویسا ہی عذر ہے جیسا کہ امیر معاویہ نے حضرت ام المومنین جناب عائشہ، حضرت ابوبکر خلیفۂ اوّل کے فرزند محمد ابن ابی بکر حاکم مصر کے شہید کرنے اور لاش کو پھونک دینے کے الزام سے خود بری ہونے کے لئے پیش کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ میں نے ایسا نہیں کیا یہ عمرو عاص اور معاویہ ابن حدیج کا فعل ہے۔ (کیا خوب! عمرو عاص اور معاویہ ابن حدیج کو کس نے بھیجا تھا اور کس کی طرف سے فوجیں محمد ابن ابی بکر سے جنگ کرنے اور لڑنے گئی تھیں)۔

ہمارے مخدوم و مکرم سرکردۂ صوفیائے عظام جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی کتاب یزید نامہ میں اس موضوع کے متعلق یہی ریمارک فرمایا ہے۔ اور بظاہر یزیدی گروہ کے خیال کے مطابق ان کوفہ والوں کو شیعہ بیان فرما گئے ہیں۔ مگر اخیر میں واقعۂ کربلا اور قتل شہادت حسینؑ کا کل الزام یزید اور بنی امیہ کی گردن میں ڈال کر ثابت کر گئے ہیں کہ حقیقت میں آلِ محمدؐ کا خون بہانے والے اور حسینؑ کے قاتل یزید اور بنی امیہ ہی ہیں۔ اور اخیر میں تحریر کر گئے ہیں کہ کوفیوں کو شیعہ کہنا شیعیت کی بیحرمتی کرنا ہے۔ (یزید نامہ صفحہ ۳۱ و ۳۲)۔

بہرکیف حسینؑ کے دوست علیؑ کے شیعہ آل محمدؐ کے فدائی وہی بزرگوار تھے کہ جنھوں نے

حسینؑ کے ساتھ کربلا میں حسینؑ کے شریک حال ہو کر مصیبتیں جھیلیں۔ بھوک پیاس کے صدمے اٹھائے۔ نیزے کھائے۔ تلواروں سے زخمی ہوئے اور حسینؑ پہ سینہ سپر بنے حسینؑ کے پسینہ پر اپنا خون بہایا۔ اور جب تک خود زندہ رہے حسینؑ پر آنچ نہ آنے دی۔ اور حسینؑ پر قربان ہو کر حسینؑ سے پہلے بہشت میں پہنچ گئے ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست　　در پریشاں حالی و درماندگی

اور بے شک جو سچے عقیدت شعار محبت حسینؑ میں رنگے ہوئے اپنی کمزوری و کم سعادتی کی وجہ سے بنی امیہ کے ظلم و تشدد اور سخت دار و گیر اکہ بندیوں سے مجبور ہو کر نصرت حسینؑ کے لئے کربلا نہ پہنچ سکے تھے۔ قید خانوں ہی میں گرفتار پڑے رہے تھے۔ ان لوگوں نے جب بھی موقع پایا فوراً ہی انتقام حسینؑ کے لئے قاتلان حسینؑ کو قلع قمع کرنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بطور کفارہ اسی انتقام کشی میں اپنی جانیں دیکر حسینؑ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ بس یہی شیعیان علیؑ تھے۔ اور یہی محبان حسینؑ تھے۔ ان میں سے حسینؑ کے برخلاف جو کہ کربلا میں شریک ہونیوالا ہو ایک فرد بھی نظر نہیں آتا۔ بس معرکۂ کربلا میں حسینؑ سے لڑنے کے لئے عمر سعد کے لشکر میں شام کے ہوں یا عراق کے بصرہ کے ہوں یا کوفہ کے وہی لوگ تھے کہ جو بنی امیہ کے پیسے کے یار اور تلوار کے غلام یا آل محمدؐ کے قدیمی دشمن اور بدخواہ چلے آتے تھے۔

حسینؑ کے ایلچی کی شہادت

الغرض۔ آمدم برسر مطلب۔ ادھر حضرت مسلم کوفہ پہنچے اور اُس طرف دربار شام میں کوفہ سے پرچا لگا۔ بنی امیہ کے حلیف، یزید کے خیرخواہ، جاں نثار عبداللہ ابن مسلم حضرمی اور عمر ابن سعد و عمارہ بن الولید نے کوفہ کے حالات لکھ کر یزید سے درخواست کی کہ اگر آپ کو کوفہ کی حکومت کی خواہش اور ضرورت ہے تو یہاں پر کسی سخت گیر حاکم کو جلدی بھیجو ورنہ کوفہ ہاتھ سے نکل جاوے گا۔ اس یادداشت کے پہنچتے ہی یزید نے امیر معاویہ کے غلام سرجون نامی سے مشورہ کرکے امیر معاویہ کی آخری وصیت اور تجویز کے مطابق بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت کا فرمان بھی عبداللہ ابن زیاد کے نام لکھا۔ اور نہایت ضروری میں یہ فرمان حکومت کوفہ کا مع ہدایات ضروری کے کہ فوراً بلا توقف کوفہ پہنچکر کما حقہ انتظام کرو اور مسلم کو گرفتار کرکے قتل کردو۔ اپنے خاص معتمد مسلمؔ ابن عمرو باہلی کے ہاتھ روانہ کیا۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۱)

ؔ یہ مسلم ابن عمرو باہلی نہایت درجہ شقی اور دشمن آل محمدؐ کا تھا ۱۲

علامہ ابو اسحاق اسفرائنی نے اس فرمان کی عبارت اپنی کتاب میں اس طرح لکھی ہے۔
واعلم ان الحسین ارسل الیٰ اہل الکوفۃ والعراق مسلم یصلی بھم و یخطب لھم ویقضی بینھم فاسرع الیہ فاقتلہ وارسل الیّ راسہ وانظر جمیع من محب الحسین اویذکرہ علی لسانہ اودخل فی بیعتہ فانھہ وان لم ینتہ فاقتلہ واقتل عیالہ و انھب مالہ واسبی حریمہ واحتال فی قتل الحسین وجمیع من معہ لانہ قادم الیھم قویبا وافعل ماشئت وانت ولی الامر دونی علی جمیع البلاد وکلما فعلتہ رضینا بہ والحذر ثم الحذر ان تتھاون فی قتل الحسین واصحابہ۔ (صفحہ ۲۲) "یعنی واضح ہو کہ حسینؑ نے مسلم کو اہل کوفہ و عراق کی طرف بھیجا ہے۔ جو اُن کو نماز پڑھاتے۔ خطبہ دیتے اور اُن کے معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ پس تم جلد کوفہ پہنچو اور مسلم کو قتل کرکے اُس کا سر میرے پاس بھیجدو۔ اور حسینؑ کے دوستوں اور ذکر کرنے والوں کی پوری نگرانی کرو۔ اور جو شخص حسینؑ کی بیعت کرچکا ہے اُس کو حسینؑ کی اطاعت سے روکو۔ اگر وہ باز نہ آئے تو اُسے مع اہل و عیال قتل کردو۔ اور مال و اسباب لوٹ لو۔ اور اُسکے بال بچوں کو قید کرلو۔ اور حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے قتل کرنے کی تدبیر کرو۔ کیونکہ حسینؑ عنقریب کوفہ پہنچنے والے ہیں۔ اور جو جا ہو کرو میری طرف سے تم کو کامل اختیار ہے۔ جو تم کروگے ہم اُس سے رضامند ہیں اور ہم کو منظور ہے۔ خبردار خبردار دیکھو حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے قتل کرنے میں پس کسی طرح سستی نہ کرنا"

غرضکہ ابن زیاد اس حکم کے پہنچتے ہی فوراً بصرہ کا انتظام کرکے کوفہ کو روانہ ہوگیا۔ یلغاریں مارتا، ڈبل کوچ کرتا، آندھی بگولے کی طرح کوفہ پہنچا۔ سیاہ عمامہ سر پر رکھے، ڈھاٹا باندھے، مُنہ چھپائے رات کے اندھیرے میں دارالامارہ کوفہ میں داخل ہوگیا۔ اس مُنہ چھپانے کا سبب یہ تھا کہ کوفہ والے ابن زیاد کو حسینؑ سمجھ رہے تھے۔ اور اس کو یہ اندیشہ تھا کہ اہل کوفہ اُسے پہچان کر اسی وقت جنگ پر آمادہ نہ ہو جائیں اور وہ دارالامارہ میں داخل نہ ہوسکے۔ (دیکھو تاریخ طبری۔ سرّ الشہادتین۔ حبیب السیر وغیرہ)
القصہ یزید کے پہلے حاکم نعمان نے ابن زیاد کو پہچانا اور دارالامارہ کا دروازہ کھول دیا۔ ابن زیاد نے داخل ہوکر دروازہ بند کرادیا۔ رات کو دارالامارہ میں رہا اور صبح کو اہل کوفہ سے نرمیاں گرمیاں، انعام و اکرام کے وعدے، روپیہ پیسہ کی لالچیں، قتل و غارت کی دھمکیاں،

بنی امیہ کے قدیمی مکر و فریب کی چالبازیاں شروع کی گئیں۔ کوئی لایوتی پیسے کے یار اور ڈنڈے کے غلام فوراً دل چھوڑ گئے۔ پیسے کے مطیع ہو کر آلِ محمدؐ اور حسینؑ کی مخالفت پر تل گئے۔ شریک ابن اعور بیچارے انہی ایام میں انتقال کر چکے تھے۔ ہانی ابن عروہ کو دھوکہ سے بلا کر قید کر لیا گیا۔ حضرت مسلم بے یار و مددگار ہو کر بیچاری غریب طوعہ کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے۔ مسلم کی گرفتاری کے لیئے طوعہ کا گھر گھیرا گیا۔ فوجیں بھیجی گئیں۔ یہ شیر بیشۂ رسالت، ہاشمی بہادر فریضۂ الٰہی کو ادا کر کے صبح کی آخری نماز پڑھ کر یکہ و تنہا، تلوار پکڑ کر نکلا۔ اور شیرانہ حملہ سے روباہ صفت بزدلوں کے دل ہلا دیئے۔ کمک پر کمک منگوائی گئی۔ اور آخر دور سے پتھر برسانے۔ آگ پھینکنے اور تیر مارنے اور نیزے چلانے شروع کیئے۔ یہ ہاشمی بہادر، علوی شیر زخمی ہوا اور فریب و دھوکہ دیکر گرفتار کر لیا گیا۔ اور ابن زیاد شقی کے روبرو لایا گیا۔ (تاریخ طبری و روضۃ الشہدا وغیرہ)۔

مسلم کی شہادت جو کربلا کے خونی منظر کا دیباچہ ہے۔ تنہائی و بیکسی کا نظارہ ہی غربت و مظلومی کا منظر ۔ صداقت ایمانی و ثبات اسلامی اور محبت نبوی کا سین دکھلا رہی ہے۔ تلوار چھین لی گئی ہے۔ یہ تنہا بہادر، زخمی شیر بھرا ہوا خونخوار ظالموں میں گھرا۔ قیدی بنا زخموں سے چور، پیاس سے بیقرار، ایک دشمن جان ظالم و جابر شقی و کافر کے روبرو کھڑا ہے جسم سے خون بہ رہا ہے۔ چاروں طرف ظالم جلاد تلواریں لیئے گھیرے کھڑے ہیں۔ ہمدردی تو کیا معنی کوئی بات سننے والا بھی نظر نہیں آتا۔ ابن زیاد ملعون تخت پر بیٹھا گالیاں دے رہا ہے۔ اور سخت سست بک رہا ہے۔ حکم دیتا ہے کہ چھت پر لیجا کر مسلم کو قتل کرو۔ اور سر کاٹ کر لاش نیچے گرا دو۔ مسلم صبر و استقلال کے جوہر دکھلاتے ہیں۔ خوشی خوشی راہِ الٰہی میں سر دینے کے لیئے جاتے ہیں۔ جلاد تلوار کھینچے ساتھ ہے۔ مسلم کی زبان پر حمد الٰہی و تسبیح خداوندی اور استغفار جاری ہے۔ بروایت علامہ اسفرائنی مسلم جلاد سے دو رکعت نماز اور عبادت الٰہی ادا کرنے کی بھی مہلت مانگتے ہیں۔ قاتل مہلت نہیں دیتا۔ حسینؑ کی محبت سے دل لبریز ہے۔ جوش محبت میں، تصور حسینؑ میں زبان حال سے فرما رہے ہیں ؎

بجرم عشق توام می کشند غوغائے ۔۔۔ تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائے

ادھر حسینؑ مکہ سے نکل رہے ہیں۔ اُدھر حسینؑ کی پہلی قربانی کوفہ میں قربانگاہ قدس پر چڑھائی جا رہی ہے۔ زبان پہ توحید الٰہی جاری ہوتی ہے۔ جلاد سر کاٹتا ہے۔ اور لاش کوٹھے پر سے گرا دیتا ہے۔ اور ادھر ہانی بن عروہ کے چہرہ پر ابنِ زیاد اپنے ہاتھ سے چھڑیاں

مارتا ہے اور زخمی کر دیتا ہے۔ پھر اپنے غلام ترکی کو حکم دیتا ہے کہ ہانی کا سر کاٹ دو۔ یہ بیچارے بھی شہید ہو جاتے ہیں۔ (تفصیل کے لیئے کامل جلد ۴ صفحہ ۱۸۔ اور مقتل نور العین علامہ ابو اسحاق اسفرائنی صفحہ ۳۱۔ اور دیگر کتب تواریخ و مقاتل کو ملاحظہ فرمائیں)

اس کے بعد مسلم اور ہانی دونوں کے سر عرضداشت کے ساتھ دربار شام میں یزید کے پاس بھیجے جاتے ہیں۔ اور ابن زیاد یزید کو لکھتا ہے الحمد لله الذی اخذ لامیر المؤمنین بحقه وکفاه مؤنته۔ یعنی خدا کا شکر ہے کہ اس نے امیر المؤمنین کا حق حاصل کر لیا۔ اور خدا نے اُسکے دشمن کو زیر فرما دیا۔ اس کے جواب میں یزید نے ابن زیاد کی ان خدمات کا شکریہ لکھا۔ اور حسینؑ کی گرفت کی بہت تاکید کی۔ جیسا کہ علامہ سبط ابن جوزی اپنے تذکرہ میں اور ابن اثیر اپنی تاریخ کامل میں لکھتے ہیں۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۸۔ اور تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۴۰۔

فکتب الیه یزید بشکره ویقول قد عملت عمل الحازم وصلت صولة الشجاع الرابط الجائش وقد صدق ظنی فیك وبلغنی ان الحسین قد توجه الی العراق فضع له المناظر والمسالح واحترس منه واحبس علی الظنة وخذ علی التهمة واکتب الی فی کل ما یحدث من خیر وشر

یعنی "یزید نے ابن زیاد کو شکریہ کے بعد لکھا کہ تمہارا یہ کام نہایت عاقلانہ اور مدبرانہ ہے۔ تم نے بڑی دانائی اور ثابت قدمی سے ہماری اس خدمت کو انجام دیا۔ اور واقعی نہایت شجاعت اور بہادری سے یہ بڑا دلیرانہ کام کیا ہے۔ ہم نے جیسا تم کو سمجھا تھا واقعی تم ویسے ہی ثابت ہوئے۔ مجھے اب خبر لگی ہے کہ حسینؑ عراق کی طرف آرہے ہیں پس فوراً اس کا انتظام کرو۔ پہرے چوکیاں بٹھا دو۔ ناکہ بندیاں کر دو۔ نگہبانوں کو مقرر کرو۔ غرضکہ خوب اچھی طرح نگہبانی کرو۔ کہ حسینؑ نکلنے نہ پاویں اور جس شخص پر بھی حسینؑ کی محبت اور طرفداری کا گمان ہو اُسے پکڑ لو۔ بلکہ تہمت پر گرفتار کر لو۔ اور ہر ایک نیک و بد کی خبر مجھے دیتے رہو۔

علامہ ابو اسحاق اسفرائنی نے بھی اپنے مقتل نور العین میں اس خط و کتابت کو درج کیا ہے۔ اُن کی روایت کے بموجب یزید کے خط میں شکریہ کے بعد یہ بھی درج ہے:-

قد بلغنی ان الحسین خرج من مکة باهله وعشیرته وتوجه الی نواحی العراق فانت تسیر الیه وتضیق علیه المسالك ولا تتوسل

یعنی "ہم کو معلوم ہوا ہے کہ حسینؑ مع اہل و عیال مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہو گئے ہیں پس تم کو لازم ہے کہ اُن کی طرف بڑھو۔ اور

بوساحة ولا تشبع بزاد حتی تقتله وترسل لی براسه وروٴس من معه۔ ص۱۳ | اور چاروں طرف سے حسینؑ پر راستوں کو بند کردو۔ اور نہ پیٹ بھر کھانا کھاؤ اور نہ بستر پر آرام سے لیٹو جب تک حسینؑ کو قتل نہ کرلو۔ اور حسینؑ کا سر حسینؑ کے ساتھیوں کے ساتھ میرے پاس نہ بھیج دو۔

اور دوسری تاریخ و مقتل کی کتابوں میں بھی یہ واقعات درج ہیں۔ پس یہ یزید کے اسی حکم کی تعمیل ہی تھی کہ حصین بن نمیر کو ایک زبردست فوج کے ساتھ قادسیہ میں ناکہ بندی کرنے اور حسینؑ کو روکنے اور پکڑ کر کوفہ میں ابن زیاد کے روبرو لے جانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اور اسی حکم کی تعمیل تھی کہ حُر کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ کہ حسینؑ کو نہ چھوڑیں اور واپس نہ ہونے دیں اور راستہ میں ہی پکڑ لیں۔ اور کوفہ کے سوا کسی دوسری طرف کو نہ جانے دیں۔ دیکھو حُر کی گفتگو حسینؑ کے ساتھ۔ یہ سب واقعات اور حالات مشہور ہیں۔ اور سب کتابوں میں تاریخ و مقتل کی موجود ہیں۔

الغرض بنی امیہ کے ظلم و تشدد سے تنگ ہو کر حرمت کعبہ کو بچاتے ہوئے حسینؑ عورتوں بچوں آل محمدؐ کو ساتھ لیکر اپنی قربان گاہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ دشوار گزار راستے، کہیں خشک پہاڑ، کہیں چٹیل میدان، کوسوں لق و دق جنگل، بیابان، نہ درختوں کا سایہ، نہ پانی کے چشمے، دھوپ کی شدت، گرمی کی حدت، لُوؤں کا چلنا۔ زمین کا تپنا، عورتوں بچوں کا ساتھ، محمدؐ کی نواسیاں، فاطمہؑ کی لاڈلیاں، پھول سے بچوں کو سینے سے لگائے، گرمی سے بیحال، محملوں میں سوار ہیں، حسینؑ کے پیارے محمدؐ کے گلعذار، جوانان علیؑ گھوڑوں پر سوار اور محملوں کے گرد حلقہ کیئے ہیں۔ باوفا انصار مددگار تلواریں لگائے۔ نیزے سنبھالے آگے پیچھے ہیں۔ یہ غربت زدہ قافلہ شہیدان راہِ خدا، فدایان اسلام۔ خدا کے متوالے۔ عزم کے پکے ارادے کے دھنی۔ صبر و استقلال کے مجسّمے تبکیرِ الٰہی کرتے، توحید کے خطبے پڑھتے، تکبیر و تہلیل کے نعرے لگاتے۔ صبر و تحمّل کے سبق دیتے، دنیا کی بے ثباتی کے وعظ سُناتے، اخلاق محمدی کے پھول کھلاتے، رحم و ہمدردی کے دریا بہاتے، ایثار کے کرشمے دکھاتے، اذیتیں جھیلتے، مصیبتیں اُٹھاتے، عشقِ الٰہی کی منزلیں طے کرتے چلے جا رہے ہیں ؎

مر مر کے جو کٹتی تھی جبل کی وہ کڑی راہ
عمر یں بھی غریبوں کی ہوئی جاتی تھیں کوتاہ

حسینؑ کی حُر سے ملاقات اور آنحضرتؑ کا لشکرِ حُر کو پانی پلانا

منزل شراف پر حسینؑ نے حکم دیا ہے کہ جس قدر بھی زیادہ اُٹھایا جا سکے یہاں سے پانی ساتھ اُٹھا لو۔ سب مشکیں، مشکیزے، چھاگلیں پکھالیں پانی سے بھر لی جاویں۔ تعمیل حکم ہوتی ہے۔ اور حسینی قافلہ مسافران راہ الٰہی وطن آوارہ منزل سے کوچ کر جاتا ہے۔ چلچلاتی دھوپ میں اور گرم ہوا کی حدت میں بادیہ پیمائی اور صحرا نوردی کرتا چلا جا رہا ہے۔ یکایک سامنے سے یزید کا لشکر حُر ابن یزید الریاحی کی ماتحتی میں حسینؑ کی گرفتاری کے لیے تیزی کے ساتھ آتا دکھلائی دیتا ہے۔ یہ دیکھ کر حسینؑ اس خیال سے کہ لشکر یزید مبادا ابھی برسر جنگ نہ ہو جاوے اور اسی وقت لڑائی نہ چھڑ جاوے۔ جلدی فرماتے ہیں۔ عورتوں اور بچوں عزیز و انصار کے چھوٹے سے قافلہ کو ایک پہاڑ کی طرف لیجاتے ہیں۔ اور پہاڑ کو پشت و پناہ بنا لیتے ہیں۔ لشکر حُر قریب پہنچ جاتا ہے۔ اور سامنے پہنچ کر رُک جاتا ہے۔ مگر پیاس کی شدت سے سب بے حال و بدحواس نظر آتے ہیں حسینؑ فرزند رسولؐ رحمۃ للعالمین کا جان و جگر، بندگانِ الٰہی کی یہ حالت نہیں دیکھ سکتا۔ دریافت کرتے ہیں۔ حُر بڑھ کر عرض کرتا ہے۔ یا بن رسول اللہؐ! پیاس سے سب بے چین ہیں۔ کوسوں پانی کی تلاش میں گئے۔ میلوں جستجو کی گئی مگر ایک قطرہ پانی ہاتھ نہ آیا۔ جگر کباب ہیں۔ زبانیں خشک ہو گئی ہیں۔ پیاسے مرے جا رہے ہیں۔ حسینؑ دریائے کرم ہے۔ ساقی کوثر کا دلبند ہے۔ اگرچہ جانتے ہیں کہ یہ سب دشمن ہیں۔ گرفتار کرنے آئے ہیں خون کے پیاسے ہیں۔ اور یہ بھی علم تھا کہ یہی ظالم یزیدی لشکر فرات کے گھاٹ روکے گا۔ پانی بند کرے گا۔ اور کربلا کا آنے والا منظر، بچوں کا پیاس سے تڑپنا۔ حسینؑ کا پانی مانگنا۔ اصغرؑ کا تیر کھانا سب کچھ تصور میں ہے۔ مگر ؎

کیا سخی تھا ساقی تسنیم و کوثر کا پسر
غیر کو پانی پلایا آپ پیاسا رہ گیا

بس بیتاب ہو جاتے ہیں۔ اور فوراً حکم دیتے ہیں کہ ہاں بھائی عباس! مخلوق خدا پیاس سے مر رہی ہے۔ ممکن نہیں کہ میں دیکھوں اور یہ پیاس سے مریں۔ پانی تم انہیں دو میرے بچوں کا خدا ہے۔ انہیں خوب پانی پلاؤ۔ ان کی پیاس بجھاؤ۔ جس قدر پانی ساتھ ہے سب لے آؤ۔ اور ان سب کو اچھی طرح سیراب کر دو۔ کوئی گھوڑا اور کوئی جانور بھی پیاسا نہ رہے۔ حسینؑ کے چشمۂ فیض سے کوئی محروم نہ جائے ؎

لشکرِ حُر کو دیا پیاس میں پانی شہ نے ۔۔۔ تھا سخی ابنِ سخی آنکھ چرائی نہ گئی

یہ ہیں رحم محمدی کے جلوے ۔ یہ ہیں ایثار حسینی کے کرشمے ۔ بس جنگل میں رحم محمدی کا چشمہ اُبلا فیض حسینی کا دریا لہریں مارنے لگا۔ سقائے اہلبیت، فرزند ساقی کوثر عباس علمدار جوانان آل محمد رفیق و انصار گھوڑوں سے کود پڑے۔ مشکوں پکھالوں کے مُنہ کھول دیئے گئے۔ اور پیاسوں کو پانی پلانا شروع کیا۔ خود حسینؑ بہ نفس نفیس اُٹھتے تھے مشک کا تسمہ کھولتے تھے ۔ پانی لیتے تھے اور پیاسوں کو پلاتے تھے۔ گھوڑوں، اونٹوں، جانوروں تک کو دو دو تین تین دفعہ پانی دکھلایا جاتا ہے ۔جب خوب سیراب ہو چکتے ہیں تب پانی کا لگن ہٹایا جاتا ہے۔ میر انیسؔ مرحوم نے اس واقعہ کو خوب نظم فرمایا ہے ؎

چلاتے تھے سقے یہ کنوؤں کو بجا کر ۔۔۔ لشکر میں جو پیاسا ہو وہ پانی پیئے آکر

سرد ہو گیا ہے آب ہوا دشت کی کھا کر ۔۔۔ ٹھنڈا کرے سینہ کو وہ پیاس اپنی بجھا کر

جو مشک ہے وہ چشمۂ کوثر سے بھری ہے

کوثر کا جو مالک ہے سبیل اُس نے دھری ہے

ملاحظہ ہو تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۲۸ ۔ اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۳۳ ۔

فیض کے چشمے بہا کر ایثار کے جوہر دکھلا کر حسینؑ شکر الٰہی بجالاتے ہیں ۔ اور نماز ظہر ادا فرماتے ہیں۔ اور بعد حمد و ثنائے الٰہی خطبہ پڑھتے ہیں ۔ اور فرماتے ہیں کہ ایھا الناس! تمہارے قاصد اور تمہارے خط پر خط میرے پاس آئے ۔ تم نے مجھے اپنی ہدایت و رہبری اور راہِ الٰہی دکھلانے، صراط مستقیم پر چلانے کے لیئے بُلایا تو میں تمہاری طرف آیا ہوں بس اگر تم اپنے عہدوں پر قائم نہیں ہو۔ میرا آنا تم کو ناپسند و ناگوار ہے تو خیر میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاتا ہوں۔ یہ فرما کر اُن خطوں کی خرجین (بوریاں) بھری ہوئی منگوا کر دکھلائیں۔ جو کوفہ سے بھیجے گئے تھے ۔ حُر نے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ! مجھے نہ اس کی خبر ہے۔ نہ خطوں کا حال معلوم ہے ۔ مجھے تو حاکم (ابن زیاد) کا یہ حکم ہے کہ میں آپ کو پکڑلوں اور آپ کو نہ چھوڑوں ۔ اور کسی اور طرف جانے نہ دوں۔ عبداللہ ابن زیاد کے پاس کوفہ میں لیجاؤں۔ حسینؑ فرماتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ قسم ہے خدا کی میں کبھی اس ذلت کو گوارا نہ کرونگا۔ اور کبھی اس طرح قید ہو کر ابن زیاد کے پاس نہ جاؤں گا۔ موت اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ حُر کہتا ہے۔ خدا کی قسم ۔میں ہرگز آپ کو نہ چھوڑونگا۔ حسینؑ روانہ ہوتے ہیں۔ حُر روکتا ہے۔ اور حسینؑ کو بڑھنے نہیں دیتا۔ ردّ و قدح اور گفتگو میں طول کھنچتا ہے۔ آخر حُر عرض

کرتا ہے کہ بہتر اگر آپ کوفہ نہیں چلتے تو خیر کوئی تیسرا راستہ اختیار فرمائیے کہ جو نہ کوفہ کو جاتا ہو اور نہ مدینہ کو جاتا ہو۔ حسینؑ مجبور ہو کر تیسرا راستہ اختیار فرماتے ہیں۔ حُر بھی اپنے لشکر کو لیکر حسینؑ کے ساتھ ساتھ بطور نگہبانی کے کہ حسینؑ مدینہ یا مکہ کو واپس نہ ہو جاویں روانہ ہوتا ہے۔ اور ابن زیاد کو اطلاع دیتا ہے۔ جواب کا انتظار کرتا ہے۔ حسینؑ ہر جگہ ہدایت و رہبری فرماتے ہیں۔ اور حق و صداقت کا اظہار کرتے ہوئے یزید و بنی امیہ کی ضلالت و گمراہی کو ظاہر فرماتے ہیں۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتے ہوئے نانا رسول اللہؐ کے وعظ سُناتے ہیں دیکھو یہاں سے بھی روانگی کے وقت ارشاد کرتے ہیں کہ:۔

ایھا الناس ان رسول اللہ قال من رأی سلطانا جابرا مستحلا لحرم اللہ ناکثا لعھد اللہ مخالفا لسنۃ رسول اللہ یعمل فی عباد اللہ بالاثم والعدوان فلم یغیر ما علیہ بفعل ولا قول کان حقا علی اللہ ان یدخلہ مدخلہ الا وان ھؤلاء قد لزموا طاعۃ الشیطان وترکوا طاعۃ الرحمن واظھروا الفساد وعطلوا الحدود اللہ واستاثروا بالفیٔ واحلوا حرام اللہ وحرموا حلالہ وانا احق من غیری۔

(تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۰)

یعنی اے لوگو! رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ظالم بادشاہ کو دیکھے کہ وہ حرم الٰہی کی حرمت کو مٹانے والا ہے اور عہد خدا کو توڑنے والا ہے اور سنّت رسول اللہؐ کا مخالف ہے۔ خدا کے بندوں کے درمیان ظلم و جور کا رویہ برت رہا ہے پس وہ شخص اپنے قول و فعل سے کوئی امر اُسکے خلاف ظاہر نہ کرے تو خدا پر واجب ہے کہ اُس کو اُس کے مقام میں جہاں کا مستحق ہے پہنچا دے اور بتحقیق ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو اپنے لئے لازم کرلیا ہے خدا کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے فتنہ و فساد کو ظاہر کر دیا ہے۔ احکام الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ مالِ الٰہی کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ حرام الٰہی کو حلال اور حلال خدا کو حرام کر دیا ہے۔ اور میں اس امر خلافت کے لیئے دوسرے سے احق اور افضل ہوں۔"

حسینؑ اپنی وعدہ گاہ کو بڑھ رہے ہیں۔ حر کا لشکر بھی اس غریب قافلہ کے پیچھے پیچھے لگا چلا آرہا ہے۔ حسینؑ کے فدائی علیؑ کے سچے شیعہ اور حقیقی دوست دیکھو کیونکر بنی امیہ کی سخت ناکہ بندیوں اور گرفتاریوں سے بچ کر جس طرح بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ کوفہ سے نکلتے ہیں اور حسینؑ پر فدا ہونے کو۔ جان قربان کرنے کو آتے ہیں۔ اور حسینؑ کے شامل ہوتے ہیں۔

منزل ہجانہ پہ کوفہ کی طرف سے چار سوار آتے ہیں۔ نافع ابن ہلال طرماح بن عدی اور

مجمع بن عبداللہ عامری وغیرہ اور حسینؑ سے جا ملتے ہیں۔ حُر اپنے لشکر سے نکلتا ہے اور اُن کے پاس آکر کہتا ہے کہ یہ لوگ تو کوفہ کے ہیں۔ میں انہیں قید کرونگا۔ اور کوفہ واپس ابن زیاد کے پاس بھیجوں گا۔ حسینؑ فرماتے ہیں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ یہ میرے انصار ہیں۔ میرے گروہ سے ہیں۔ اور تم ہرگز ایسا نہیں کرسکتے۔ بالآخر حُر خاموش ہو جاتا ہے۔ یہ یزید کے اُس حکم کی تعمیل ہے جو ابن زیاد کو دیا گیا ہے کہ ناکہ بندی کر کے اور پہرے چوکی قائم کر کے حسینؑ کے دوستوں کو پکڑو۔ اور حسینؑ تک نہ پہنچنے دو۔ (جو اوپر درج کیا جا چکا ہے) بے شک حسینؑ کے اصلی شیعہ اور آلِ محمدؐ کے حقیقی دوست حسینؑ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ پکڑے جاتے تھے۔ اور گرفتار ہوتے تھے حسینؑ ان آنے والے دوستوں سے کوفہ کے حال دریافت فرماتے ہیں۔ مجمع بن عبداللہ عامری عرض کرتے ہیں۔ یا ابن رسول اللہؐ! اہل کوفہ آپ کے مخالف اور دشمن ہو گئے ہیں۔ اشراف کوفہ کو ابن زیاد نے بڑی بڑی رشوتیں دیکر اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اور آپ کا مخالف اور دشمن بنا دیا ہے۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۴)۔

حسینؑ کے ان حالات سفر اور ان واقعات کو تاریخ کامل و تاریخ علامہ جریر طبری۔ اور جلاء العیون۔ بلاء العیون۔ ابواحمد حسین خاں۔ روضۃ الصفا۔ تاریخ اعثم کوفی۔ مقتل ابی مخنف وغیرہ وغیرہ میں ملاحظہ کرو۔ اور دیکھو فرزندِ رسولؐ کو کیونکر اور کس طرح چاروں طرف سے ان ظالموں نے گھیرا ہوا تھا۔ اور کس طرح جان کے لاگو اور خون کے پیاسے بنے ہوئے تھے۔

حسینؑ کا کربلا میں ورود

دوسری محرم سنہ ۶۱ ہجری کو آلِ محمدؐ کا غربت زدہ قافلہ میدان نینوا میں داخل ہوتا ہے۔ اور ابن زیاد کا قاصد جواب لیکر حُر کے پاس پہنچتا ہے۔ دونوں لشکر رک جاتے ہیں۔ قاصد حُر کو سلام کرتا ہے۔ اور حسینؑ کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا۔ ابن زیاد کا خط حُر کو دیتا ہے۔ جس میں ابن زیاد نے لکھا ہے:-

اما بعد فجعجع بالحسین حین یبلغک کتابی هذا ویقدم علیک رسولی ولا تنزله الا بالعراء فی غیر خضر وعلی غیر ماء وقد امرت رسولی ان یلزمک حتی یاتینی بانفاذ امری والسلام۔ (تاریخ کبیر طبری صفحہ ۳۰۲ تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۶ تاریخ ابوالفداء جلد ۱ صفحہ ۲۰۱)۔

جس وقت یہ میرا فرمان اور قاصد تم کو ملے تو فوراً ہی حسینؑ کو قید کر لو۔ اور سخت پکڑو۔ اور کسی ایسے چٹیل میدان میں حسینؑ کو اُتار دو۔ کہ جہاں پانی قریب ہو اور نہ درخت و سبزہ ہو۔ میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ تم سے علیحدہ نہ ہو اور دیکھے کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے یا نہیں اور مجھے اطلاع دے۔

بروایت ابو مخنف سرزمین کربلا پر پہنچکر حسینؑ کا گھوڑا رُکا۔ اور حضرتؑ نے دوسرا گھوڑا تبدیل فرمایا۔ وہ بھی آگے نہ چلا۔ اسی طرح امام حسینؑ نے سات گھوڑے یکے بعد دیگرے تبدیل فرمائے مگر کسی نے بھی ایک قدم آگے نہ بڑھایا۔ یہ دیکھکر امام حسینؑ نے دریافت فرمایا کہ اس زمین کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے عرض کی غاضریہ۔ حسینؑ نے فرمایا کہ اور نام؟ لوگوں نے کہا نینوا بھی کہتے ہیں پھر حسینؑ نے فرمایا کچھ اور نام بھی ہے؟ تو عرض کیا گیا کہ اس زمین کو شط الفرات بھی کہتے ہیں حسینؑ نے فرمایا کہ اس کے سوا کوئی اور نام بھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں مولا! اس جگہ کو کربلا بھی کہتے ہیں۔ یہ سُنکر حسینؑ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور فرمایا۔ کہ ہاں یہی زمین سختی و بلا کی ہے۔ بس اے مسافرو! تمہارا سفر ختم ہو چکا۔ یہی ہماری سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ یہی ہمارے خون بہنے کی جگہ ہے۔ یہی ہمارے اہل حرم کے لوٹے جانے اور اسیر ہونے کا مقام ہے۔ قسم ہے خدا کی اسی جگہ ہمارے خون بہیں گے۔ اسی جگہ ہمارے مرد قتل ہونگے اور اسی جگہ ہمارے بچے ذبح کیے جائیں گے۔

غرضکہ حسینؑ اپنی قربان گاہِ توحید پر میدانِ کربلا میں پہنچ گئے۔ اور ابن زیاد کی تعمیلِ حکم میں لشکرِ یزیدی نے حسینؑ فرزندِ رسولؐ کے خیمے نہر کے کنارے سے اُٹھوا دیئے ہیں۔ آبادی سے دور، پانی سے علٰحدہ حسینؑ جلتی بلتی ریت پر چٹیل میدان میں دھوپ کے اندر خیمے لگانے اور اُترنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ راستے بند کر دیئے ہیں اور نہر کے گھاٹ روک لیئے ہیں۔ فوج پر فوج، لشکر پر لشکر آلِ محمدؐ کا خون بہانے حسینؑ نواسۂ رسولؐ کو قتل و شہید کرنے کے لیئے آ رہا ہے۔ عمر سعد سپہ سالار فوج بنکر چار ہزار سواروں کے ساتھ (بروایت طبری) کربلا میں پہنچ چکا ہے۔ اور ابن زیاد فوج پر فوج اور لشکر پر لشکر روانہ کر رہا ہے۔ شبث ابن ربعی چار ہزار۔ عروہ بن قیس اور سنان بن انس بھی یکے بعد دیگرے چار چار ہزار سواران جنگجو کے ساتھ پہنچے ہیں۔ حجر بن حر وغیرہ وغیرہ دیگر افسران و سرداران اپنی اپنی فوجوں اور رسالوں کے ساتھ کربلا میں پہنچ رہے ہیں۔ شمر ابن ذی الجوشن بھی چار ہزار سواروں کے ساتھ پہنچتا ہے۔ اور آلِ محمدؐ کو گھیرا جا رہا ہے۔ بروایت کامل ابن اثیر شہادت سے تین روز پہلے حسینؑ و آلِ محمدؐ پر پانی بند کر دیا جاتا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۷:۔

ثم کتب (ابن زیاد) الی عمر یأمرہ ان یعرض علی الحسین بیعت یزید فاذا فعل ذٰلک	ابن زیاد نے عمر سعد کو لکھا کہ حسینؑ سے بیعت یزید طلب کرو۔ اگر حسینؑ بیعت کرلیں تو پھر دیکھا جائیگا

رائینا رأینا وان بمتعه ومن معه الماء فارسل عمر بن سعد بعمرو بن الحجاج علی خمس مائة فارس وحالوا بین الحسین وبین الماء وذٰلک قبل قتل الحسین ثلاثۃ ایام۔

کہ کیا کرنا چاہیے اور حسینؑ و اصحاب حسینؑ پر پانی بند کر دو۔ پس اس حکم کی تعمیل میں عمر سعد نے عمرو ابن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ پانی کے گھاٹ روکنے کے لئے بھیجا۔ تاکہ دریا اور حسینؑ کے درمیان حائل ہو کر قافلۂ حسینی میں پانی نہ جانے دیں۔ یہ واقعہ حسینؑ کی شہادت سے **تین دن** پہلے کا ہے۔

غرضیکہ حسینؑ مظلوم، فرزند محمدؐ، امام ہدایت۔ ہادیٔ صداقت وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا کے مصداق سے یزید شرابخوار، فاسق وفاجر کی بیعت و اطاعت طلب کی جاتی ہے قتل کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ پانی بند کیا جاتا ہے۔ مگر یہ عشق الٰہی کے بندے حسینؑ اور حسینؑ والے۔ توحید کے متوالے۔ صداقت اسلام پر مرمٹنے والے۔ حقانیت پر فدا ہونے والے۔ صبر کے جوہر دکھلائیں گے۔ ہدایت کے دریا بہائیں گے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے وعظ سنائیں گے۔ گھر بار لٹائیں گے۔ خون میں نہائیں گے۔ جانیں قربان کریں گے۔ ذبح ہو جائیں گے اور پیاسے مر جائیں گے۔ لیکن اسلام پر دھبہ نہ آنے دیں گے۔ توحید کو روشن کریں گے صداقت اور حقانیت کے آئینہ کو جلادیں گے۔ ایمان کو چمکائیں گے۔ مگر یزید کی بیعت نہ کریں گے۔ اور دنیا کو بتا جائیں گے کہ ؎ ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست ؛ پیش فرعونے سرش افگندہ نیست۔

(ڈاکٹر سر اقبال)

ابن زیاد کا خط لیکر شمر کا کربلا پہنچنا اور لشکر یزید کا آمادہ جنگ ہونا حسین کا عبادت خدا کے لئے ایک شب کی مہلت مانگنا

۹ محرم کو شمر ملعون ابن زیاد کا نہایت سخت تہدید و تاکید کا حکمنامہ لیکر پہنچتا ہے کہ کیوں حسینؑ کو مہلت دی جا رہی ہے۔ کیوں جلدی فیصلہ نہیں کیا جاتا حسینؑ اگر یزید کی بیعت کریں۔ ہمارے حکم کو قبول کریں۔ اور ہماری اطاعت میں داخل ہوں تو حسینؑ کو ہمارے پاس لیکر آؤ۔ ہم پھر دیکھیں گے کہ حسینؑ کے متعلق ہماری کیا رائے ہے۔ اور اگر حسینؑ انکار کریں تو حسینؑ اور رفقائے حسینؑ سے فوراً جنگ کرو۔ (ارشاد شیخ مفید و تاریخ کبیر جریر طبری) اور سب کو قتل کر دو۔ سر کاٹ لو۔ اور حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑا دو۔ شمر پہنچتا ہے۔ عمر سعد

حکم کو دیکھ کر فوراً لشکر کشی اور چڑھائی کا حکم دیتا ہے۔ فوج چڑھ آتی ہے۔ اور خیام آلِ محمدؐ کو گھیر لیتی ہے۔ ("تاریخ کامل صفحہ ۲۷ و ۲۸")۔

جنگل میں جلتی بلتی ریت پر کچھ خیمے کھڑے ہیں۔ جن پر اُداسی چھا رہی ہے۔ بیکسی برس رہی ہے۔ شامِ غربت جھلملا رہی ہے۔ ظالم دشمنوں نے، خونخوار فوجوں نے، چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ حسینی قافلہ، ذریتِ رسولؐ پر تین دن سے دانہ پانی بند ہے۔ باغِ محمدیؐ کے پھول پیاس کی شدّت سے کمُلا گئے ہیں۔ بچے غش میں نڈھال ہیں۔ بی بیاں غم کی تصویر بنی بیٹھی ہیں۔ حسینؑ اپنے خیمہ کے سامنے، دروازہ پر، تلوار زانو کے نیچے رکھے، سرِ اقدس نہوڑائے بیٹھے ہیں۔ مگر صبر و استقلال اپنا جلوہ دکھلا رہا ہے۔ صداقت و حقانیت نور افشانی کر رہی ہے۔ عصر کا وقت ہے۔ سورج ڈوب رہا ہے۔ آلِ محمدؐ کے غم سے دھوپ بھی زرد پڑ گئی ہے۔ آفتاب کی مضطرب کرنیں بھی دریائے غم میں ڈوب رہی ہیں۔ شامِ غربت مرنے والوں کو آخری رخصت کا پیام سُنا رہی ہے۔ اے غربت زدہ مسافرو! بس تمہاری زندگی کی یہ آخری رات ہے۔ اب کل دنیا میں تم کو یہ وقت نہ آئے گا۔ اے محمدؐ کے گلعذارو! اے علیؑ کے پیارو! اے فاطمہؑ زہرا کی آنکھ کے تارو! کل تم نہ ہوگے۔ نہ یہ خیمے ہونگے۔ نہ یہ وقت ہوگا۔ نہ یہ رات آئے گی۔ کٹے ہوئے سر اگر نیزوں پر معراج پائیں گے تو پامال شدہ لاشیں خاک پر تسبیح الٰہی کریں گی۔ بیکس بی بیاں سر برہنہ خاک نشیں ہوں گی۔ نہ خیمہ ہوگا۔ نہ چادر ہوگی۔ بن باپ کے پھول سے بچے، باپ کے سینہ پر سونے والے خون کے گھونٹ پییں گے۔ طمانچے کھائیں گے۔ اندھیری رات میں ڈراونے جنگل میں سہم سہم کر ماں کے پہلو میں تڑپیں گے۔ بس یکایک عمر سعد کا لشکر کالی گھٹا کی طرح بڑھتا ہے۔ پیاسوں کو گھیر لیتا ہے اور جنگ پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ خیموں میں بچے سہم جاتے ہیں۔ بی بیاں گھبرا اُٹھتی ہیں۔ زینبؑ فاطمہؑ کی جائی۔ رسولؐ کی نواسی گھبرا کر حسینؑ کے پاس پہنچتی ہے حسینؑ سر اُٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ بہن میں نے اپنے نانا رسول اللہ کو ابھی خواب میں دیکھا ہے۔ فرما رہے ہیں۔ حسینؑ! جلدی کرو۔ ہمارے پاس پہنچ جاؤ۔ زینبؑ منہ پیٹ لیتی ہیں حسینؑ بہن کو تسلّی تشفی دے کر خیمہ میں بٹھاتے ہیں۔ اور بھائی عباس کو لشکر کی طرف بھیجتے ہیں۔ اور بمشکل آخری عبادت اور طاعت الٰہی کے ادا کرنے کے لیئے ایک رات کی مہلت حاصل کرتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھو تاریخ کامل ارشاد مفید وغیرہ وغیرہ اور مقتل کی کتابوں کو)

شبِ عاشور حسینؑ کا خطبہ اور اصحاب کے جواب

مرنے والوں کی آخری رات کے غمناک اندھیرے نے دنیا کو گھیر لیا ہے۔ عبادت و طاعت الٰہی کے شیفتہ، نمازوں کے متوالے، فریضۂ الٰہی کو ادا کر کے خاک تیمم چہروں پر لگائے شکر کے سجدے کر کے اُٹھے ہیں۔ حسینؑ رسولؐ کا جانی، محمدؐ عربی کا یادگار، ہادیٔ برحق، خیمہ میں جلوہ گر ہے۔ سب عزیز و قریب محمدؐ کے رشتہ دار، بھائی، بھتیجے، بیٹے، بھانجے اور دوست و انصار حاضر ہیں حسینؑ خلق محمدی، مروت احمدی اور ایثار نبوی کے جوہر، صبر و استقلال کے جلوے دکھلاتے ہیں۔ خیمہ میں جو شمع آلِ محمدؐ کی مصیبت پر آنسو بہا رہی ہے اُس کو بھی گُل فرما دیتے ہیں اس لیئے کہ جانے والوں کے لیئے شمع کی روشنی میں شرم دامنگیر نہ ہو جسینؑ خطبہ پڑھتے ہیں اور حمد و ثنائے الٰہی و شکرِ خداوندی بجا لاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں "میں ہر حال میں خدا کا شکر کرتا ہوں۔ خواہ تکلیف ہو یا راحت۔ اے میرے معبود تیرا شکر ہے، تو نے ہم کو نبوت سے بزرگی بخشی۔ علم قرآن عطا فرمایا۔ مسائل دین سمجھنے کی قوت دی۔ حق کو سننے والے کان اور صداقت کو پہچاننے والی آنکھ اور قلب مطمئن کرامت فرمایا۔ اور شرک سے محفوظ رکھا۔"

اور پھر فرمایا۔ میرے بھائیو! میرے عزیزو! میرے پیارے دوستو! میرے جان نثارو! بیشک میرے اصحاب سب سے بہتر اصحاب ہیں۔ میرے اہلبیت اور میرے عزیز سب سے بہتر اہلبیت ہیں۔ جیسے وفادار، جاں نثار، عزیز و انصار، خدا نے مجھے کرامت فرمائے۔ کسی کو نہیں ملے۔ خدا تم سب کو جزائے خیر دے۔ آگاہ ہو۔ یہ قوم صرف میرے ہی خون کی پیاسی ہے۔ ان کو فقط میرے ہی سر سے کام ہے۔ پس میں نے اپنی بیعت تم سے اُٹھا لی ہے۔ اپنی رضا و خوشدلی سے تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ اس رات کی تاریکی میں جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اپنی جان کو موت کے پنجوں سے چھڑا لو۔ عیش و آرام سے زندگی بسر کرو۔ اور میرے لیئے مصیبت میں نہ پڑو۔ بلکہ میرے اہلبیت میں سے بھی ایک ایک کا ہاتھ پکڑو اور لیجاؤ۔ یہ لوگ خاص میری جان کے دشمن اور میرے خون کے پیاسے ہیں۔ مجھے قتل کر کے، میری جان لیکر تم سے کوئی بھی متعرض نہ ہوگا۔ میرے بعد تمہارا خیال بھی نہ کریں گے۔ ورنہ جو یہاں رہیگا اور میرا ساتھ دیگا وہ ضرور شہید و قتل کر دیا جائے گا (تفصیل کے لیئے دیکھو ارشاد شیخ مفید؟ تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۹ و سبط ابن جوزی۔ تاریخ طبری۔ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۲۰۱۔ حسینؑ کا خطبہ اور اصحاب کے جواب)

اس میں کوئی شک نہیں۔ اگر یہ حسینؑ کے رفیق و انصار اور عزیز و اقربا حسینؑ کو چھوڑ کر

چلے جاتے یا یزید کے لشکر سے ہی جا ملتے تو انہیں کوئی روک اور ممانعت نہ تھی۔ جان کی امان بھی ملتی اور زندگی کے عیش و آرام، دولت و حشمت بھی سب کچھ میسر ہوتا۔ ٹھنڈے پانی کے جام اور نفیس غذائیں سب مہیا ہو جاتیں۔ دیکھو! جس طرح عبداللہ ابن زبیر کے ساتھی اور رفیق حتیٰ کہ اُن کے بیٹے تک بھوک پیاس کے صدمے اور تکلیف نہیں اُٹھا سکتے اور عبداللہ ابن زبیر کو چھوڑ چھوڑ کر بنی امیہ سے جا ملتے ہیں اور جان کی امان بھی پاتے ہیں اور ہر طرح کا عیش و آرام بھی حاصل کرتے ہیں اور تنہا عبداللہ کو قتل ہونے کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۷۰ و ۱۷۱) مگر سبحان اللہ۔ قربان انصار و اقربائے حسینؑ کے۔ یہ وفا و محبت کے پتلے، کامل الایمان بندے، شمع توحید کے پروانے جوشِ ایمانی سے بھرپور، نشۂ محبت سے چور، اُٹھتے ہیں، سامنے آتے ہیں اور ایک زبان ہو کر عرض کرتے ہیں۔ کہ اے فرزندِ رسولِ خدا ہم کو یہ دن نہ دکھائے لا ارانا اللہ ذٰلک ابدا۔ یا ابن رسول اللہ! ممکن نہیں کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جاویں۔ قیامت کے روز خدا کو کیا منہ دکھلائیں گے۔ رسول اللہؐ کے روبرو کس منہ سے جائیں گے۔ دنیا ہم کو کیا کہیگی۔ کہ اپنے امام کو دشمنوں میں اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کوئی نورِ نظر، لختِ جگر عرض کرتا ہے۔ بابا! ہم حق پر ہیں۔ لا اوبالی بالموت۔ بس پھر ہم کو موت کا کیا ڈر ہے۔ مرنے کی کیا پرواہ ہے۔ کوئی لختِ جگر سبزہ آغاز، بھائی کا یادگار کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور عرض کرتا ہے۔ چچا جان! حضور کی رکاب میں قتل ہو جانا، تلواریں کھانا، جامِ شہادت پینا ہم کو شہد سے بھی زیادہ میٹھا اور خوشگوار ہے۔ مسلم ابن عوسجہ، حبیب ابن مظاہر۔ زہیر قین بجلی۔ بریر ہمدانی۔ ابو ثمامہ صیداوی۔ ہلال ابن نافع۔ وغیرہ وغیرہ اصحابِ باوفا، یارانِ جاں نثار، رسولؐ کے پروردہ، علیؑ کے صحبت یافتہ، حافظِ قرآن، تہجد گزار، عابد شب زندہ دار، قائم اللیل و صائم الدہر اُٹھتے ہیں۔ کمروں کو چست باندھتے ہیں اور سامنے آتے ہیں۔ جوشِ محبت سے تھرّاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔ یا ابن رسول اللہؐ! ہم قربان، ہمارے ماں باپ قربان۔ کیا ہم حضور کو چھوڑ کر چلے جاویں۔ لا واللہ۔ خدا کی قسم۔ ہرگز ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ جب تک جان میں جان ہے۔ اور دم میں دم ہے۔ ہاتھ میں نیزہ اور کمر میں تلوار ہے۔ آپ کے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔ ہتھیار ٹوٹ جائیں گے تو پتھروں سے لڑیں گے۔ مگر شمع اسلام کو گل نہونے دیں گے۔ سر فدا کریں گے۔ خون میں ڈوبیں گے۔ اپنی جانیں دیں گے۔ مگر جان محمدؐ پر آنچ نہ آنے دینگے۔ مولا! خدا کی قسم ہے۔ اگر ایک مرتبہ نہیں۔ ستّر مرتبہ بلکہ ہزار دفعہ ہم حضور پر قربان ہوں۔ رکابِ سعادت انتساب میں قتل کیے جاویں۔ لاشوں کو جلا دیا جاوے۔ خاک کو ہوا میں

اُڑا دیا جاوے۔ ہم پھر بھی یہی آرزو کرینگے کہ زندہ ہوں اور حضور پر جانیں قربان کریں۔ اور اب تو پھر مرنا ایک دفعہ کا مرنا ہے۔ اس کے بعد عیشِ جاودانی اور راحت ابدی ہے۔ ہمارا حضور پر جان قربان کرنا، حضور کی نصرت و امداد میں مرجانا کچھ حضور پر احسان نہیں ہے۔ بلکہ یہ حضور کا احسان اور خدائے جلیل کا انعام و اکرام ہم پر ہے کہ ہم کو یہ سعادت حاصل ہو کہ حضور کے قدموں میں سر دیں، جامِ شہادت پئیں۔ اور درجاتِ عالیہ پر فائز ہوں۔

محمد بن بشیر حضرمی کو خبر ملتی ہے کہ ان کا بیٹا اُسی ناکہ بندی کی وجہ سے شام کی فوجوں میں گرفتار ہو گیا ہے۔ حسینؑ فرماتے ہیں کہ اے محمد! میں نے تم سے اپنی بیعت کو اُٹھا لیا ہے تم چلے جاؤ اور اپنے فرزند کو چھڑانے کی تدبیر کرو۔ محمد جوشِ محبت سے عرض کرتے ہیں۔ اے میرے مولا! اے فرزندِ رسولؐ! اگر میں حضور کو چھوڑ جاؤں تو بہتر ہے کہ جنگل کے بھیڑیے جانورانِ صحرائی مجھے پھاڑ کھائیں۔ آقا میں ہرگز ہرگز نہیں جاؤں گا۔ حضور کے قدموں میں سر دونگا۔ اور جان فدا کرونگا۔ حسینؑ ایک ہزار اشرفی کی پانچ چادریں محمد کو دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اچھا اپنے دوسرے بیٹے کو یہ چادریں دیکر بھیجو کہ وہ ان چادروں کو بیچ کر بھائی کی رہائی کا انتظام کرے۔ اور جا کر بھائی کو چھڑائے۔

بھائیو! مسلمانو! نبیؐ کے کلمہ گویو! دیکھو۔ یہ ہے عقیدۂ اسلامی۔ یہ ہے کامل الایمانی۔ یہ ہے تعلیم محمدیؐ کا اثر۔ یہ ہیں شیعیانِ علیؑ۔ یہ ہے کیرکٹر محمدیؐ کا پرتو۔ یہ ہے رنگ حسینیؑ کیا بوڑھا، کیا جوان، کیا عورت، کیا مرد، کیا آقا، کیا غلام، جو ہے خدائی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ کیرکٹر محمدیؐ سے رنگا ہوا ہے۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ عابدون (آیۂ کلام مجید) کا مصداق بنا ہوا ہے۔ بس یہ رسول نما حسینؑ کی تربیت کا اثر ہے۔ یہ جگر گوشۂ رسولؐ کی تعلیم ہے کہ ہر ایک رفیق و یار، ہر ایک عزیز و رشتہ دار یقین و ایمان پر ثابت قدم، حق و صداقت پر قائم، عبادت و طاعت الٰہی کا متوالا، شوق شہادت میں محو، محبت رسولؐ میں سرشار، نہ لٹنے کا فکر، نہ مرنے کا ڈر، نہ گھربار کی الفت، نہ اہل و عیال کی محبت، نہ پیاس کا صدمہ، نہ بھوک کی ایذا، نہ مال کی خواہش، نہ جان کی پروا، بس فکر ہے تو یہ، اور شوق ہے تو یہ، تمنا ہے تو یہ، دعا ہے تو یہ کہ حمایت دین میں، نصرت محمدیؐ میں دشمنوں کی صفوں کو چیریں اور آگ کے سمندروں کو جھیلیں۔ نیزے برچھیوں کی بڑھتی ہوئی لہروں کو کاٹیں۔ تیروں کے مینہ میں نہائیں۔ تلواروں کی چھاؤں میں سجدے کریں۔ دینِ الٰہی کو بچائیں۔ توحید ا

قائم ہو۔ اسلام زندہ ہو۔ شمع محمدی روشن رہے۔ کفر کا منہ کالا اور دین کا بول بالا ہو۔

یوں لٹیں ہم کہ نہ آل اور نہ اولاد رہے مگر احمد کے نواسے کا گھر آباد رہے

دیکھئے ان شہیدوں کی شان میں خدائے جلیل اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے حقیقۃً ایسے ہی لوگ اسکے مصداق ہیں (دیکھو سورۂ آل عمران) فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی بعضکم من بعض فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاٰتھم ولادخلنھم جنٰت تجری من تحتہا الانھر ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب۔ یعنی "قبول کی اُن کی دعا اُن کے رب نے کہ میں ضائع نہ کرونگا عمل کسی عمل کرنے والے کا تم میں سے۔ وہ مرد ہو یا عورت کہ تم سب آپس میں ایک ہو۔ پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور نکالے گئے اپنے گھروں میں سے۔ اور جن کو اذیت پہنچائی گئی میری راہ میں اور مقاتلہ کیا اور قتل کیے گئے۔ میں ضرور دور کردونگا اُن سے اُن کی بدیوں کو اور ضرور اُن کو داخل کرونگا ایسی جنتوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ ثواب اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت اچھا ثواب ہے۔"
دیکھو یہ ہے محبت محمدؐ و آلِ محمدؐ اور یہ ہے رسولِ کریم کے حکم کی تعمیل۔ یہ ہے قول نبی پر عمل۔

صاحب صواعق محرقہ بیہقی اور دیلمی سے نقل کرتے ہیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھے اور میرے اہلبیت اور میری عترت کو اپنی ذات اور اپنی جان سے زیادہ محبوب نہ سمجھے اور اپنے نفس سے زیادہ عزیز نہ رکھے۔ سبحان اللہ قربان ان حسینیوں کے، فدا ان کی محبت و وفا کے، نثار ان کے یقین و ایمان کے، بیشک ان بزرگوں نے جیسا کہا ویسا ہی کر دکھایا۔ کیسا جانوں پر کھیلے۔ کیسا رسولؐ کا حکم بجالائے۔ اور کیسا حق محبت ادا کیا۔ اور ایمان کی ڈگریاں حاصل کیں۔ جب تک زندہ رہے جانِ رسولؐ حسین منی وانا من الحسین پر آنچ نہ آنے دی۔ رخصت ہوتے تھے، میدان کارزار میں جاتے تھے رجز پڑھتے تھے، وعظ کرتے تھے (امرون بالمعروف والناھون عن المنکر کی شان اور حافظون لحدود اللہ کے جلوے دکھاتے تھے۔ محبتِ ایمان اور مودت رسولؐ کے جوہر چمکاتے تھے۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔ پروانوں کی طرح شمع ہدایت اور جانِ رسولؐ پر گرتے تھے اور قربان ہوتے تھے۔ برچھیاں کھاتے تھے۔ خون میں ڈوبتے تھے۔ لہو میں نہاتے تھے۔ زخمی ہو کر گھوڑوں سے گرتے تھے اور حسینؑ کو پکارتے تھے۔ سلام رخصت کرتے تھے۔ محبت بھری

نظروں سے حسینؑ کے رُخِ انور کو دیکھتے تھے۔ مُسکراتے تھے۔ اور عرض کرتے تھے۔ اے فرزندِ رسولؐ! کیا ہم نے آپکے حق کو ادا کر دیا۔ اور کوثر کے کنارے دربارِ رسولؐ میں جنت کو سدھار جاتے تھے۔ انہی کی شان میں حسینؑ نے فرمایا ہے۔

لبسوا القلوب علی الدروع واقبلوا — یتہافتون علی ذھاب الانفس

یعنی بہادروں کا تو قاعدہ اور دستور یہ ہے کہ جنگ کے لیئے زرہ پہنکر لڑنے جاتے ہیں مگر اے حسینی بہادرو! اے میرے جاں نثارو! تم ایسے شجاع اور ایسے جیوٹ بہادر ہو کہ تم نے دلوں کو زرہ پر پہن لیا ہے۔

الغرض حسینؑ کے خطبہ کے بعد جانے والے چلے جاتے ہیں اور حق پر مرنے والے وفا و محبت کے پُتلے، اسلام کے فدائی، محبت رسولؐ کے شیدائی، محبت حسینی کے جام پیکر مرنے کے بیڑے اُٹھا کر، وفا کے عہد باندھ کر اُٹھتے ہیں۔ اور قربان گاہِ توحید میں ذبح ہونے کی تیاریاں کرتے ہیں۔ اور گویا حضرت عباسؑ علمدار کے خیمہ میں ریاضِ محمدی کے پھول مہک رہے ہیں۔ علیؑ کے گلعذار، نبیؐ کے رشتہ دار جمع ہیں۔ ماہ بنی ہاشم بیچ میں جلوہ افروز ہیں۔ فلکِ امامت کے ستارے، فاطمہؑ زہرا کے پیارے، جھرمٹ کیئے گرد بیٹھے ہیں۔ عباسِ علیؑ فرمارہے ہیں۔ "اے میرے پیارے بہادرو! رسولؐ کے رشتہ دارو! حسینؑ کی گود کے پالو! یاد رکھو کل مرنے کا دن ہے۔ تلواریں کھانے کا دن ہے۔ زخمی ہونے کا دن ہے۔ خون میں نہانے کا دن ہے۔ آلِ محمدؐ کی قربانی کا دن ہے۔ دیکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم پیچھے رہ جاؤ۔ اور اصحاب تم سے سبقت لیجائیں۔ جب تک ہم گلے نہ کٹالیں، خون میں نہ نہالیں، خاک پر نہ سولیں، اصحاب کی باری نہ آئے۔" باغِ محمدیؐ کے غنچہ دہن مسکرا کر پھول کی طرح کھلتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔ "اے ہمارے بزرگ، اے ہمارے چچا، بیشک۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ آپ دیکھیں گے کہ سب سے پہلے ہم برچھیاں کھائیں گے۔ خون میں ڈوبیں گے۔ اور اپنے آقا، اپنے مولا، حسینؑ پر قربان ہو جائینگے۔"

اُس طرف حبیبؑ ابن مظاہر، مسلمؑ عوسجہ۔ زہیرؑ قین کا دربار جما ہوا ہے۔ محبتِ رسولؐ کے متوالے، حسینؑ کے عاشق، وفا کے بندے، سچے جانفروش اصحاب کا مجمع ہے۔ حبیبؑ فرمارہے ہیں۔ "میرے پیارے بھائیو۔ رسولؐ کے عاشقو۔ سچے دیندارو۔ محبت حسینؑ کے پیاسو دیکھو۔ بہشت جلوے دکھا رہا ہے۔ کوثر لہریں مار رہا ہے۔ رسولؐ دیکھ رہے ہیں۔ علیؑ تمہارے منتظر کھڑے ہیں۔ ہاں بھائیو! کل امتحان کا دن ہے۔ وفائے عہد کا دن ہے۔ قربان ہونے کا دن ہے۔ پس جب تک،

ہمارے دم میں دم ہے آلِ محمدؐ پر آنچ نہ آئے۔ جب تک ہم برچھیاں نہ کھالیں، گھوڑوں کی نہ گرلیں، زہراؑ کے پھول پامال نہ ہوں۔ جب تک ہم خاک پر نہ تڑپیں، جانیں نہ دے لیں، علیؑ کے پیارے خون میں نہ ڈوبیں۔ جب تک ہم تلواروں کی چھاؤں میں سجدے نہ کرلیں، ذریت رسولؐ پر بلا نہ آئے۔ ضروری ہے کہ ہم آلِ محمدؐ سے پہلے سُرخرو ہو کر دربارِ رسولؐ میں پہنچ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم زندہ ہوں اور ریاضِ محمدیؐ کے پھول مرجھا جائیں۔ پھر ہم کیا رسولِ الٰہی کو منہ دکھائیں گے۔ اور کیونکر سُرخرو دربارِ الٰہی میں جائیں گے" سب یک زبان ہو کر پکارتے ہیں۔ کہ ہاں ہاں حبیب! اطمینان رکھو۔ ایسا ہی ہوگا۔ آپ دیکھ لیں گے کہ صبح کو کیا ہوگا۔ پس ع پیچھے تمام میں ہیں تو آگے جہاد میں۔ جب ہمارے خون بھرے جسم زخموں سے چور، خاک پر تڑپیں گے۔ اور روحیں کوثر کے کنارے ہونگی۔ تب آلِ محمدؐ کی باری آئے گی۔ خیامِ اہلبیتؑ میں اسلام کی کامل الایمان بی بیاں محبتِ رسولؐ کی راسخ الاعتقاد ہستیاں۔ دینِ الٰہی پر مر مٹنے والیاں۔ خاتونِ جنت کی محبت کی متوالیاں۔ قربان گاہ اسلام پر قربانی چڑھانے۔ جانِ رسولؐ کا فدیہ پیش کرنے اپنی پیاری بی بی فاطمہؑ زہراؑ کے جانی پر سے صدقہ اُتارنے کے لیئے اپنے جگر کے ٹکڑوں، پیارے لاڈلوں کو تیار کر رہی ہیں۔ بال سنوارتی ہیں۔ زلفوں کو کنگھی کرتی ہیں۔ چاند سے مکھڑوں کو چومتی ہیں۔ پیاسے ہونٹوں کو بوسہ دیتی ہیں۔ اور کہتی ہیں کہ اے پیارے بچو! جگر کے ٹکڑو! ماں کی آنکھ کے تارو! راج دُلارو! کل قربانی کا دن ہے، جانِ رسولؐ پر فدا ہو جانے کا روز ہے۔ بس یہی تمنا ہے اور یہی آرزو ہے کہ تم دولھا بنو۔ شربتِ شہادت پیو۔ تلواروں سے کھیلو۔ نیزے کھاؤ، خون میں نہاؤ۔ دینِ الٰہی، اسلامِ محمدی، کی قربانی بنو۔ اور جانِ رسولؐ، فرزندِ بتولؑ، آقا حسینؑ پر فدا ہو جاؤ۔ اور ہم کو ہماری بی بی خاتونِ جنت، بنتِ رسولؐ، فاطمہؑ زہراؑ سے سُرخرو کر جاؤ۔ حسینؑ کے فدیہ کہلاؤ گے تو ہمارا دودھ تم کو حلال ہوگا۔ اور تمہاری لاشوں پر ہم آئیں اور تمہاری خون بھری تصویروں کو دیکھ کر خون کے آنسو بہا کر خدائے جلیل کی بارگاہ میں اس ناچیز قربانی کی قبولیت کا سجدۂ شکر ادا کریں۔ اور اپنا دودھ تم کو بخشیں ؎

خیمہ میں بچوں کو یہ سمجھا رہی ہیں بی بیاں — اے ہمارے نونہالو! کل ہے روزِ امتحاں
ظلم و عدل اور باطل و حق کفر و دیں میں ہے جنگ — وہ پڑے گا رن کہ مٹ جائینگی اکثر ہستیاں
راہِ حق میں جو مرا سمجھو کہ زندہ ہو گیا — مٹ نہیں سکتا زمانہ سے کبھی نام و نشاں
ہیں وہی سردارِ قوم و محسنِ دینِ مبیں — جن کے لاشے کل نظر آئینگے ریتی پر عیاں

تم پہ جو بپتا پڑی تھی کٹ گئی صد شکر حق — اب ہے سیر باغ جنت اور عیش جاوداں
پیاس کیسی، بھوک کیا، ہو تم تو ہاشم کے سپوت — کاٹ ہی ڈالو اگر ہونٹوں پہ پھر جائے زباں
کر دیا ہے حاکم گمراہ نے اعلان جنگ — شام تک تم واقعی بچے تھے پر اب ہو جواں
گر نہیں آتا لڑائی کا ہنر تو سن رکھو — تیغ ہیں یوں باندھیے اور اس طرح تیر و کماں
زین پہ یوں بیٹھو جیسے ہو انگوٹھی میں نگیں — باگ ہو بائیں میں دائیں میں ہو نیزے کو تکاں
ماشاءاللہ تم مجاہد، تم سپاہی، تم جری — تم جیالے، من چلے، جانباز، غازی، پہلواں
اے جگر کے ٹکڑو، اے معصوم روحو، دلبرو — تم امیدیں ہو ہماری قوم کی قربانیاں

موت ہے جینا فقط لذات فانی کے لیئے
آدمی مر جائے عیش جاودانی کے لیئے

(ہلال محرم۔ میر علمدار حسین صاحب واسطی)

حسینؑ اپنے خیمہ میں جلوہ فرما ہیں۔ مصلّٰے بچھا ہوا ہے۔ قرآن مجید سامنے کھلا ہوا رکھا ہے۔ طاعت و عبادت الٰہی میں مشغول ہیں۔ نماز کا عاشق نماز کو رخصت کر رہا ہے کبھی سجدہ ہے اور کبھی رکوع ہے۔ کبھی قیام ہے۔ کبھی قعود ہے۔ محویت کا عالم طاری ہے۔ سجدہ میں جلوۂ محبوب دیکھ رہے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں۔ میرے مالک! میرے آقا! میرے محبوب ربّ جلیل! تیری ہی مدد درکار ہے۔ تو ہی اپنے عاشق کی اس ناچیز قربانی کو قبول فرمائے گا۔ تیری مدد سے یہ تیرا حسینؑ اپنے عہد کو پورا کر کے سرخرو تیرے دربار میں حاضر ہوگا۔ کبھی قرآن کی تلاوت فرماتے ہیں۔ اور کبھی تلوار کو صاف کرتے ہیں۔ اور دنیا کی بے ثباتی کے اشعار پڑھتے ہیں۔

پاس ہی ساتھ لگے خیمہ میں بیمار کربلا سید سجادؑ، بیووں کا قافلہ سالار، ماں بہنوں کے اونٹوں کی مہار کھینچنے والا، کربلا سے شام تک پیدل چلنے والا، بیڑیاں پہننے والا، دوہرے طوق گلے میں ڈلنے والا، زہرا کا چاند، حسینؑ کی یادگار، تپ میں گرفتار غش میں پڑا ہے۔ غمزدہ پھوپھی جناب زینبؑ تیمارداری و خبرگیری کے لیئے پاس بیٹھی ہیں۔ آنیوالی مصیبت سے دل دھڑک رہا ہے۔ آنسوؤں کی جھڑی بندھی ہوئی ہے۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے بابا سے ان اشعار کو سنا اور سمجھا کہ اب بلا نازل ہو چکی۔ بابا ضرور شہید ہو جائیں گے۔ مصیبت آ گئی۔ کلیجہ سے دھواں اُٹھا۔ رقت گلوگیر ہوئی۔ مگر ضبط کیا۔ اور خاموش ہو رہا۔ لیکن پھوپھی اماں جناب زینبؑ ضبط نہ کر سکیں۔ روتی ہوئی گھبرا کر اُٹھیں۔ سر سے

چادر گر گئی۔ پابرہنہ بھائی کے خیمہ میں گئیں اور فرمایا کہ اے بھائی! اے بزرگوں کی یادگار! اے پیارے حسینؑ! اپنے مرنے کی خبر سُنا رہے ہو۔ کاش مجھے موت آ گئی ہوتی۔ میں نے یہ مصیبت نہ دیکھی ہوتی۔ ہائے نہ آج اماں فاطمہؑ ہیں۔ نہ بابا علیؑ ہیں۔ نہ بھائی حسنؑ ہیں۔ بیتاب و بیقرار ہو کر روتی ہیں۔ حسینؑ اُٹھتے ہیں۔ آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے بہن زینبؑ! تمام اہل زمین مر جائیں گے۔ اہل آسمان فنا ہو جائیں گے۔ سوائے ذات وحدہٗ لاشریک اللہ جل جلالہٗ کے کوئی ہستی باقی رہنے والی نہیں ہے۔ دیکھو نانا رسولؐ اللہ مجھ سے افضل تھے۔ بابا علیؑ مجھ سے اعلےٰ تھے۔ اماں فاطمہؑ زہرا اور بھائی حسنؑ مجھ سے بہتر تھے۔ وہ بھی نہ رہے۔ میرے لیئے اور تمام مسلمانوں کے لیئے اُسوۂ رسولؐ اللہ کی پیروی لازم اور ضروری ہے۔ بہن میرے لیے صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ تسلّی تشفی دیتے ہیں۔ صبر و شکر الٰہی کی تلقین فرماتے ہیں۔ اور ہاتھ پکڑ کر میرے پاس لا کر بٹھا دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد اصحاب کی طرف تشریف لیجاتے ہیں۔ اور حکم دیتے ہیں کہ تمام خیمے دائیں بائیں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر اور چسپاں کر کے اس طرح لگا دیئے جاویں کہ ایک خیمہ کی طنابیں دوسرے خیمہ کی طنابوں سے باندھ دی جاویں۔ اور اہل حرم کے خیام سب کے بیچ میں کر دیئے جاویں۔ آمد و رفت کے لیئے صرف ایک راستہ سامنے کی طرف سے رہے۔ ہائے ہائے۔ غالباً یہ انتظام و اہتمام اس لیئے فرمایا گیا ہو گا کہ مبادا شامی لشکر ظالم دشمن رات کو شبخون نہ مارے۔ چھوٹے بچے اور بیکس بی بیاں اس دارو گیر میں اندھیری رات میں ظالموں بے دینوں کے ہاتھ سے ہلاک نہ ہو جاویں۔ (ارشاد شیخ مفید و تاریخ کامل وغیرہ)

فی الحقیقت شب عاشورہ کربلا کے ان غربت زدہ بھوکے پیاسے مسافروں کی یہ رات عجیب قیامت خیز اور غم انگیز، دردناک رات تھی۔ ان کی مصیبت کے واقعات انکی عبادت و طاعت الٰہی کے حالات آل رسولؐ کی خدمت کے کارنامجات کس کی زبان ہے جو بیان کر سکے۔ اور کس کا کلیجہ ہے کہ سُن سکے۔

سنسان جنگل ہے۔ رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ گرم ہوائیں چل رہی ہیں خاک برس رہی ہے۔ بھوک کی شدّت ہے۔ پیاس کی حدّت ہے۔ پانی ندارد ہے۔ خیموں میں بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ العطش العطش پُکار رہے ہیں۔ مگر سبحان اللہ فدا ان کے

صبر و استقلال کے قربان ان کے صبر و رضا کے، جوشِ ایمانی سے سرشار ہیں۔ محبت حسینؑ میں محو ہیں۔ درود و استغفار کی صدائیں بلند ہیں۔ تسبیح و تقدیس کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ تکبیر کے نعرے لگا رہے ہیں۔ کبھی تلاوتِ قرآن مجید فرماتے ہیں تو کبھی بارگاہِ قدس میں راز و نیاز کی مناجاتیں کر رہے ہیں۔ حسینی کیمپ بیت المعمور کا نقشہ دکھلا رہا ہے۔ "کان لاصحاب الحسین دوی کدوی النحل بالتلاوت والصلوٰۃ" (اصحابِ حسینؑ کی تلاوت و نماز کی آوازیں ایسی گونجتی تھیں جیسے کہ شہد کی مکھیوں کے پروں سے گونج نکلتی ہے۔ ابو مخنف، طبری، ینابیع المودہ) کبھی حسینؑ کی حمایت ہے تو کبھی آلِ رسول کی خدمت۔ کوئی بزرگوار حسینؑ کے خیمہ کا پہرہ دے رہا ہے تو کچھ جان نثار خیام حرم کے گرد تلواریں لیئے طلایہ پر پھر رہے ہیں۔

بریر ہمدانی بچوں کی فریاد العطش سے بےچین ہو جاتے ہیں۔ چند رفقا کو ساتھ لیتے ہیں۔ تاروں کی چھاؤں میں گھاٹ پر پہنچتے ہیں۔ نہر میں اُترتے ہیں۔ ٹھنڈے پانی کو دیکھ کر آلِ رسولؐ کی پیاس یاد آتی ہے۔ خون کے گھونٹ پیتے ہیں۔ آنسو بہاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ہاں بھائیو! تمہارے نبیؐ کی آل پیاسی ہے۔ اُن کے جگر کباب ہیں۔ یہ پانی ہم کو حرام ہے۔ جب تک وہ سیراب نہ ہو لیں۔ اور مشکیزہ بھرتے ہیں۔ اور دریا سے نکل آتے ہیں۔ دشمن گھیر لیتے ہیں۔ مزاحمت کرتے ہیں۔ تلواریں چلاتے ہیں۔ تیر برساتے ہیں۔ مگر یہ وفادار مشک کو بچاتے ہیں۔ خود تیر کھاتے ہیں۔ گردن سے خون بہتا ہے۔ لہو میں نہاتے ہیں۔ شکر خدا کرتے ہیں کہ مشک تو بچ رہی۔ جلدی کرتے ہیں۔ اور تلواروں کی چھاؤں میں تیروں کی بارش میں پانی کو بچاتے، مشک کو سنبھالتے، لڑتے بھڑتے، خیام حسینؑ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ حسینؑ کے بچے، باغِ رسولِ الٰہی کے پھول کٹورے لیئے دروازۂ خیام پر کھڑے انتظار کر رہے ہیں۔ ننھے ننھے سوکھے ہوئے کلیجوں کو کچھ امید بندھ گئی ہے۔ کہ شاید کچھ پانی مل جاوے۔ مگر ہائے

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ بریر خیمہ میں مشک پہنچاتے ہیں۔ پیاسے بچے ہجوم کرتے ہیں۔ اور مشک پر گر پڑتے ہیں۔ مشک کا تسمہ کھل جاتا ہے اور سب پانی زمین پر بہہ جاتا ہے۔ اور معصوم بچے پیاسے کے پیاسے رہ جاتے ہیں۔

حسینؑ نے اور اصحاب و اقربائے حسینؑ نے عبادت و طاعت الٰہی میں، تحمید و تقدیس اور حمایت آلِ رسولؐ میں اس آخری رات کو تمام فرمایا۔ جانے والی رات نے ان غربت زدہ،

گرفتاران بلا وطن آوارہ مرنے والے مسافروں کو بصد حسرت و یاس آخری الوداع کہی۔ اور سلام رخصت کیا۔ تارے پھوٹ پھوٹ کے روئے اور دریائے غم میں ڈوب گئے۔ چاند کا کلیجہ غم آل محمدؐ سے شق ہوا۔ اور غم کی چادر اوڑھ کر زمانہ سے رخصت ہو گیا۔ صبح کا ستارہ رنج والم کی نشانی اور موت کا پیام لیکر آیا۔ نسیم سحری خاک اُڑاتی چلی۔ دشمنِ محرم کی صبح گریباں چاک۔ شبنم کے آنسو بہاتی نمودار ہوئی۔ وہ غمناک صبح جو نہ کبھی پہلے دنیا میں آئی۔ اور نہ آیندہ کبھی آئے گی۔ وہ صبح جس نے رسولؐ کے گھر میں صفِ ماتم بچھائی۔ وہ صبح جس نے عالمِ قدس کو سوگ نشین کیا ؎

آں بارگاہ قدس کہ جائے ملال نیست سرہائے قدسیاں ہمہ بر زانوئے غم است

صبح عاشورہ

وہ صبح جس نے دنیا کو ماتمکدہ بنایا۔ وہ صبح جس نے عالم کو سیہ پوش کیا۔ وہ صبح جس نے زمانہ کو خون رُلایا۔ وہ صبح جس نے آسمان سے لہو برسایا۔ وہ صبح جس نے زمین کو ہلا دیا۔ پہاڑوں کو پگھلا دیا، دنیا میں زلزلہ آ گیا ؎ تزلزلت الدنیا لآل محمدؐ وکادت لھم صم الجبال تذوب ⁂ یعنی آل محمدؐ کی مصیبت سے دنیا میں زلزلہ آ گیا اور اس غم سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور پتھر پگھل گئے۔ (دیکھو امام شافعی علیہ الرحمہ کا مرثیہ غم حسینؑ میں جس کو حافظ جمال الدین زرندی مدنی نے اپنی کتاب معراج الوصول میں لکھا ہے اور شیخ سلیمان قندوزی نقشبندی کی کتاب ینابیع المودہ صفحہ ۳۳۲ پر درج ہے)

سحر کے قریب عالمِ قدس کا جلوہ نظر آیا۔ حسینؑ پر کچھ غنودگی طاری ہوئی تو عالمِ رویا میں نانا رسول اللہؐ تشریف لائے۔ کلیجہ سے لگایا اور فرمایا۔ اے ہمارے فرزند! نانا کی جان حسین! تم تو شہید آلِ محمدؐ ہو اہل آسمان، ساکنان عالم قدس، مقربان ملاءِ اعلیٰ، اے بیٹا! تم کو آج بشارت دے رہے ہیں۔ بس اے حسینؑ جلدی کرو۔ آج شام کو تمہارا افطار ہمارے پاس ہوگا۔ یہ خواب دیکھ کر اُٹھتے ہیں۔ اصحاب کو سناتے ہیں۔ اور بہشت عنبر سرشت کی بشارت دیتے ہیں۔

سپیدۂ صبح نمودار ہوا۔ گلزار محمدیؐ میں بلبل حسینی چہکا۔ علی اکبرؑ شبیہ پیغمبرؐ نے اذان دی اللہ اکبر کی صدا اور کلمۂ توحید و رسالت سے زمین و آسمان گونج اُٹھے حسینؑ سجادۂ طاعت پر تشریف لائے۔ اصحاب و اعزہ نے پیچھے صفیں باندھ لیں۔ اقامت کہی گئی۔ اور نماز شروع ہوئی۔ تاروں کی چھاؤں میں حسین نے مع رفقاء طاعت الٰہی، فریضۂ صبح کو ادا فرمایا اور ع۔

بعد از سلام ہوگئی رخصت نماز بھی ۔

بارگاہِ قدس میں بعد نماز بصد راز و نیاز دعا فرمائی :-

اللّٰھم انت ثقتی فی کل کرب وانت رجائی فی کل شدۃ وانت لی فی کل امر ونزل بی ثقۃ وعدۃ کم من کرب یضعف فیہ الفواد وتقل فیہ الحیلۃ ویخذل فیہ الصدیق ویشمت بہ العدو قد انزلتہ بک وشکوتہ الیک رغبۃ منی الیک عمن سواک ففرجتہ وکشفتہ فانت ولی کل نعمۃ وصاحب کل حسنۃ ومنتھی کل رغبۃ ۔

اے میرے مالک ! میرے رب ! ہر ایک مصیبت و کرب میں بس توہی میرا معتمد ہے اور تجھ پر ہی میرا بھروسہ ہے ۔ اور ہر ایک سختی و شدت میں توہی میری امید ہے ۔ توہی میری آس ہے ۔ اور ہر ایک بلا و مصیبت میں جو مجھ پر نازل ہو بس توہی میری پناہ ہے ۔ اور توہی میرا کارساز ہے ۔ اے میرے مالک ۔ بہت سی ایسی مصیبتیں پڑتی ہیں کہ دل بیٹھ جاتے ہیں ۔ حیلے اور تدبیریں بیکار ہو جاتی ہیں ۔ دوست چھوڑ دیتے ہیں ۔ دشمن طعنہ زنی کرتے ہیں ۔ مگر میرے آقا ! جب میں نے دلی رغبت سے اور حضورِ قلب سے تجھ سے عرض کی ۔ اور اپنے درد دل کی شکایت کی ۔ کیونکہ میرا سوائے تیرے کوئی نہیں اور بجز تیرے مجھے کسی سے رغبت نہیں ۔ بس تونے مجھ سے اُس مصیبت کو دور کر دیا ۔ توہی ہر ایک نعمت کا مالک ہے ۔ اور توہی ہر ایک نیکی کا صاحب اور ولی ہے ۔ ہر ایک رجوع کرنے والے اور ہر ایک رغبت کا ماویٰ اور ملجا توہی ہے ۔ (ارشاد شیخ مفید ۔ تاریخ کامل طبری صفحہ ۳۲۵)

تعقیب سے فارغ ہوئے ۔ اور سجدۂ شکر بجا لائے ۔ اور مرنے والے بھی تعقیب و تسبیح سے فارغ ہو کر اُٹھے ۔ کمریں کسیں ۔ اور مرنے پر تیار ہو گئے ۔

آلِ رسولؐ کے غم و غصہ سے لرزتے ہوئے سورج نے بھی مشرق سے مُنہ نکالا ۔ تند و تیز نظر سے بیرحم دنیا کو دیکھا ۔ کلیجہ سے دھواں اُٹھا ۔ اور غم و الم کے شعلے نکلے ۔ فوج شام میں وردیاں بجیں ۔ باجوں کا شور و غل ہوا ۔ عمر سعد نے جنگ کی تیاری کی ۔ پرے باندھے صفیں جمائیں ۔ میمنہ و میسرہ قائم کیا ۔ مورچے قائم کیے گئے ۔ آل محمدؐ کا خون بہانے کے لیے کمانوں میں تیر جوڑے گئے ۔ ذریتِ رسولؐ کے گلے کاٹنے کو تلواریں صاف کی گئیں ۔ برچھے اُٹھائے گئے ۔ اور دل بادل کی طرح شامی لشکر آل محمدؐ کی طرف بڑھا ۔ حسینؑ حرم میں گئے ۔ بزرگوں کے تبرکات زیب بدن فرمائے ۔ نانا رسولؐ کا عمامہ سحاب سر پر رکھا ۔ محبوب الٰہی کی زرہ پہنی بابا علیؑ کی ذوالفقار

کمر سے باندھی۔ معراج پائی دوش پیہ حمزہ کی ڈھال نے۔ کلام مجید گلے میں ڈالا۔ ذریت رسول اہلبیت اطہار کو رخصت فرمایا۔ سکینہ کو پیار کیا۔ بہن کو وصیتیں فرمائیں۔ اور صبر کی تلقین کی۔ اور آفتاب محمدی برج امامت سے برآمد ہوا۔ اصحاب حسینؑ نے، مرنے والوں نے صفیں باندھیں۔ نشان محمدی چمکا۔ تکبیر کا نعرہ بلند ہوا۔ اسلامی پھریرا ہوا میں لہرایا اور عباس علمدار کے دوش مبارک پر زینت پائی۔ بتیس ۳۲ سوار، چالیس پیادوں کے لشکر سے جس میں کچھ بچے، کچھ بوڑھے، کچھ جوان۔ سب شامل ہیں۔ شہید آل محمد حسین مظلوم لاکھوں کے مقابل میں آکر کھڑے ہوئے۔ بیشک ؎

حوصلہ تھا یہ جوانان حسینی کا فقط
ورنہ لاکھوں سے بہتر کی لڑائی کیسی

حسینؑ کا خطبہ روز عاشور

حسینؑ اتمام حجت کے لیئے بڑھے۔ قرآن مجید کو کھولا۔ ہاتھوں پر رکھا۔ نانا رسول اللہ کی حدیث

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض (میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک تو میری عترت اہلبیت ہے اور دوسری قرآن۔ اگر تم ان دونوں سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسری سے جدا نہ ہونگی جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں) کا اصلی نظارہ دکھلایا اور بتایا کہ قرآن ہمارے ساتھ ہے اور ہم قرآن کے ساتھ ہیں۔ یہ خدا کی کتاب صامت ہے تو ہم خدا کے کلام ناطق ہیں۔ اس کا علم ہمارے سینوں میں ہے۔ فی صدور الذین اوتوا العلم ہماری ہی شان ہے۔ یہ کتاب الٰہی کبھی ہم سے علیحدہ نہیں ہوگی۔ اور نہ ہم اس سے جدا ہونگے۔ ہمارا کلام وہی ہے جو اُس کا کلام ہے۔ اور ہمارا فعل وہی ہے جو اُس کا حکم ہے۔ دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر وعظ شروع فرمایا۔ فصاحت اور بلاغت کے دریا بہائے۔ علم و حکمت کے چشمے جاری کیئے۔ صراط مستقیم کے راستے دکھلائے۔ وعظ و نصیحت فرمائی۔ اپنی صداقت و حقانیت کو ظاہر کیا۔ اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا۔ خدائے جلیل ... ہی تمام تعریفوں اور حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ اُس نے اس دنیا کو فنا ہونے والا گھر اور زائل ہو جانے والا مقام بنایا۔ اس کی حالتیں آناً فاناً بدلتی اور یوماً فیوماً متغیر ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے فتنہ سے بچو۔ اس کے فریب میں نہ پڑو جس نے اُس پر اعتماد اور بھروسہ کیا۔ اور جس نے دل لگایا۔ اُسی کی امیدوں کو اس نے توڑا جس نے دنیا کی

طمع کی وہی خائب و خاسر ہوا۔ اور وہی ٹوٹے میں رہا۔ ظالمو! میرے خون سے ہاتھ نہ رنگو۔ اپنے رسولؐ کے فرزند کا خون نہ بہاؤ۔ دنیا نے تم کو فریب دیا۔ شیطان تم پر غالب آگیا ہے۔ تم نے خدا کو بھلا دیا۔ قسم خدا کی۔ جو بات تم مجھ سے چاہتے ہو۔ میں ہرگز ہرگز اُس کو منظور نہ کرونگا۔ یہاں تک کہ اپنے خون میں ڈوب کر، رنگین ہوکر، اپنے خدا سے جا ملوں۔ اے ظالمو! بے دینو! دیکھو۔ جلدی نہ کرو۔ میری بات کو سنو۔ اور سوچو، غور کرو۔ اور انصاف سے کام لو۔ میرے کلام کو سُن لو پھر تم کو اختیار ہے۔ جو چاہو سو کرنا۔ اور مجھے مہلت دینا یا نہ دینا۔ بیشک میرا خدا، میرا رب وہی ہے جس نے اپنے حبیب پر قرآن نازل فرمایا۔ اور جس نے ہمیشہ اپنا ولی اور دوست نیکوکاروں ہی کو بنایا۔ کیا مجھے قتل کرنا۔ میرا خون بہانا، میری ہتک حرمت کرنا تم کو جائز اور مناسب ہے؟ دیکھو۔ میں کون ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے۔ میں تمہارے نبی کا فرزند، اُن کی بیٹی فاطمۂ زہرا کا لختِ جگر ہوں۔ کیا میرے باپ علیؑ مرتضٰے نہیں ہیں؟ کہ جو رسولؐ کے بھائی اور سابق الاسلام اور اوّل المومنین، رسول اللہؐ کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہیں۔ کیا حمزہ سیّد الشہداء اور جعفر طیّار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے نہیں سُنا کہ میرے نانا رسول اللہؐ نے مجھے اور میرے بھائی کو سیّد شباب اہل الجنّۃ (سردار جوانان اہل بہشت) اور اپنا ریحانۂ قلب فرمایا۔ اگر تم کو میرے قول کا یقین نہیں ہے (معاذاللہ) تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو۔ تو رسولؐ اللہ کے جو صحابی ابھی زندہ ہیں۔ جابر ابن عبداللہ انصاری۔ انس ابن مالک۔ زید ابن ارقم۔ ابو سعید خدری۔ ابو برزہ اسلمی سہل ساعدی ان سے پوچھ لو۔ اور میرے قول کی تصدیق کر لو۔ اے ظالمو! دنیا میں زمین و آسمان مشرق سے مغرب تک، جابلقا، جابلسا تک اگر ڈھونڈو گے تو سوائے میرے کسی کو بھی اپنے نبی محمدؐ مصطفٰے کا پیارا فرزند، جانِ جگر، اور اُس کی بیٹی فاطمہؑ کا نور نظر نہ پاؤ گے۔ اے ظالمو! یہ تو بتاؤ۔ کیا میں نے کسی سنّت و طریق رسولؐ کو بدلا ہے؟ کیا میں نے شریعت الٰہی میں، حکم خدا میں کوئی تغیر و تبدّل کیا ہے؟ کیا میں نے کسی کو تم میں سے قتل کیا ہے؟ کیا کسی کا مال چھینا ہے؟ جس کے بدلے میں تم میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہو۔ اور میرا خون مباح جانتے ہو۔ پھر فرماتے ہیں کہ اے ظالمو! تم نے خود خط بھیجکر مجھے بُلایا۔ تو میں تمہاری طرف تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لیئے آیا تھا۔ بدبخت و ملعون شمر اور شبث ربعی جواب میں کہتے ہیں کہ اے حسینؑ! ہم نہیں سمجھتے ہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ بس یزید کی اطاعت

کردو۔ اور اُس کی بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ تب ہی امان ملیگی حسینؑ یہ سُنکر فرماتے ہیں قسم ہے خدا کی۔ میں کبھی یہ ذلت گوارا نہ کروں گا۔ کبھی کسی کے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھونگا۔ کبھی تم لوگوں کے سامنے غلاموں کی طرح اقرار کرنے کا عار قبول نہ کرونگا۔ (ارشادِ مفید رح۔ تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۳۱ و ۳۲)

حسین علیہ السلام نے اور اصحاب حسینؑ نے روز عاشورا متعدد خطبے فرمائے ہیں۔ اور بار بار امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کو ادا فرمایا۔ حجت تمام فرمائی دیکھو زہیر قین کے خطبے۔ بریر ہمدانی کی تقریریں۔ حُر کے مکالمے۔ مگر ان ملعون دنیا کے اندھے۔ یزید کے پیرو بے دینوں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور یہی کہا کہ اے حسینؑ ہم جانتے ہیں۔ جو کچھ تم کہتے ہو صحیح ہے۔ مگر ہم تمہارے باپ سے عداوت اور بغض کی بنیاد پر تم سے لڑتے اور جنگ کرتے ہیں۔ دیکھو ینابیع المودہ صفحہ ۳۴۶۔ جبکہ حسینؑ نے فرمایا یا ویلکم اتقتلونی علیٰ سنۃ بدلتھا ام علیٰ شریعۃ غیرتھا ام علیٰ جرم فعلتہ ام علیٰ حق ترکتہ فقالوا لہ انا نقتلک بغضاً لابیک۔

یعنی حسینؑ نے فرمایا کہ اے قوم! کیا تم مجھے اس لیے قتل کرتے ہو کہ میں نے کسی سنت رسولؐ کو بدل دیا ہے۔ یا کسی حکم شریعت کو پلٹ دیا ہے۔ یا تمہارا کوئی جرم وگناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ یا کوئی تمہارا حق چھین لیا ہے۔ اس پر اُن ظالموں نے جواب دیا کہ نہیں ہم تو تم کو اس لیے قتل کرتے ہیں کہ تمہارے باپ سے ہم کو دشمنی اور عداوت ہے۔

حسینؑ کے ان خطبات اور وعظ و پند کی تقریروں کو تمام مورخین علمائے اسلام نے اپنی کتابوں میں درج فرمایا ہے۔ علامہ ابن جریر طبری امام حسینؑ کے ایک خطبہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ "حسینؑ نے اپنے خطبہ میں وہ معارف و نکات ارشاد فرمائے ہیں کہ جنکو خدا ہی جانتا ہے۔ اور جن کا بیان شمار سے باہر ہے۔ خدا کی قسم میں نے نہ حسینؑ سے پہلے اور نہ حسینؑ کے بعد ایسی فصیح اور بلیغ تقریر جو حسینؑ نے فرمائی کسی سے سُنی افلذکرمن ذٰلک ما اللہ اعلم وما لا یحصی ذکرہ قال فواللہ ما سمعت متکلما قط قبلہ و لا بعدہ ابلغ فی منطق منہ۔" تاریخ طبری صفحہ ۳۳۶

مولوی احسان اللہ صاحب تاریخ اسلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ "دونوں صفوں کے درمیان جو خطبہ امام حسینؑ نے پڑھا وہ بہت ہی پُراثر تھا۔ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ امام حسینؑ کا

صرف یہی قصور تھا کہ وہ ایک گمراہ (یزید) کو اپنا رہنما بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس پر لوگ اُن کے خون کے پیاسے کھڑے تھے۔ بیشک دنیا کو چھوڑ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے (ذبح عظیم ص۱۷)

الغرض پند و نصیحت اور اتمام حجت کا میدان ختم ہو گیا۔ اور حسینؑ نے فرمایا۔ قسم ہے خدا کی ہمارے بعد تم زیادہ عرصہ دنیا میں نہ رہو گے۔ موت کی چکی تمہارے سر پر گھومے گی۔ اور تم پامال و فنا ہو جاؤ گے۔ بیشک یہ ایک عہد ہے۔ اور میرے بابا علیؑ نے میرے جدِ امجد رسولؐ کی زبانی یہ خبر دی ہے۔ بس تم اپنا کام شروع کرو۔ اور اپنے مددگاروں اور شریک ہونے والوں کو بلا لو۔ جو امر ہے وہ ظاہر ہو جاوے گا۔ بس ہم پر حملہ کرو۔ اور ہم کو مہلت نہ دو۔ بس ہم نے اپنے تمام امور کو خدائے قادرِ مطلق کے سپرد کر دیا ہے۔ کوئی مخلوق اُسکی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ یقیناً میرا خدا صراطِ مستقیم پر ہے۔

حُرکا حسینؑ کی طرف آنا

حُر کا ستارا چمکا۔ شام کے بادلوں سے نکلا۔ محبت حسینؑ نے راستہ دکھلایا۔ صراطِ مستقیم پر آیا۔ لشکر یزید کو چھوڑا۔ گھوڑا بڑھایا حسینؑ کے لشکر کی طرف آیا۔ اور ڈرتا کانپتا ہاتھ جوڑے حسینؑ کے قدموں پر گرا حسینؑ نے شفقت و محبت سے فرمایا۔ بھائی تم کون ہو؟ سر اُٹھاؤ۔ حُر نے عرض کی۔ اے آقا! اے مولا! میں وہی آپ کا خطاوار، گنہگار غلام حُر ہوں۔ جس نے آپ کی راہ روکی۔ اور یہاں کھینچکر لایا۔ خدا کی قسم مولا! مجھے علم نہ تھا کہ یہ قوم دغا کرے گی۔ اور ایسا ظلم و جور حضور کے ساتھ روا رکھے گی۔ میں بہت شرمندہ اور نہایت نادم ہوں۔ توبہ کرتا ہوں۔ مولا! کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اب میں اپنی جان حضور پر فدا کرنے کو اور اس گناہ کا کفارہ پیش کرنے کو حاضر ہوا ہوں۔ حسینؑ نے فرمایا۔ اے بھائی حُر! بے شک خدا تیری توبہ قبول فرمائے گا۔ اور تجھے بخشیگا۔ مگر مناسب ہے کہ ابھی تھوڑی دیر تم آرام کرو۔ حُر نے عرض کی۔ مولا! بس میرا آرام تو اب اسی میں ہے کہ حضور پر جان فدا کر دوں۔ لشکر یزید کے سامنے جاتے ہیں اور وعظ و پند فرماتے ہیں کہ اے اہل کوفہ! اے ظالمو! اے آلِ رسولؐ کے دشمنو! تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں بیٹھیں۔ تم کیسے بدبخت شقی ہو کہ تم نے خود اس بزرگوار فرزند رسولؐ کو اپنی ہدایت و رہبری کے لیئے بلایا۔ اور جب وہ نور ہدایت آگیا۔ تو اب تم ہی اُس سے پھر گئے۔ اس کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ اور اس نور کو بجھانے پر تُل گئے۔ وہ واپس جانا چاہتا ہے تو اُس کو واپس بھی

جانے نہیں دیتے۔ گویا تم نے اپنا قیدی بنا لیا ہے۔ اور اے بدبختو! تم نے اسی پر بھی بس نہیں کی۔ دیکھو کیا ظلم ہے۔ تم نے فرزندِ رسولؐ آلِ نبیؐ پر پانی بھی بند کر دیا ہے۔ حالانکہ عام لوگ یہودی، نصرانی، اور کافر و مشرک، بلکہ کُتّے اور سُؤر تک پانی پیتے ہیں لیکن ذریت رسولؐ آلِ محمدؐ بن پانی پیاس سے تڑپ رہی ہے۔ اور تم کو رحم نہیں آتا۔ بے شک رسولؐ کے بعد تم نے بہت بُرا سلوک آلِ رسولؐ سے کیا ہے۔ خدا تم کو قیامت کے دن کبھی سیراب نہ کرے (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۳۳۔ تاریخ طبری صفحہ ۳۲۹)

حُر فوجِ یزید کو یہ وعظ و پند فرما کر حجت تمام کر کے پھر لشکر حسینی میں آکر شامل ہو جاتے ہیں۔ اور عمر سعد اپنے غلام علمدار لشکر شام کو حکم دیتا ہے کہ علم بڑھاؤ اور سپاہیوں کو گھیر لو۔ خود تیر کمان منگواتا ہے۔ حکومت رے کے شوق میں اعلان جنگ کرتا ہے۔ تیر کو چلّے میں جوڑ کر حسینؑ کی طرف پھینکتا ہے اور کہتا ہے۔ گواہ رہنا کہ فرزندِ رسولؐ حسینؑ مظلوم پر پہلا تیر عمر سعد کا چلا ہے۔ (تاریخ طبری صفحہ ۳۴۹)

بس اس کے ساتھ ہی ایک دم سینکڑوں ترکش خالی ہو جاتے ہیں۔ اور لشکرِ شام کے بادلوں سے حسینؑ اور حسینؑ کے بھوکے پیاسے رفقاؤ انصار پر دس ہزار تیروں کا مینہ برس جاتا ہے۔ بہت سے اصحاب و انصار زخمی ہو جاتے ہیں۔ خون میں نہاتے ہیں۔ اور بہشت کو سدھار جاتے ہیں۔ حُر اور اُن کے سعادتمند بیٹے، الولد سر لابیہ کے مصداق، دونوں باپ اور بیٹا اجازت لیکر گھوڑا بڑھاتے ہیں۔ میدان میں آتے ہیں۔ پُرجوش رجزیں پڑھتے ہیں۔ جنگ کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے نامی بہادروں کو واصل جہنم کرتے ہیں۔ شامی بھاگتے ہیں۔ اور دور سے تیر برساتے ہیں۔ حُر زخمی ہو کر گرتے ہیں۔ خون میں ڈوبتے ہیں۔ اور دونوں باپ بیٹا محبتِ حسینی کا جام پیکر حسینؑ پر قربان ہو جاتے ہیں۔ حسینؑ لاش پر تشریف لاتے ہیں اور اپنے فدائی اور اپنے جاں نثار کو دیکھ کر آنسو بہاتے ہیں اور مرثیہ پڑھتے ہیں ؎

نعم الحر حر ابن الریاحی   صبور عند مشتبک الرماح

(حُر کیا ہی اچھا بندہ ہے جو تیروں کی آمد و رفت میں بہت بڑا صابر و ثابت قدم ہے)۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حُر کے بھائی مصعب اور ان کا غلام عروہ بھی لشکر یزید سے علیحدہ ہوئے، اور حسینؑ پر قربان ہو گئے۔

حسینؑ کے اصحاب واقربار کی جنگ

فوج یزید، لشکر کوفہ وشام بادل کی طرح بڑھتا ہے۔ ذریت رسولؐ، رفقائے حسینؑ کو چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے معرکۂ کارزار گرم ہوجاتا ہے۔ اسلام کے شیدائی، رسولؐ کے فدائی ضرغام حیدری گھوڑے بڑھاتے ہیں۔ میدان میں آتے ہیں۔ تلواریں کھینچتے ہیں اور پروانوں کی طرح شمع امامت پر گرتے ہیں۔ اور قربان ہوجاتے ہیں۔ ایک دوسرے پر مرنے کے لئے سبقت کرتا ہے۔ اور حسینؑ پر فدا ہوجاتا ہے۔

اُدھر یزید کے لشکروں میں گرز اُٹھتے ہیں۔ نیزے چلتے ہیں۔ بھالے پڑتے ہیں۔ کمانیں کھنچتی ہیں۔ تیر برستے ہیں۔ عمر سعد کی فوج حملہ کرتی ہے۔ ادھر بہادران حسینی، شجاعان حجازی کی تلواریں اُٹھتی ہیں۔ اور بجلی کی طرح چمکتی ہیں۔ سر برستے ہیں۔ لاشیں گرتی ہیں۔ شامی بھاگتے ہیں۔ کوئی تڑپتے ہیں۔ صفیں اُلٹتی ہیں۔ پرے ٹوٹتے ہیں۔ رن بولتا ہے اور تکبیر کے نعروں سے میدان کربلا گونج اُٹھتا ہے۔ حسینؑ کا ایک ایک بھوکا جاں نثار اور پیاسا مددگار ہزاروں پر بھاری اور لاکھوں پر بوجھل ہے۔ (دیکھو تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۳۵)۔

وقاتل اصحاب الحسین قتالا شدیدا وھم اثنان وثلاثون فارسا فلم تحمل علیٰ جانب من خیل الکوفۃ الا کشفتہ فلما رای ذالک عروۃ بن قیس وھو علیٰ خیل الکوفۃ بعث الیٰ عمر فقال الا تری ما تلقی خیلی ھٰذا الیوم من ھٰذہ العدۃ الیسرۃ ابعث الیھم الرجال والرماۃ۔

یعنی اصحاب حسینؑ نے جو تعداد میں صرف تس ۳۲ ہی سوار تھے ایسی سخت وشدید جنگ کی کہ لشکر کوفہ کی جس صف پر گرتے تھے۔ بھگا کر چھوڑتے تھے۔ عروہ بن قیس لشکر کوفہ کے کمانیر نے جب یہ حالت اپنی فوج کی دیکھی تو یزید کے سپہ سالار عمر کو کہلا بھیجا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حسینؑ کے ان تھوڑے سے بہادروں نے میرے سواروں کی کیا گت بنائی ہے۔ بس جلدی کمک بھیجو۔ تیر اندازوں کے دستے اور پیادہ فوج ہماری امداد کے لیے روانہ کرو۔ (تاریخ طبری ص۳۴۵)

واقعی حسینؑ کا ہر ایک جاں نثار میدان جنگ میں نئی شان سے جاتا ہے۔ نئی دھج سے شہید ہوتا ہے۔ اور عجب آن بان سے جنگ کرتا ہے۔ ہزاروں کو قتل کرتا ہے صفوں کو اُلٹتا ہے۔ تلواریں کھاتا ہے۔ خون میں نہاتا ہے۔ اور اپنے پیارے مظلوم آقا حسینؑ پر جان نثار کر دیتا ہے۔

عابس کی شہادت

عابس شاکری جیسا بہادر وفا کا پتلا، محبت کا سچا، صف سے نکلتا ہے۔ اپنے غلام شوذب سے فرماتا ہے۔ کیوں شوذب! کیا ارادہ ہے؟ باوفا غلام عرض کرتا ہے۔ بس حسینؑ کی رکاب میں مرجانا، جانِ رسولؐ پر فدا ہونا۔ یہی ارادہ ہے۔ اور یہی تمنا ہے۔ عابس فرماتے ہیں۔ جزاک اللہ بس تو آقا سے اجازت لیں۔ اور قربان ہوجاویں۔ پھر اب دیر کیوں ہے؟

دونوں آقا اور غلام بڑھتے ہیں۔ حسینؑ کے روبرو کھڑے ہوکر ادب سے سلام ادا کرتے ہیں۔ اور عابس عرض کرتے ہیں۔ آقا! حضور سے زیادہ کوئی شے ہم کو عزیز و محبوب نہیں۔ اور اس جان کے سوا کوئی بہتر چیز ہمارے پاس نہیں جو حضور پر قربان کریں۔ بس یہ ہے، جان ہے، جو حضور پر قربان کرنے کو لائے ہیں۔ گواہ رہیئے کہ آپ کے نانا کی شریعت پر قربان و فدا ہوتے ہیں۔

اجازت لیتے ہیں۔ میدان کو جاتے ہیں۔ اور آگ کے دریا میں کود پڑتے ہیں۔ سر سے خود پھینک دیتے ہیں جسم سے زرہ اُتار ڈالتے ہیں بشیر غضبناک کی طرح تلوار لیکر حملہ کرتے ہیں۔ ہزاروں کو بھگاتے ہیں سینکڑوں کو قتل کرتے ہیں۔ دشمن بھاگتے ہیں۔ دور سے پتھر برساتے ہیں۔ تیر مارتے ہیں۔ نیزے چلاتے ہیں۔ دونوں بزرگوار زخمی ہوکر گرتے ہیں اور شہید ہوجاتے ہیں۔

کوئی جانباز فرزند رسولؐ کعبۂ حقیقی کے گرد پھرتا ہے۔ طواف کرتا ہے۔ جو تیر آتا ہے۔ جو نیزہ گرتا ہے دوڑکر بڑھتا ہے۔ سینہ سپر ہوتا ہے۔ اور جانِ رسولؐ حسینؑ مظلوم کو بچاتا ہے۔ لشکر یزید کو مخاطب کرکے کہتا ہے۔ ارے ظالمو! خدا سے ڈرو۔ فرزند رسولؐ کو قتل نہ کرو۔ رسولؐ کا خون نہ بہاؤ۔ کہیں قوم ثمود و عاد کی طرح تم بھی مبتلائے عذاب نہ ہوجاؤ۔ اور اسی طرح پروانہ وار شمع امامت پر صدقہ ہوجاتا ہے۔

مسلم ابن عوسجہ

مسلم ابن عوسجہ حجاز کا بہادر، عراق کا شیر دادِ شجاعت دیکر بڑے بڑے نامی پہلوانوں کو خاک میں ملا کر زخمی ہوکر گھوڑے سے گرتے ہیں حسینؑ لاش پر پہنچتے ہیں۔ حبیب ابن مظاہر بھی ساتھ ہیں۔ حسینؑ مسلم کو پکارتے ہیں۔ اور کہتے ہیں رحمک اللہ یا مسلم۔ اے مسلم خدا تم پر رحم فرمائے۔ ع چلو تم آگے آگے ہم بھی پیچھے پیچھے آتے ہیں منہم من قضٰی نحبہ و منہم من ینتظر (آیۂ کلام مجید۔ یعنی بعض اُن میں سے درجۂ شہادت حاصل کرچکے اور بعض ابھی منتظر ہیں) مسلم غش سے آنکھ کھولتے ہیں

حبیب کی طرف دیکھتے ہیں۔ حبیب مسلم سے کہتے ہیں۔ مسلم! انہیں جنت کی بشارت ہو۔ تمہاری شہادت مجھے بہت شاق ہے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں تمہارے بعد زندہ رہونگا تو تم سے وصیت کرنے کو کہتا۔ مسلم جواب دیتے ہیں کہ اوصیك بهذا رحمك الله واوما بيده ان تموت دونه۔ یعنی ہاتھ اٹھا کر حسین کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے حبیب! بس میری وصیت یہی ہے۔ حسینؑ کا دامن نہ چھوڑنا۔ جب تک زندہ ہو حسینؑ پر آنچ نہ آئے۔ حسینؑ پر قربان ہوجانا (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۵) پھر حسینؑ سے عرض کرتے ہیں۔ یابن رسول اللہ! یہ حضور کا فدائی بس رخصت ہوتا ہے اور حضور کی تشریف آوری کا مژدہ حضور کے نانا رسول اللہؐ اور بابا علی مرتضےؑ کو سنانے جاتا ہے۔ یہ کہتے ہیں اور جنت کو سدھار جاتے ہیں۔

مسلم کا بیٹا بڑھتی جوانی، بھیگتی مسیں، چاند سا چہرہ، تلوار لیکر نکلتا ہے۔ اور باپ کے قدم بقدم حسین پر جان فدا کرنے جاتا ہے۔

حسین فرماتے ہیں کہ بیٹا ٹھہرو۔ تم اپنی بیوہ ماں کی زندگی کا سہارا ہو۔ تمہاری جوانی۔ اور تمہاری صورت خاک میں ملنے کے قابل نہیں۔ بیچاری بیوہ کس کے سہارے پر جیئے گی۔ ماں خیمہ سے نکلتی ہے۔ بیٹے کو پکارتی ہے۔ اے میرے نور نظر، اے میرے حلال زادے پسر، دیکھنا جان رسولؐ سے اپنی جان کو پیارا نہ سمجھنا۔ میری خوشی اسی میں ہے۔ جاؤ۔ خون میں نہاؤ۔ برچھیاں کھاؤ۔ اور فاطمہؑ زہرا کے چاند پر قربان ہوجاؤ۔

بیٹا مسلم عوسجہ کی یادگار اجازت لیکر میدان کو سدھارا۔ ماں بھی پیچھے پیچھے ساتھ آتی ہے۔ بیٹے کو ہمت دلاتی ہے۔ احسنت وشاباش کہتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ بس بیٹا تھوڑی ہی دیر میں اپنے مولا ساقی کوثر کے ہاتھ سے سیراب ہوگے۔ باپ کے پاس پہنچو گے۔ بہشت میں کھیلوگے نوجوان حسینی بہادر حملہ کرتا ہے۔ تیس نامردوں کو خاک پر سلاتا ہے۔ زخمی ہوکر گرتا ہے۔ ظالم دشمن سر کاٹ کر ماں کی طرف پھینک دیتے ہیں۔ ماں سر کو اٹھا کر کلیجہ سے لگاتی ہے۔ منہ چومتی ہے۔ آنسو بہا کر صبر و شکر الٰہی کرتی ہے۔

وہب کلبی

وہب عبداللہ کلبی، جوان رعنا، سبزہ آغاز، ماں کا اکلوتا بیٹا، مرادوں والا، نو داماد، جوانی کی راتیں مرادوں کے دن، مع ماں کے رکاب حسینی میں حاضر ہے۔ سترہ روز کی بیاہی دلہن بھی ساتھ ہے۔ معرکۂ جنگ گرم ہورہا ہے۔ حسینؑ کے فدائی جانیں قربان کررہے ہیں۔ لاش پر لاش گر رہی ہے۔ اصحاب حسینؑ

خون میں نہارہے ہیں۔ ماں راسخ الاعتقاد بی بی۔ ایمان کامل کی دیوی۔ تمرہ نام خیمہ سے نکلتی ہو بیٹے کو دیکھتی ہے۔ بلائیں لیتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ پیارے لخت جگر! میرے نور نظر! تم سے زیادہ مجھے کوئی چیز دنیا میں عزیز و پیاری نہیں۔ مگر آج حسینؑ سے زیادہ کوئی پیارا نہیں۔ میری بی بی خاتون جنت سے مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ بس میری یہی تمنا ہے کہ میں بی بی فاطمہؑ کے جانی حسینؑ پر سے تم کو صدقہ اُتار دوں۔ جاؤ۔ تلواریں کھاؤ۔ جان رسولؐ پر قربان ہو جاؤ۔ آج دربار رسولؐ میں مجھے سرخرو کرو گے تو میرا دودھ تم کو حلال ہوگا۔ عشق حسینؑ کا متوالا محبت کا پُتلا۔ کامل الایمان بیٹا عرض کرتا ہے کہ اماں جان! اطمینان رکھو۔ ایسا ہی ہوگا۔ میں آقا حسینؑ پر جان قربان کرونگا۔ اور ضرور فدا ہو جاؤں گا۔ میں نے محبت حسینؑ میں ایسی کمر نہیں باندھی کہ جسے کوئی کھول سکے۔

غرض دلہن سے رخصت ہوتے ہیں۔ وہ نیک بخت بی بی آہ سرد بھر کر خون کے آنسو بہا کر عرض کرتی ہے۔ میرے غمگسار، میرے سر کے تاج۔ آقا حسینؑ پر سے ہزار جانیں قربان کاش عورتوں پر بھی جہاد واجب ہوتا۔ میں بھی اپنے مظلوم آقا پر جان قربان کرتی۔ بسم اللہ۔ جاؤ۔ سدھارو۔ خون میں ڈوبو۔ بہشت کے نظارے کرو۔ حوروں سے کھیلو۔ اور کوثر کے جام پیو۔ مگر شرطِ وفا یہ ہے کہ مجھے نہ بھولنا۔ بغیر میرے بہشت میں داخل نہ ہونا۔

وہب جاتے ہیں۔ جنگ کرتے ہیں۔ تلواریں کھاتے ہیں۔ زخمی ہوتے ہیں۔ لہو میں نہلاتے ہیں۔ ماں کے پاس آتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں۔ کیوں اماں! تم راضی ہوئیں؟ ماں کہتی ہے کہ نہیں نہیں بیٹا! ابھی نہیں۔ بس میں تو اُس وقت راضی ہونگی جب تم خون میں ڈوب کر خاک پر لوٹو گے۔ شہید راہِ الٰہی ہوگے۔ اور میرے امام مظلوم کے نام پر قربان ہو جاؤ گے۔ وہب پھر جاتے ہیں۔ جنگ شدید کرتے ہیں۔ زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے گرتے ہیں۔ ظالم سر کاٹ کر ماں کی طرف پھینک دیتے ہیں۔ ماں ماںتا بھری محبت سے سر کو اُٹھاتی ہے۔ سینہ سے لگاتی ہے۔ بوسہ دیتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ اے میرے نورِ نظر! اے حلال زادے بیٹے! شاباش۔ میں تم پر فدا۔ تم فدیۂ حسینؑ بنے۔ شہید راہِ الٰہی ہوئے۔ میرا دودھ تم کو حلال۔ میں راضی۔ میرا خدا راضی۔ یہ کہہ کر سر کو قاتل کے سر پر مارا۔ شام کے لشکر کی طرف پھینک دیا۔ اور فرمایا۔ جو چیز راہِ خدا میں دیدی جاتی ہے اُسے واپس نہیں لیا کرتے۔ بی بی جوش محبت سے نکلتی ہے۔ لاش پر پہنچتی ہے۔ شمر ملعون اپنے غلام کو بھیجتا ہے۔

جو اس ملعون کے سر پر گرز مار کر اس کا کام بھی تمام کر دیتا ہے۔ دونوں حسینؑ کی محبت میں ایک ساتھ بہشت میں پہنچتے ہیں۔ (تاریخ طبری صفحہ ۳۴۲ - تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۶۰ ودیگر کتب مقاتل)

ایک اور وفا شعار، ماں کا لاڈلا، سعادتمند، دُرِ یتیم، جس کا باپ ابھی ابھی جام شہادت پی چکا ہے۔ میدان کو جاتا ہے۔ ماں نے کہا ہے۔ اخرج یا بنی وقاتل بین یدی ابن رسول اللّٰہ۔ ہاں اے فرزند! نکلو۔ اور آقا حسینؑ پہ قربان ہو جاؤ۔ چاند سا مکھڑا، ہتھیار سجائے، تلوار لگائے، حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ مرنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ حسینؑ فرماتے ہیں۔ اے فرزند! تم تو ابھی پورے جوان بھی نہیں ہوئے۔ تمہارا باپ ابھی شہید ہو چکا ہے، باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ تیری بیوہ ماں تیری جُدائی کیونکر گوارا کرے گی۔ یہ حسینؑ کا عاشق، مرنے کا متوالا عرض کرتا ہے، آقا میں قربان، میرے ماں باپ قربان۔ میری ماں ہی نے تو حضور کی نصرت و حمایت کے لیئے حضور پر جان قربان کرنے کے لیئے یہ تلوار میری کمر میں اپنے ہاتھ سے باندھی ہے۔ غرضکہ رخصت لیکر میدان جنگ میں جاتے ہیں۔ رجز پڑھتے ہیں۔

حسین امیری ونعم الامیر؛ سرور الفواد البشیر النذیر؛
لہ طلعۃ مثل شمس الضحی؛ لہ غرۃ مثل بدر منیر؛

میرا امیر تو حسینؑ ہے، اور کیا ہی اچھا امیر ہے۔ رسول عربی بشیر و نذیر کا راحت جان ہے۔ آفتاب نصف النہار کی طرح روشن۔ اور ماہ کامل کی طرح درخشاں ہے۔ حملے کرتے ہیں۔ شجاعت و بہادری کے جوہر دکھلاتے ہیں۔ زخموں کے پھول کھلاتے ہیں۔ برچھیاں کھا کر گھوڑے سے گرتے ہیں اور حسینؑ پر قربان ہو جاتے ہیں۔ ظالم اس کا بھی سر کاٹ کر لشکر حسینی کیطرف پھینکدیتے ہیں۔ ماں سر کو اُٹھاتی ہے، گود میں لیتی ہے۔ کلیجہ سے لگاتی ہے اور پھر فوج یزید کی طرف پھینکدیتی ہے اور جوش ایمانی سے رجز پڑھتی ہوئی فوج پر حملہ کرنے کے لیئے جاتی ہے اور کہتی ہے کہ میں اگرچہ ضعیف، و کمزور، نحیف و زار ہوں مگر اے ظالمو! میں اپنی بی بی فاطمہ زہراؑ کے جانی کی حمایت و نصرت میں تم سے لڑونگی اور دو یزیدیوں کو قتل کر دیتی ہے حسینؑ کو خبر ہوتی ہے تو فوراً واپس بُلا لیتے ہیں (ذبح عظیم)

سبحان اللّٰہ یہ ہے دین و ایمان اور محبت رسولؐ پر اپنا دھن دولت لٹانے والی صداقت شعار کامل الایمان بی بیاں۔ کیا دنیا کی کوئی قوم، کوئی فرقہ، گروہ نسواں میں ایسی راسخ الاعتقاد دین و ایمان کی متوالی، حق و صداقت پر مرمٹنے والی مثالیں دکھلا سکتا ہے جنہوں نے اس طرح اور اس کیفیت سے اپنے دین و ایمان پر اپنے پیارے رہبر و ہادی کی محبت میں اس طرح اپنے جگر کے ٹکڑوں کو قربان کیا ہو اور اپنی چاہیتی اولاد کو اپنی بی بی فاطمہؑ کی اولاد پر نثار کر دیا ہو نہیں ہرگز نہیں۔ یہ وہی بی بیاں

کرسکتی ہیں جنہوں نے خانۂ رسالت سے نور معرفت حاصل کیا ہو۔ اور جنہوں نے آلِ محمدؐ سے صداقت وحقانیت کی تعلیم پائی ہو۔

جابر ابن عروہ غفاری

جابر ابن عروہ غفاری۔ رسولؐ کے صحابی ہیں۔ ابتدائے اسلام سے رسولؐ کی رکاب میں بدر وغیرہ کی لڑائیاں لڑے ہوئے ہیں۔ رسولؐ کی محبت وپیار کو حسینؑ کے ساتھ دیکھے ہوئے ہیں۔ معرفت حسینی اور نور ایمان سے دل روشن ہے۔ عبادت گزار وشب زندہ دار ہیں۔ بڑھاپے سے کمر جھک گئی ہے۔ آنکھوں پر بھویں لٹک آئی ہیں۔ بال سفید ہو گئے ہیں۔ اُٹھتے ہیں۔ کمر کو مضبوط باندھتے ہیں۔ بھووں پر پٹی کستے ہیں۔ تلوار لیکر حسینؑ کے سامنے آتے ہیں۔ مرنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ حسین فرماتے ہیں۔ یاشیخ شکر اللہ سعیك۔ خدا تمہاری سعی مشکور فرمائے۔ ہمت میں برکت دے۔ میدان میں جاتے ہیں۔ رجز پڑھتے ہیں۔ آلِ محمدؐ کی صداقت وحقانیت کو بیان کرتے ہیں۔ حملے کرتے ہیں۔ تلواریں کھاتے ہیں۔ اور اسی نامردوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارتے ہیں۔ اور شہید ہو جاتے ہیں۔
(ذبح عظیم)

جون

ابو ذر غفاری کے آزاد کردہ غلام جونؔ فدا ہونے کے لئے بڑھتے ہیں۔ حسین ؑ فرماتے ہیں۔ نہیں نہیں جون! تم واپس چلے جاؤ۔ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ جونؔ بیتاب ہو کر عرض کرتے ہیں۔ یا ابن رسول اللہ! میرے مولا! میرے آقا! کیا اس غلام وفادار سے یہ ہو سکتا ہے کہ راحت وآرام کے زمانوں میں تو حضور کے دسترخوانوں سے پرورش پاؤں حضور کی کاسہ لیسی کروں۔ اور اب بلا کے زمانہ میں، مصیبت کے وقت میں جان چُرا کر چلا جاؤں نہیں نہیں مولا! یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ کیا حضور یہ نہیں چاہتے کہ میں جو ایک حبشی غلام ہوں اور میرا حسب نسب بھی حقیر وذلیل ہے۔ رنگ بھی سیاہ ہے۔ جسم بھی بدبودار ہے۔ میں حضور کے نانا رسول الہیٰ کی خدمت میں بہشت میں حاضر ہوں۔ میرا سیاہ خون حضور کے نورانی وپاک خون سے ملجاوے اور میرے جسم میں خون حسینی کی عطریت وخوشبو پیدا ہو جاوے۔ میرا سیاہ چہرہ سفید ونورانی بنجاوے۔ غرضیکہ اجازت لیکر میدان میں جاتے ہیں۔ دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں اور حسینؑ پر فدا ہو جاتے ہیں۔ حسینؑ لاش پر پہنچتے ہیں۔ اور دعا فرماتے ہیں کہ خدایا اس میرے فدائی اور میرے عاشق کو اپنے گروہ ابرار میں محشور فرما۔ اور ہمارے ساتھ شامل کر۔ اس کے چہرہ کو نورانی بنادے اور ہماری خوشبو اس کے جسم میں پیدا فرمادے۔

حبیب ابن مظاہر

حبیب ابن مظاہر قبیلۂ بنی اسد کے سردار، حسینؑ کے جان نثار، بچپنے کے یار، کامل الایمان، فقیہ جلیل، صاحب بصیرت انسان، رسول اللہؐ کا زمانہ دیکھے ہوئے صحبتِ رسولؐ کا شرف پائے ہوئے بچپن سے ہی حسین کے فدائی و شیدائی ہیں حسینؑ کی خاکِ قدم حبیب کا کحل البصر ہے۔ میدانِ کربلا میں سایہ کی طرح حسین کے ساتھ ساتھ ہیں۔ فوج حسینی کے میسرہ کے سردار ہیں۔ حسینؑ کی امداد کے لیئے قبیلۂ بنی اسد کے لوگوں کو تلقین کرنے جاتے ہیں۔ نوّے بہادروں کو ساتھ لاتے ہیں۔ عمر سعد کو خبر ہوتی ہے۔ راستہ میں ہی فوج بھیجکر روکا جاتا ہے۔ لڑائی ہوتی ہے۔ بنی اسد کے کچھ لوگ شہید ہو جاتے ہیں۔ مگر حبیب لڑتے بھڑتے کربلا میں پہنچ جاتے ہیں۔ روز عاشور امر بالمعروف نہی عن المنکر کے خطبے دیتے ہیں۔ حسینؑ کی صداقت و حقانیت کو ثابت کرتے ہیں۔ محبت رسولؐ و حقوق اسلامی کو ادا فرماتے ہیں۔

جبکہ ابو ثمامہ صیداوی نماز ظہر کو یاد دلاتے ہیں اور حسینؑ کے حکم سے نماز کے لیئے فوج یزید سے مہلت مانگی جاتی ہے۔ مگر فوج یزید مہلت نہیں دیتی۔ اور حصین بن نمیر ملعون کہتا ہے کہ اے حسینؑ! تمہاری نماز قبول نہیں ہوگی۔ حبیب غصّہ سے کانپ جاتے ہیں ضبط نہیں کرسکتے۔ تلوار تول کر بڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ او بدبخت شقی، گدھے کے بچے تُو! کیا بکتا ہے۔ کیا تیری نماز تو قبول ہے۔ اور فرزند رسولؐ کی نماز قبول نہیں۔ حملہ فرماتے ہیں حصین کا گھوڑا بھڑکتا ہے۔ ملعون گرتا ہے۔ مگر ساتھی آکر بچا لیجاتے ہیں لیکن حبیب حمایت دین میں غصّہ سے کانپتے ہیں حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ پاؤں چومتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں کہ بس مولا! مجھے اب تاب ضبط نہیں۔ میں تو نماز اب حضور کے نانا رسولؐ عربی اور بابا علی مرتضٰیؑ کے ساتھ ہی بہشت میں پڑھوں گا۔ اس جان نثار کو بس آپ اجازت دیجیئے۔ میدانِ کارزار میں جاتے ہیں۔ نہایت بے جگری، شجاعت و دلیری سے جنگ عظیم فرماتے ہیں۔ سینتیس ۳۵ آدمیوں کو فی النار کرتے ہیں۔ زخموں سے چور ہو جاتے ہیں۔ ایک ظالم نیزہ کا وار کرتا ہے۔ گھوڑے سے گرتے ہیں حصین بن نمیر سر پر تلوار مارتا ہے حبیب خون میں نہاتے ہیں اور حسینؑ کو پکارتے ہیں۔ السّلام علیک یا ابن رسول اللہ حسینؑ لاش پر پہنچتے ہیں۔ غمزدہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ حبیب مرد فاضل، حافظ قرآن، رات بھر میں قرآن ختم کرنے والا ہے حبیب آنکھ کھول کر حسینؑ کے رُخِ انور کو دیکھتے ہیں اور حسینؑ سے

منازلِ بہشت کی بشارت سُنکر مسکراتے ہیں۔ اور بہشت کو سدھار جاتے ہیں۔
زہیر قین حسینؑ کے چہرۂ انور پر رنج وملال، حزن و افسردگی کے آثار دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں۔ سامنے آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔ اے مولا! اے فرزند رسولؐ! ہمارے ماں باپ قربان۔ ہم فدا و نثار۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ ایک جاں نثار حبیب کے مرنے پر حضور کیوں افسردہ دل اور محزون ہوتے ہیں؟ حسینؑ فرماتے ہیں کہ اے زہیر! بلاشبک ہم تم سب حق وہدایت پر ہیں۔ زہیر عرض کرتے ہیں کہ مولا! پھر ہم کو کیا پرواہے۔ ہم تو جنت کی طرف جارہے ہیں۔ پھر مرنے کا کیا غم ہے۔ بس اجازت دیجیئے کہ ہم بھی اپنی جانیں ان قدموں پر قربان کریں اور بہشت میں پہنچ جائیں۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۲۶ شہید اعظم تاریخ احمدی وغیرہ)۔
پس ایسے ہی حسینؑ کے انصار جاں نثار اور اصحاب وفادار یہ سب کے سب اسی طرح محبت و وفا کے جوہر دکھلا کر، ایمان کامل ویقین صادق کے نمونے پیش کر کے خوشی سے تلواریں کھاتے ہیں۔ خون میں ڈوبتے ہیں اور نصرت آلِ محمدؐ میں شہید راہِ الٰہی ہو جاتے ہیں۔
حنظلہ ابن سعد شامی۔ عمرو ابن قرظہ الانصاری۔ زہیر قین بجلی۔ بریر ہمدانی۔ ابو ثمامہ صیداوی۔ ہلال ابن نافع جیسے فقیہ و مقدس بزرگواروں۔ شجاع و دلیر بہادروں کے واقعات جنگ۔ نصرت دین الٰہی۔ حمایت آلِ رسولؐ کے حالات۔ وفا و محبت حسینی کے کارنامے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی پر جوش تقریریں۔ زبردست خطبے۔ شیرانہ مقابلے۔ بہادرانہ لڑائیاں۔ برچھیاں کھانا۔ خون میں ڈوبنا۔ حسینؑ پر فدا ہو جانا۔ سب واقعات یادگار زمانہ ہیں۔ ایک ایک بہادر نے اپنی تلواروں سے خون کے دریا بہا دیئے۔ زمین کربلا کو ہلا دیا ہزاروں کو بھگا دیا سینکڑوں کو خاک پر گرا دیا۔ عبادت میں عبادت اور طاعت میں طاعت کے سین دکھلائے۔ تیروں کی بارش میں۔ تلواروں کی چھاؤں میں۔ اوّل وقت میں۔ امام کے پیچھے فریضۂ الٰہی۔ نماز ظہر کو ادا کر کے تلواروں کے گھاٹ پر خون میں غوطے لگائے۔ اور کوثر کے کنارے پہنچے۔ شجاعت کے جوہر دکھلا گئے۔ اور وفا کا نام چمکا گئے۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۳۴۔۳۵۔۳۶)
اقربائے حسینؑ۔ اٹھارہ بنی ہاشم کا گلدستہ۔ فاطمہؑ زہرا کے پھول۔ رسولؐ کے رشتہ دار علیؑ کے گلعذار۔ جعفر کے دلدار۔ عقیل کے نونہال۔ جو اسلام و ایمان الٰہی کی گود میں پلے ہوئے ہیں جنہوں نے صبر و یقین کی چھاؤں سے صبر و رضائے الٰہی کی دھاریں پی کر پرورش پائی ہے۔ اور جو توحید کے گہواروں میں حق و صداقت کی نیندیں سوئے ہیں۔ اور جنہوں نے معرفت کے

جھولوں میں عرفان الٰہی کی لوریاں سُنی ہیں۔ عصمت و طہارت کی چادریں اوڑھی ہیں۔ خانۂ رسالت میں تربیت پائی ہے۔ احسان و ایثار کے سبق پڑھے ہیں۔ وفا و محبت کے درس لیئے ہیں۔ بیشۂ شجاعتِ مرتضوی میں تلواروں سے کھیلے ہیں۔ کس کی مجال اور کس کی تاب و طاقت ہے کہ ان نیک ہستیوں اور پاک روحوں۔ بزرگ شہیدوں کے حق و صداقت۔ عرفان و معرفت۔ ایثار و مروت اور کامل الایمانی کے واقعات کو شجاعت و بہادری کے کارناموں کو اور وفا و محبت کے افسانوں کو بیان کر سکے۔ ہر ایک بہادر، کیا بچہ، کیا جوان، جو ایمانِ کامل کا پتلا ہے۔ حق و صداقت کا مجسمہ ہے، عشق الٰہی کا شیفتہ ہے۔ دینِ محمدی کا فریفتہ ہے ہنسی خوشی ماں بہنوں سے رخصت ہوتا ہے۔ اور اپنے آقا حسینؑ فرزندِ رسولؐ سے اجازت لیکر میدان کارزار میں جاتا ہے۔ شجاعت علوی کے جوہر دکھاتا ہے۔ دشمنانِ دین کی صفوں کو اُلٹتا ہے۔ خون کے دریا بہاتا ہے۔ اور زخمی ہو کر قربان گاہِ توحید میں سرشار کرتا ہے۔ اور شہید ہو جاتا ہے۔ رسولؐ عربی کے دربار میں۔ علیؑ کے حضور میں۔ کوثر کے کنارے پہنچ جاتا ہے۔

شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام

مستند مؤرخین اور محقق علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بنی ہاشم میں سب سے پہلا شہید راہِ الٰہی میدان کربلا میں حسینؑ کا گیسوؤں والا علیؑ اکبر شبیہ پیغمبر اٹھارہ برس کا لال ہے۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۳۸۔ ارشادِ شیخ مفید و دیگر کتب تواریخ)

اول قتیل من نسل خیر سلیل جناب علی اکبر کی شان ہے۔ حسینؑ اپنے نونہال کو جو گھر کا اُجالا ہے۔ بہن کی گود کا پالا ہے۔ صورت و سیرت میں۔ رفتار و گفتار میں نانا رسولؐ عربی کی تصویر ہے۔ قربان گاہ توحید میں نانا کے دین پر قربانی چڑھاتے ہیں۔ اور جلوۂ ابراہیمی دکھلاتے ہیں۔ علیؑ اکبر سے فرماتے ہیں۔ تقدام یا بنی۔ ہاں اے فرزند لختِ جگر بڑھو۔ اسلام پر قربان ہو جاؤ۔ برچھیاں کھاؤ اور خون میں نہاؤ۔ بہشت میں پہنچو۔ اور نانا رسولؐ الٰہی کے ہاتھ سے جام کوثر پیو۔

علیؑ اکبر پہلے سے ہی شہادت کے آرزومند، حق پر جان دینے اور اسلام پر مر مٹنے کو تیار کھڑے تھے۔ السنا علی الحق لا ابالی بالموت کربلا پہنچنے سے پہلے ہی فرما چکے ہیں۔ خلیل کربلا حسینؑ، وارث ابراہیمی اپنے ہاتھ سے اپنے کڑیل جوان، برابر کے لال کو دولھا بناتے ہیں۔ ہتھیار سجاتے ہیں۔ تلوار لگاتے ہیں۔ اور خود اپنے گھوڑے عقاب نامی پر سوار کراتے ہیں۔ اور مرنے کو

بھیجتے ہیں۔ علیؑ اکبر پھوپھیوں ماں بہنوں سے رخصت ہوکر میدان کو جاتے ہیں۔ حسینؑ محبت بھری نگاہ سے کڑیل جوان کی شان کو دیکھتے ہیں۔ اور اپنے محبوب خدا جلیل کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر عرض کرتے ہیں اللّٰھم اشہد علیٰ ھٰوءلآء القوم قد برز الیہم غلام اشبہ الخلق برسولک خَلقا وخُلقا ونطقا وکنا اذا اشتقنا الیٰ زیارت نبیک فنظرنا الیٰ وجھہ۔ اے میرے معبود! میرے محبوب! تو گواہ رہنا کہ اب اس قوم جفا کار کی طرف مرنے کے لئے میرا وہ فرزند جاتا ہے جو صورت و سیرت میں، کلام و گفتار میں تیرے نبیؐ کے مشابہ ہے۔ میں جب تیرے پاک و برگزیدہ نبیؐ کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو اس کے چہرہ کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ اور پھر قرآن شریف کلام الٰہی کی اس آیت مبارکہ کو تلاوت فرمایا۔ ان اللّٰہ اصطفیٰ اٰدم ونوحا وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین ذریۃ بعضہا من بعض واللّٰہ سمیع علیم۔ اس سے ظاہر فرماتے ہیں کہ ہم اولاد انبیاء ہیں ہم وارث خلیل ہیں۔ ہم ہی ذریت ابراہیمی ہیں۔

علیؑ اکبر شبیہ پیغمبرؐ گیسو لٹکائے۔ چاند سا مکھڑا۔ ہتھیار سجائے۔ گھوڑا اُڑاتے رجز یں پڑھتے میدان میں پہنچتے ہیں۔ جلوہ محمدیؐ کا عکس پڑا۔ شان اسمٰعیلؑ نظر آنے لگی۔ علیؑ اکبر نے نعرۂ تکبیر لگایا۔ اللّٰہ اکبر کی آواز سے میدان کربلا گونج اُٹھا۔ فوجیں بڑھیں۔ تلواریں اُٹھیں۔ نیزے چمکے۔ تیر برسے۔ حملہ شروع ہوا۔ علیؑ اکبر کی تلوار میان سے نکلی۔ شام کے بادلوں میں بجلی سی کوندی۔ شجاعت علوی کے جوہر دکھلائے۔ شیرانہ حملے فرمائے۔ پُرجوش رجزیں پڑھیں۔ او ظالمو! میں ہوں علیؑ حسینؑ کا فرزند۔ شیر الٰہی علیؑ ابن ابیطالب کا پوتا۔ ہمارے نانا رسولؐ کریم ہیں۔ قسم ہے خدا کی ہم کبھی کسی ولدالزنا کافر کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کریں گے۔ جب تک دم میں دم ہے اپنے باپ کی حمایت کرونگا۔ جوش ہاشمی دکھلاؤں گا۔ اور ضربت حیدری سے تم کو تلوار سے کاٹونگا۔ فوجوں کے پرے اُلٹے۔ صفوں کو درہم و برہم کیا۔ ہزاروں کو بھگایا۔ سینکڑوں کو مارا۔ زخم کھائے۔ دھوپ کی شدت۔ زخموں کی حدت نے پیاس بھڑکائی۔ خون میں ڈوبے۔ باپ کے پاس آئے اور عرض کی:۔

یا ابتا العطش قد قتلتنی وثقل الحدید	اے باباجان! پیاس کی شدت نے اور لوہے
اجھدنی فھل الی شربۃ من الماء سبیل	کی حدت نے مجھے مار ڈالا ہے۔ کیا ایک گھونٹ
اتقویٰ بہا علی الاعداء۔	پانی مل سکتا ہے کہ جس سے قوی ہوکر دشمنوں پر

غائب ہوجاؤں حسینؑ بیٹے کی اس درخواست کو سنکر بیتاب ہوجاتے ہیں۔ اور آہ سرد بھر کر فرماتے ہیں کہ اے لخت جگر کس قدر سخت اور گراں ہے کہ تم پانی مانگو اور میں نہ دے سکوں۔ لاؤ بیٹیا اپنی زبان میرے منہ میں دو حسینؑ نے پیاسے بیٹے کے سوکھے ہونٹوں کو چوما۔ علی اکبرؑ نے باپ کے منہ میں زبان دیدی۔ اور فوراً نکال لی۔ اور عرض کی۔ بابا آپ کی زبان تو مجھ سے بھی زیادہ خشک ہو رہی ہے۔ کانٹے پڑے ہوئے ہیں۔ حسینؑ نے دست مبارک سے انگوٹھی نکالی۔ اور علی اکبرؑ کے منہ میں رکھکر فرمایا۔ بیٹیا! یہ انگوٹھی چوسو۔ سوار ہوجاؤ۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ بس اب جلد نانا رسول اللہؐ کے ہاتھ سے کوثر کا بھرا جام پیکر ایسے سیراب ہوگے کہ پھر پیاسے نہ ہوگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

بود ند دیو و دد ہمہ سیراب و می مکید
خاتم ز قحط آب سلیمان کربلا

علی اکبرؑ شعر پڑھتے۔ رجز سناتے پھر میدان کو جاتے ہیں۔ بھاگی ہوئی یزیدی فوج پھر لوٹ آتی ہے۔ حملہ فرماتے ہیں۔ اور اسی بے دینوں کو پھر قتل فرماتے ہیں۔ ظالم بے دینوں نے ہجوم کیا۔ اور چاروں طرف سے تلواریں لیکر تصویر پیغمبرؐ پر ٹوٹ پڑے۔ اور شبیہ پیغمبرؐ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ علی اکبرؑ زخموں سے چور ہوگئے۔ نیزہ کھا کر گھوڑے سے گرے۔ اور باپ کو آخری سلام کیا۔ اور پکارا السلام علیک یا ابتاہ ھٰذا جدی رسول اللہ ﷺ یقرء علیک السلام۔ بابا! اپنے فدائی بیٹے کا آخری سلام قبول فرماؤ۔ یہ نانا رسول اللہؐ تشریف لائے ہیں۔ دو جام کوثر کے لبریز چھلکتے ہوئے لائے ہیں۔ مجھے سیراب فرمادیا ہے۔ آپ کو سلام فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں حسینؑ جلدی آؤ۔ آپ کے لیئے کوثر کا چھلکتا ہوا جام لیئے منتظر کھڑے ہیں۔ حسینؑ بیقرار ہو کر لاش پر پہنچتے ہیں۔ اٹھارہ برس کے چودھویں رات کے چاند کو، نانا رسول اللہ کی تصویر کو خون میں غلطاں، خاک پر لوٹتا پاتے ہیں۔ لاش پر گر پڑتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ یا بنی علی الدنیا بعدک العفا۔ اے علی اکبرؑ! اے نور نظر! تمہارے بعد دنیا کی زندگی پر خاک ہے۔ علی اکبرؑ آنکھوں کے سامنے دم توڑتے ہیں۔ اور دنیا سے سدھار جاتے ہیں۔ حسینؑ کڑیل جوان کی لاش خیمہ میں لاتے ہیں۔ فاطمہؑ کی جانی رسولؐ کی نواسی نوحہ کرتی ہوئی۔ اے میرے چاند، اے میرے گیسوؤں والے، گود کے پالے کس نے تجھے خاک میں ملایا۔ کس نے نانا رسولؐ کی تصویر کو مٹایا۔ اے میرے کڑیل جوان! اے گھوبٹا تو ہے کوتل کدھر اتری ہے سواری۔ بین کرتی خیمہ سے نکل آئی ہے اور لاش پر گر پڑی ہے۔

حسینؑ بہن کو سمجھاتے ہیں۔ تسلی تشفی دیتے ہیں۔ صبر کی تلقین فرماتے ہیں۔ اور ہاتھ پکڑ کر خیمہ میں لے آتے ہیں۔ (ارشاد شیخ مفید۔ روضۃ الاحباب۔ مقتل ابواسحاق اسفرائنی وغیرہ)

شہادت فرزندانِ مسلمؑ و اولادِ عقیل

عقیل کی یادگاریں، مسلم کے لاڈلے آتے ہیں۔ مرنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ حسینؑ فرماتے ہیں۔ پیارو! مسلم بھائی کا داغ میرے دل سے نہیں مٹا۔ بہتر ہے کہ تم اپنی غمزدہ بیوہ ماں کا ہاتھ پکڑو اور اس میدانِ بلا سے نکل جاؤ۔ یہ جاں نثار مرنے والے بہادر عرض کرتے ہیں۔ آقا! ہم ایسے بزدل نہیں کہ حیاتِ جاودانی پر دنیائے فانی کو ترجیح دیں۔ مولا! ہماری ناچیز جان، حقیر ہدیہ قبول فرماؤ۔ حسینؑ رو کر سر جھکا لیتے ہیں۔ مسلم کے چاند میدان کو جاتے ہیں۔ حملے کرتے ہیں صفوں کو چیرتے ہیں۔ تلواریں پڑتی ہیں۔ تیروں کا مینہ برستا ہے۔ نیزے کھاتے ہیں۔ زخموں سے چور ہو کر گرتے ہیں۔ اور جامِ شہادت پی کر جنت کو رخصت ہو جاتے ہیں۔

اولادِ حضرت جعفر فرزندانِ حضرت زینبؑ کی شہادت

زینبؑ فاطمہؑ کی جانی اپنے کلیجوں، جعفر کے لالوں، عبداللہ کے چاندوں کو فرزندِ رسول پر سے صدقہ اُتارتی ہیں۔ دونوں بیٹوں کو دولہا بنا کر، نیچے کمر سے باندھ کر، ہتھیار سجا کر بلائیں لیتی ہیں۔ مُنہ چومتی ہیں۔ اور تلواریں کھانے خون میں نہانے کے لیئے میدان میں بھیجتی ہیں۔ بھائی سے اجازت دلاتی ہیں۔ اور بچوں کو رخصت کرتی ہیں۔

دونوں جعفر کے لال، زہرا کے چاند گھوڑے اُڑاتے، نیچے ہلاتے، حیدری شان دکھلاتے قتلگاہ میں پہنچتے ہیں۔ اور شام کے بادلوں میں ڈوب جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے نیچے بجلی کی طرح تڑپتے نظر آتے ہیں۔ کوئی گر رہے ہیں۔ شامی کٹ رہے ہیں۔ بچے شجاعت حیدری و زورِ جعفری کے جوہر دکھلاتے ہیں۔ برچھیاں کھا کر زخمی ہو کر گھوڑوں سے گرتے ہیں۔ اور حسینؑ پر صدقہ ہو جاتے ہیں۔

فرزندانِ حضرت حسنؑ کی شہادت

بھائی کی نشانیاں، شبرؑ کے لاڈلے، حسنؑ کے چاند، قاسم، عبداللہ، احمد، میدانِ کارزار میں علیحدہ علیحدہ اجازت لیکر جاتے ہیں۔ بڑے بڑے نامی بہادر، جنگجو، ہزاروں سے لڑنے والے

پہلوانوں کو تلوار سے کاٹتے ہیں۔ فوجوں کو بھگاتے ہیں۔ برچھیاں کھاکر زخموں سے گھائل ہوکر گھوڑوں سے گرتے ہیں، لاشے پامال ہوتے ہیں۔ ایڑیاں رگڑتے ہیں۔ لہو میں نہاکر خلعتِ شہادت پہن کر، خون کی مہندی لگاکر دولہا بنے جنت کو سدھار جاتے ہیں۔

حسینؑ لاش پر پہنچتے ہیں۔ آنسو بہاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ قاسم! پیارے قاسم! بہت ہی گراں اور سخت ہے چچا پر کہ تم پکارو اور میں مدد کو نہ پہنچ سکوں۔ اور اگر پہنچوں تو کچھ مدد نہ کرسکوں۔ لاش کو اُٹھاتے ہیں۔ خیمہ میں لاتے ہیں۔ اور اہلبیت کو صبر و رضا کی ہدایت فرماتے ہیں۔

اولادِ علیؑ فرزندان حیدر کرار کی شہادت

باغ مرتضوی کے پھول، اُمّ البنین کی آنکھ کے تارے، دریائے فنا میں ڈوبنے شروع ہوئے۔ حسینؑ کے بازو ٹوٹنے لگے۔ باپ کی نشانیاں، علیؑ کی یادگاریں، خاک میں ملنے لگیں۔ حضرت عباس نے بھائیوں کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا کہ پیارو! تم مجھے جان سے زیادہ عزیز اور پیارے ہو۔ مگر آج میری خواہش یہی ہے کہ تم سب مجھ سے پہلے بابا علیؑ مرتضےٰ کی خدمت میں۔ دربارِ رسولؐ میں سرخرو کوثر کے کنارے پہنچ جاؤ۔ تمہارے داغ ہم سینہ پر اُٹھائیں اور تمہارے غم میں صبر و رضائے الٰہی کے درجات بھی حاصل کریں۔ یہ بہادر بھائی کے فدائی، حسینؑ کے عاشق پہلے سے ہی شوقِ شہادت میں بے چین تھے۔ خوش ہوکر عرض کرتے ہیں۔ ہماری یہی تمنا اور یہی آرزو ہے کہ آپ سے پہلے خون میں ڈوبیں اور اپنے پیارے بزرگ بھائی آقا حسینؑ پر نثار و قربان ہوجاویں۔ ہتھیار سجتے ہیں۔ تلواریں اُٹھاتے ہیں۔ سلام وداع عرض کرکے حسینؑ سے رخصت ہوتے ہیں۔ حسینؑ ایک ایک کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور رخصت فرماتے ہیں۔ بیشۂ حیدری کے شیر میدان میں جاتے ہیں۔ شجاعت علوی کے جوہر دکھلاتے ہیں۔ شیرانہ حملے فرماتے ہیں۔ تیر لگتے ہیں۔ برچھیاں پڑتی ہیں۔ زخمی ہوکر گرتے ہیں۔ اور بھائی پر قربان ہوجاتے ہیں۔ حسینؑ لاشوں کو اُٹھاتے ہیں۔ اشکبار ہوتے ہیں۔ اور خون بھری لاشوں کو خیمہ میں لے آتے ہیں۔

حضرت عباسؑ کی شہادت

ڈھلتی تھی دوپہر کہ علم سرنگوں ہوا

ضرغام بیشۂ حیدری، شیر نیستانِ مرتضوی، سراجِ شجاعت و دلاوری، جعفر ثانی، علیؑ کی نشانی، اُمّ البنین کی آنکھوں کا تارا، حسینؑ کا قوتِ بازو،

ماہِ بنی ہاشم، حضرت عباس علمدار، فوج حسینی کی زیب، لشکر کی زینت، شجاعت کا دھنی، محبت کا پُتلا، وفا کا مجسمہ، اسلام کا جاں نثار، دینِ محمدی کا مددگار، توحیدِ الٰہی پہ جان دینے والا، حق و صداقت پہ سر کٹانے والا، شبیرؑ کی گود کا پالا، بہنوں کی ڈھارس، بچوں کا سہارا، بھائی کا فدائی، دینِ الٰہی کا شیدائی، پیاسے بچوں کی سقائی کرتا ہے۔ شانے کٹاتا ہے۔ خون میں نہاتا ہے۔ دین کی نصرت میں خدا کے پیارے رسولؐ کے پیارے اور اپنے مظلوم بھائی پہ جان نثار کرتا ہے۔

جنابِ عباسؑ کی شان و منزلت نہایت رفیع و عالی ہے۔ علم و فضل، معرفت و عرفانِ الٰہی، عبادت و طاعتِ خداوندی، یقین باللہ، وثوق علے اللہ، اتقاء و بصیرتِ ایمان و دیانت میں عباسؑ حسینؑ کے تربیت یافتہ ہیں۔ سجدۂ الٰہی کے عاشق ہیں، عبادت و طاعت کے شائق ہیں بیشک عباسؑ کو حسینؑ سے وہی منزلت ہے جو امیر المومنین علیؑ کو حضرت سرورِ عالم جنابِ ختمی مرتبت محمد مصطفےٰؐ سے ہے۔ جس طرح حسینؑ رسول نما آئینہ ہیں اسی طرح عباسؑ جمالِ علوی کا پرتو ہیں۔ جس طرح رسولؐ علیؑ کو بھائی فرماتے ہیں۔ یا علی انت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔ اور علیؑ عرض کرتے ہیں انا عبد من عبید محمد۔ میں محمدؐ کے غلاموں میں سے ایک ادنےٰ غلام ہوں۔ اسی طرح عباسؑ بھی عرض کرتے ہیں۔ میں تو اپنے آقا حسینؑ کا غلام ناچیز ہوں۔ عباسؑ نے کبھی حسینؑ سے بھائی کہکر خطاب نہیں کیا۔ مولا اور آقا ہی کے الفاظ سے خطاب فرماتے رہے۔ اور حسینؑ فرماتے ہیں۔ عباسؑ تم میرے بھائی ہو، قوتِ بازو ہو، راحتِ جان ہو، میرے جاں نثار ہو، میرے بچوں کے پرستار ہو۔

جس طرح علیؑ پیدا ہوتے ہیں تو آنکھیں نہیں کھولتے۔ دنیا کو نہیں دیکھتے جب تک رسول اللہؐ تشریف نہیں لاتے۔ رسولؐ تشریف لاتے ہیں۔ گود میں لیتے ہیں۔ منہ چومتے ہیں علیؑ آنکھیں کھولدیتے ہیں۔ اور اوّل جو دنیا میں دیکھتے ہیں نورِ روئے محمدی اور جلوۂ الٰہی پر نظر ڈالتے ہیں۔ بس عباسؑ بھی جب دنیا میں آتے ہیں تو حسینؑ بھائی کو گود میں لیتے ہیں۔ منہ چوم کر شانوں کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور عباسؑ رسول نما آئینہ حسین منیؑ کے روئے مبارک پہ نظر ڈالتے ہیں۔ اور جمالِ محمدی کو دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ اور جس طرح رسولِ عربیؐ نے علیؑ کو آغوشِ رحمت میں پالا، تربیت فرمائی۔ اسی طرح حسینؑ عباسؑ کو گود میں کھلاتے ہیں۔ اور تربیت فرماتے ہیں۔ جس طرح علیؑ سایہ کی طرح رسولؐ کے ساتھ ساتھ ہیں اور ہر وقت خدمتِ رسولؐ کے لیے کمر بستہ

ہیں۔ اُسی طرح عباس بھی حسینؑ کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اور ہر وقت دست بستہ خدمت میں کھڑے ہیں۔ اگر علی مرتضیٰؑ نے نعلین مبارک نبویؐ کو اُٹھایا اور کفش رسالتؐ کو درست فرمایا تو اُسی طرح عباسؑ بھی کفش مبارک حسینؑ کو اُٹھانا، رکاب حسینؑ کو تھامنا اور سوار کرانا اپنا فخر اور شرف سمجھتے ہیں۔ اگر علیؑ جنگ خندق میں رسولؐ اللہ کے ساتھ خندق کھود رہے ہیں تو عباسؑ بھی کربلا میں شب عاشورا حسینؑ اور حسینؑ کے بچوں کی پیاس بجھانے کے لیئے کنوئیں کھودتے ہیں اور حفاظت خیام کے لیئے خندق بنا رہے ہیں۔ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا تک ہر ایک منزل پر بھائی کی رکاب تھامتے ہیں۔ سوار کرتے ہیں خیمے لگاتے ہیں۔ آل رسولؐ کی حفاظت کرتے ہیں۔ راتوں کو خیمہ کے گرد طلایہ پھرتے ہیں۔ جس طرح علیؑ شب ہجرت بستر نبوی پر رسولؐ اللہ کی سبز چادر اوڑھ کر بجائے رسولؐ اللہ لیٹے ہیں۔ جان دینے کو تیار ہوتے ہیں اور رسولؐ اللہ کو بچا لیتے ہیں۔ اُسی طرح عباس بھی روز عاشورا حسینؑ پر جان دیتے، شانے کٹاتے اور قربان ہو جاتے ہیں

حسینؑ کربلا میں یزیدی فوجوں کے اندر گھرے ہوئے ہیں۔ عمر بن سعد حسینؑ کے قتل کا بیڑا اُٹھا کر کربلا میں پہنچ چکا ہے اور اُس کی امداد کے لیئے یزید کے حکم سے ابن زیاد کی فوجیں نواسۂ رسولؐ کو قتل کرنے کے لیئے برابر آ رہی ہیں۔ لشکر پر لشکر آتا ہے۔ فوج پر فوج پہنچی ہے کبھی خولی آتا ہے۔ کبھی شبث پہنچتا ہے۔ کبھی قیس اور کبھی شمر ملعون۔ شمر ذی الجوشن اُسی قبیلہ سے ہے جس قبیلہ کی حضرت ام البنین زوجۂ جناب امیرؑ والدۂ حضرت عباس ہیں۔ اس لیے شمر ملعون کو دعوئے قرابت و رشتہ حضرت ام البنین کی اولاد جناب عباس اور اُن کے بھائیوں سے تھا۔ اور اس وجہ سے بھی اور نیز چونکہ حضرت عباس کی شجاعت و دلیری شہرۂ آفاق تھی اس خیال سے بھی کہ حسینؑ کی قوت کو توڑ دیا جاوے اور عباس کو حسینؑ سے علیحدہ کرنے کی کوشش کیجاوے شمر ابن زیاد سے حضرت عباس اور اُن کے بھائیوں کے لیئے امان نامہ لکھوا کر لاتا ہے۔ اور امام حسینؑ کے لشکر کے قریب جا کر آواز دیتا ہے۔ کہاں ہیں میری بہن کی اولاد عباس۔ عبداللہ۔ جعفر۔ عثمان حسینؑ خود اس کی آواز کو سُنکر جناب عباس سے فرماتے ہیں۔ بھائی! اگرچہ شمر فاسق و فاجر دشمن خدا ہے مگر تمہارے ساتھ کچھ رشتہ قرابت رکھتا ہے۔ اس لیئے مناسب ہے کہ اس کا جواب دو اور اس سے مل لو۔ امام کے حکم سے چاروں بہادر خیمہ سے نکل کر اُس کے پاس جاتے ہیں۔ اور حضرت عباس فرماتے ہیں۔ او ملعون غدار! تو نے ہم کو کیوں بلایا ہے کہ کیا مطلب ہے

شمر کہتا ہے۔ عباس! تم چاروں بھائی میری بہن کی اولاد ہو۔ میں تمہارے لیئے حفاظت و امان کا حکم امیر کے پاس سے لایا ہوں۔ تم حسینؑ سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اور حسینؑ کے لیئے بے فائدہ اپنی جانوں کو ضائع نہ کرو۔ ہلاکت میں نہ پڑو۔ یزید کی بیعت و اطاعت اختیار کر لو۔ تمہارے لیئے ہر طرح کی آسائش و راحت و آرام و دولت و عزت حاصل ہے بس اتنا سننا تھا کہ پیکر وفادار بہادر، جاں نثار، ایمان و حقانیت پر مرمٹنے والے غصہ سے کانپ جاتے ہیں اور حضرت عباس غضبناک ہو کر فرماتے ہیں کہ او ملعون و شقی! تبت یدا! خدا تیرے ہاتھ کاٹے۔ خدا کی لعنت تجھ پر اور تیرے ایمان پر۔ او دشمن خدا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے پیارے سردار اور آقا حسینؑ بھائی، فرزند رسولؐ کو چھوڑ دیں اور یزید شقی فاسق فاجر شرابی کی اطاعت و بیعت کر لیں۔ ہم کو تو امان دیتا ہے۔ اور فرزند رسول کو امان نہیں ہے۔ شمر یہ جواب سنکر حواس باختہ ہو جاتا ہے۔ اور بھاگ جاتا ہے۔ دیکھو جناب عباس کی شان۔ حضرت عباس شمر ملعون کو اُنہی الفاظ سے مخاطب فرماتے ہیں۔ جن الفاظ میں خدائے جلیل نے اپنے کلام پاک میں اپنے حبیب رسولؐ کریم کے دشمن اور رشتہ کے چچا ابولہب کو مخاطب فرمایا ہے۔ تبت یدا ابی لھب۔ اشارہ فرماتے ہیں کہ او شمر لعین! تو بھی اُسی طرح دشمن دین ہمارا رشتہ دار اور قرابت دار ہے۔ جس طرح ابولہب حضور سرور عالم رسولؐ اکرم حضرت ختمی مرتبت کا رشتہ دار اور چچا کہلاتا تھا۔ ایک کافر کا مسلمان سے رشتہ کیسا؟ (تاریخ طبری صفحہ ۳۱۶)

دوپہر ڈھل چکی ہے۔ سب رفیق و انصار، عزیز و اقربا، گلے کٹا کر سرخرو ہو کر دربار رسولؐ میں پہنچ چکے ہیں۔ لاشے خونی کفن پہنے دھوپ میں ریگ گرم پر پڑے ہیں۔ فریاد العطش اور بیبیوں کے دلخراش بین کی آوازیں آرہی ہیں حسینؑ اور عباسؑ ایک دوسرے کا عاشق حسرت بھری نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔ عباسؑ یہ حسرتناک، دلسوز سین نہیں دیکھ سکتے۔ بیتاب ہو جاتے ہیں۔ اور بھائی سے مرنے کی اجازت اور قربان ہو جانے کے لیئے رخصت طلب کرتے ہیں۔ حسینؑ نہایت یاس بھری نظر عباسؑ پر ڈالتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اے میرے قوتِ بازو! بس یاد رکھو۔ تمہارے بعد ہم بھی نہیں ہیں۔ عباسؑ اجازت لیتے ہیں۔ اور بہنوں بچوں سے رخصت ہو کر سب کو تڑپتا چھوڑ کر میدانِ جنگ کو جاتے ہیں۔ بچوں کے لیئے پانی لانے کا قصد بھی ہے۔ ایک مشکیزہ بھی ساتھ دوش پر رکھا ہوا ہے۔ نہر کی جانب دشمنوں کے مقابلہ پر پہنچکر حملے کرتے ہیں۔ تیغ حیدری بجلی کی طرح شام کے بادلوں میں چمکتی ہے۔

شامی گرتے ہیں۔ سر برستے ہیں۔ نہر کے کنارے خون کی ندیاں بہتی ہیں صفیں اُلٹی ہیں۔ پرے درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ عباس نہر میں داخل ہوتے ہیں۔ مشک بھرتے ہیں۔ اور بلا لب ترکیے تین دن کا پیاسا شیر مشک لیکر نہر سے نکل آتا ہے۔ دشمنوں کی فوجیں، بھاگا ہوا لشکر، پھر سمٹ کر جمع ہو جاتا ہے۔ چاروں طرف سے علیؑ کے جانی، جعفر ثانی، عباس کو گھیر لیتا ہے۔ تیر برساتے ہیں نیزے چلاتے ہیں۔ تلواریں لگاتے ہیں۔ وار پہ وار کرتے ہیں۔ عباس مشک کو بچاتے ہیں علم محمدی کو سنبھالتے ہیں۔ اور ہزاروں دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں۔ اور خیمہ گاہ حسینی کی طرف بڑھ رہے ہیں سینہ تیروں سے فگار ہے۔ بدن زخموں سے چور ہے۔ سر پہ تلواریں پڑ رہی ہیں۔ بدن سے خون بہہ رہا ہے مگر دل میں یاد خدا ہے۔ اور محبت حسینی کی لو لگی ہوئی ہے۔ بلا شک عباسؑ باپ (علیؑ) کا فخر ہے۔ چچا (جعفرؑ) کا شرف ہے۔ جس طرح علمدار لشکر محمدی جعفر طیار جنگ موطاء میں حمایت دین الٰہی، نصرت رسالت پناہی میں شانے کٹاتے ہیں۔ تلواریں کھاتے ہیں اور شہید راہِ الٰہی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عباس علمدار لشکر حسینیؑ بھی اسلام اور دین الٰہی پر جان قربان کرتے ہیں۔ ایک ملعون درخت کے پیچھے سے چھپ کر تلوار کا وار کرتا ہے۔ دایاں شانہ کٹ کر گر جاتا ہے۔ عباس مشک سنبھالتے ہیں اور بائیں شانہ پر لے لیتے ہیں۔ تلوار کو بائیں ہاتھ میں لیکر حملہ کرتے ہیں اور یہ رجز پڑھتے ہیں ؎

واللہ لو قطعتمو یمینی ۔۔۔ حسین مجاھد عن دینی
وعن امام صادق الیقین ۔۔۔ سبط النبی الطاھر الامین
نبی صدق جائنا بالدین ۔۔۔ مصدقا بالواحد الامین

"خدا کی قسم تم نے میرا دایاں ہاتھ کاٹ دیا (تو کاٹ دو) جس وقت کہ میں اپنے دین اور سچے یقین والے امام کی جانب سے جہاد کر رہا تھا۔ وہ تو پاک و پاکیزہ اور امین نبی کے فرزند ہیں۔ وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔ ہمارے پاس دین لیکر آئے۔ اور یکتا اور امین خالق) کی تصدیق کرنے والے تھے"

دیکھو۔ عباسؑ کا یقین کامل اور ایمان صادق۔ ان اشعار میں اصول دین کو بیان فرما گئے مسلہ تبلیغ اسلام اور ہدایت دین کر گئے۔ اسی اشعار میں دشمن کی تلوار کا دوسرا وار پڑتا ہے کہ بایاں شانہ بھی کٹ کر خاک پر گر جاتا ہے۔ عباس مشک اور تلوار دونوں کو دانتوں میں سنبھالتے ہیں اور گھوڑے کو تیزی سے خیمہ گاہ کی طرف بڑھاتے ہیں۔ فوجوں نے گھیر لیا ہے۔ نیزے

چلا رہے ہیں۔ تیغیں لگا رہے ہیں۔ تیر برسا رہے ہیں۔ ایک تیر آتا ہے۔ مشک پر لگتا ہے۔ پانی بہہ جاتا ہے۔ عباس کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ سر اطہر پہ گرز پڑتا ہے۔ گھوڑے سے تیورا کر گرتے ہیں۔ حسینؑ کو آواز دیتے ہیں۔ حسینؑ لاش پر پہنچتے ہیں۔ بھائی کو خون میں لوٹتا زمین پر تڑپتا دیکھتے ہیں۔ بھائی کے لاشہ سے لپٹ جاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں بھائی! الآن انکسر ظهری وقلت حیلتی۔ اے عباس! میری کمر ٹوٹ گئی۔ اور اب کوئی چارہ نہ رہا۔ سر کو اٹھا کر زانو پر رکھتے ہیں۔ منہ چومتے ہیں۔ آنسو بہاتے ہیں۔ عباس کا سر انور شگافتہ ہے۔ خون بہکر آنکھوں پر جم گیا ہے۔ آنکھیں بند ہیں۔ کھول نہیں سکتے۔ ہاتھ نہیں ہیں کہ خون کو صاف کریں۔ حسینؑ سے گویا عرض کرتے ہیں۔ مولا! آقا! حضور کا یہ وفادار غلام جب دنیا میں آیا تھا تو اس وقت بھی اسی جمال محمدی، روئے حسینی کو آنکھ کھولکر دیکھا تھا۔ اب بھی یہی تمنا ہے کہ آخری وقت میں بھی دنیا سے جاتا ہوا جمال حسینی کی زیارت کرکے حضور سے رخصت ہو۔ حسینؑ قبا کے دامن سے عباس کی آنکھوں کو صاف کرتے ہیں۔ عباس آنکھ کھول کر حسینؑ کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہیں۔ مسکراتے ہیں۔ اور خلد بریں کو تشریف لیجاتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ یہ ہے سچی وفا۔ یہ ہے سچا دین۔ یہ ہے سچا اسلام۔ یہ ہیں پکے مسلم۔ یہ ہیں پختہ عقیدت شعار۔ یہ ہیں سچے دیندار۔ بیشک لیس لهم شبیه فی الارض۔

اے کربلا کے غربت زدہ مسافرو! اے مدینۂ رسولؐ کے وطن آوارو! اے پیاسے شہیدو! اے حق وصداقت پر جان دینے والو! اے اسلام کے جاں نثارو! اے توحید پر مرمٹنے والو! وفا ومحبت کے روشن ستارو! مظلومو! مظلوم امام کے وفادار انصارو! فاطمۂ زہرا کے گلعذارو! محمدؐ وعلیؑ کے رشتہ دارو! بہادرو! جانبازو! بظاہر تم دنیا سے مٹ گئے۔ مگر اسلام کو زندہ کرگئے۔ تم نے اسلام کے لیئے گلے کٹائے۔ زخم کھائے۔ مگر توحید اور نبوت کی تصدیق کرگئے۔ تم شہید ہوگئے۔ مگر دین کا بول بالا کرگئے۔ تم خود خاک میں مل گئے۔ مگر وفا کا چمن لگا گئے۔ صداقت کے پھول کھلاگئے۔ تم دنیا سے پیاسے اٹھ گئے۔ مگر ہدایت کے دریا بہاگئے۔ حق کی سبیلیں لگا گئے۔ بیشک تم فنا نہیں ہوئے۔ تم زندہ ہو۔ تمہاری یاد زندہ ہے تمہارے نام آسمان وفا پر ہمیشہ روشن رہیں گے۔ ہمیشہ فلک ہدایت پر چمکیں گے۔ دنیا کی رہبری کریں گے۔ خلقت کو ہدایت کے راستے دکھلائیں گے۔ وفا کے سبق پڑھائیں گے

صداقت وحقانیت کی تعلیم دیں گے۔ دنیا کی اسلامی مجلسیں تمہارے نام سے روشن ہونگی۔ توحید الٰہی کی محفلیں تمہارے ذکر سے معطر ہونگی۔ قومی جلسے تمہارے حالات سے پُر رونق ہونگے تمہاری عبادت وطاعت الٰہی کے ذکر ہونگے۔ تمہارے صبر و وفا کے بیان پڑھے جائینگے۔ تمہاری ثابت قدمی اور ایثار کے تذکرے ہونگے۔ زمانہ ہمیشہ یاد کرے گا۔ اور تمہاری مظلومیت پر خون کے آنسو بہائے گا۔ بابی انتم و اُمی طبتم ادنوا حنا لکم العذ! ؀ یالیتنا کنا معکم فنفوز فوزا عظیما۔

مرحبا اے کربلا والو مرحبا! آفرین، صد آفرین! خدا تمہارا مداح۔ نبیؐ تمہارا معرف بیشک یہ تمہاری ہی شان ہے۔ تم ہی اس کے مصداق ہو۔

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ ؕ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقا فی التورٰیۃ والانجیل و القراٰن ومن اوفیٰ بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ ؕ وذٰلک ھو الفوز العظیم ؕ التائبون العٰبدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الاٰمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ (آخر سورۃ توبہ)

یعنی خدا نے مومنوں سے جنت کے بدلے میں اُنکی جانوں کو اور اُن کے مالوں کو خرید لیا ہے۔ وہ راہ الٰہی میں مقاتلہ کرتے ہیں قتل کرتے ہیں! اور پھر خود قتل ہو جاتے ہیں۔ یہ وعدۂ الٰہی حق ہے جو توریت و انجیل و قرآن مجید میں درج ہے۔ کون ہو جو اپنے اس عہد کو جو خدا سے کیا ہے پورا کرے بس بشارت ہو تم کو اس معاملہ کی جو تم نے خدا کے ساتھ کیا ہے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

(یعنی یہ کون لوگ ہیں، ان کی صفات کیا ہیں؟) خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ خدا کے عبادت گزار بندے ہیں۔ اُس کی حمد و ثنا کرنے والے ہیں۔ روزہ رکھنے والے۔ نمازیں قائم کرنے والے۔ رکوع کرنے والے۔ سجدہ کرنے والے۔ یہی ہیں نہی عن المنکر اور امر بالمعروف سے ہدایت کرنے والے۔ اور حدود الٰہی کے محافظ ہیں۔

اے شبیرؑ کے صحابیو! اے حسینؑ کے ناصرو! اے رسولؐ کے رشتہ دارو! فدا تمہارے ایمان کامل کے۔ صدقے تمہارے یقین جازم کے۔ قربان تمہاری وفا و محبت کے۔ نثار تمہاری صدق و صفا کے۔ نہ فتح کا وعدہ ہے۔ نہ مال غنیمت کی امید ہے۔ گھر بار کی تباہی۔ اہل و عیال سے جدائی۔ قتل و غارت حتمی اور یقینی۔ بس سب کچھ خوشی سے منظور کیا۔ مگر امام کو نہ چھوڑا۔ صداقت

وفا سے مُنہ نہ موڑا۔ آل احمدؐ کے دشمنوں کو۔ اسلام کے مخالفوں کو قتل کیا اور خود قتل ہوگئے، شہید راہِ الٰہی ہوئے۔ اور سرخرو دنیا سے اُٹھے۔ بے شک تم سے زیادہ وفادار جان نثار اسلام فدائی، ایمان کے شیدائی، ایسی حالت، ایسی کیفیت کے ساتھ حق پر ثابت قدم رہنے والے دنیا میں نہ ہوئے ہیں، نہ ہوں گے۔ واقعات کے دیکھنے والے، تاریخیں پڑھنے والے، انصاف پسند، حق بین نگاہیں خوب جانتی ہیں اور سمجھتی ہیں۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء جسطرح حسینؑ مظلوم عاشقان الٰہی کا امام، جان رسولؐ، جگر گوشۂ بتولؑ، اپنے جدو اب کا فخر اور ابراہیم و اسمٰعیل کا شرف ہے۔ بیشک اُسی طرح اے کربلا والو! اے حسین ع کے بھوکے پیاسے جان نثارو! تم بھی تمام انبیاؑ و اولیاء کے اصحاب و انصار کا شرف و فخر ہو۔ یقیناً حسینؑ نے جو تمہارے لیئے فرمایا **اصحابی خیر الاصحاب** بالکل درست اور ٹھیک ہے۔ اے شہیدو! اے مظلومو! اسلام کے فدائیو! دین کے مددگارو! محبت و وفا کے پیشواؤ! صدق و صفا کے رہنماؤ! ہمارے سلاموں کے تحفے منظور کرو۔ ہمارے اشک خونی کے ہدیے قبول فرماؤ ؎

اے صبا، اے پیکِ دور افتادگاں　　اشکِ ما بر خاکِ پاکِ شاں رساں

(سر اقبال سلمہ)

شہادت حضرت علی اصغرؑ

اے پیارے مسلمان بھائیو! تمہارا آقا، تمہارا مولا، تمہارا امام، آسمان رسالت کا مہر درخشاں، باغ ابراہیمی کا گل سرسبز گلدستہ محمدیؐ کا شگفتہ پھول، وارث امامت ابراہیمی حاملِ عہدِ خداوندی بمصداق آیۂ وانی ہدایہ۔ **اذ ابتلا ابراھیم بکلمات فاتمھن فقال انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین** [۱] امامت خلق کا اہل، ابراہیمؑ کا وارث حقیقی، ہادی برحق، مظلوموں کا سرتاج، شہید آل محمدؐ حسینؑ مظلوم خلیل کربلا، قربان گاہِ امتحان میں اپنے مرادوں والے، گھر کے اُجالے، نور نظر، علیؑ اکبرؑ شبیہِ پیغمبرؐ کو فدیہ چڑھا چکے ہیں۔ برابر کا فرزند، اٹھارہ برس کا لال، برچھیاں کھا کر خون

---

[۱] ترجمہ۔ جبکہ ابراہیمؑ کا امتحان چند کلموں سے لیا گیا۔ اور ابراہیم امتحان میں پورے اُترے تو ہم نے فرمایا کہ ہم نے تم کو تمام لوگوں کا امام بنا دیا ہے۔ ابراہیمؑ نے عرض کی کہ بار الٰہا! یہ شرف یہ عہدۂ امامت میری ذریت میں بھی ہو۔ جواب ملا ہمارا عہد ظالموں کو نہیں پہنچ سکتا۔ ۱۲۔

میں نہا کر، آنکھوں کے سامنے دم توڑ چکا ہے۔ عزیز و انصار شہید ہو کر دربار الٰہی میں پہنچ چکے ہیں۔ سب قربانیاں سرکار احدیت میں قبول ہو چکی ہیں۔ دیکھو۔ اب حسینؑ محبت و عشق الٰہی کا آخری نذرانہ چھ مہینہ کا لال دُر دانہ محمدیؐ، سرکار الٰہی میں پیش کرتے ہیں۔ اور انتہائی دردناک نظارہ مظلومی کا جلوہ، ہدایت کی مثال، صبر کے جوہر دکھاتے اور اتمام حجت فرماتے ہیں۔ صداقت اسلام و حقانیت توحید کی قربان گاہ میں وہ آخری دگرانبہا قربانی چڑھاتے ہیں جو سوتی دنیا کو جگائے گی۔ پتھر دلوں کو پگھلائے گی۔ عالم کو خون کے آنسو رلائے گی اسکی نظیر کسی مذہب و ملت اور کسی عہد و زمانہ میں بھی نظر نہ آئے گی [۱]

کوکھ جلی ماں کی آنکھ کا تارا، کلیجہ کا ٹکڑا، بہنوں کا لاڈلا، علی اصغرؑ شیر خوار حسینؑ کے ہاتھوں پر ہے۔ عبا کا دامن اُڑھائے ہوئے ہیں۔ دھوپ میں دشمنوں کے سامنے کھڑے ہیں۔

---

[۱] اسی جرمنی حکیم مسیو ماربین نے اپنے رسالہ فلسفہ شہادت میں شہادت اصغر شیر خوار کے متعلق جو لکھا ہے اُس کو بھی ملاحظہ فرماؤ۔ ڈاکٹر موصوف لکھتا ہے "حسینؑ نے اپنی زندگی کے آخری وقت میں اپنے طفل شیر خوار کے باب میں وہ کام کیا کہ زمانہ بھر کے فلاسفرز کی عقول کو متحیر کر دیا۔ یعنی اُس وقت آخر میں ان جانکاہ مصائب کے ہجوم میں ان افکار کثیرہ کے تراکم میں۔ اس تشنگی میں۔ اس کثرت جراحات میں بھی اپنے مقصد عالی سے چشم پوشی نہ کی۔ اور باوجودیکہ جانتے تھے کہ ان کے فرزند صغیر پر بنی امیہ رحم نہ کرینگے محض اس غرض سے کہ اپنی مصیبت کی عظمتوں کو بڑھا دیں تاکہ یہی مصائب زیادہ تر عظیم الشان ہو جائیں۔ اس بچہ کو اپنے ہاتھ پر بلند کر کے سب سے اس کے لیئے پانی کی خواہش کی۔ اور زبان تیر سے اُس کا جواب سُنا۔ گویا اس عمل سے حسینؑ کی یہ غرض تھی کہ تمام اہل لشکر واقف ہو جائیں کہ بنی امیہ کی عداوت بنی ہاشم کے ساتھ کس حد تک تھی۔ اور تصوّر کریں کہ یزید دفاع کے لیئے ایسے ظلم و ستم کرنے پر مجبور نہ تھا۔ اس لیئے کہ شیر خوار بچہ کا ایسی حالت میں اس وحشتناک طریقہ سے قتل کر دینا سوائے وحشت اور بہیمانہ عداوت کے جوہر دین و مذہب و قانون و قاعدہ کے منافی ہے اور کچھ ظاہر نہ کرتا تھا۔ اور یہی ایک نکتہ قبائح اعمال اور نیات فاسدہ اور عناد بنی امیہ کا پردہ فاش اچھی طرح کر سکتا ہے۔ اور تمام اہل عالم علی الخصوص مسلمانوں پر ظاہر کر دیا کہ بنی امیہ فقط احکام اسلام ہی کی مخالفت ایسی حرکات سے نہیں کرتے۔ بلکہ جاہلانہ تعصب کی وجہ سے کوشاں ہیں کہ ایک متنفس بھی بنی ہاشم میں خصوصاً عترت محمدیؐ کا باقی نہ چھوڑیں"۔ ۱۲

اصغرؑ پیاس سے نڈھال ہیں۔ زبان تالو سے لگی ہوئی ہے۔ گلاب کی پتی کے سے ہونٹ خشک ہیں۔ ننھی کلائیاں ضعف سے بل کھائے ہوئے ہیں۔ تین روز سے نہ پانی کا قطرہ ملا ہے نہ دودھ کی بوند گلے سے اُتری ہے۔ ننھے ننھے انگوٹھے مُنہ میں لیئے ہیں۔ حسینؑ دامن کو اٹھاتے ہیں۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی، دربار محبوبی میں عرض کرتے ہیں اللّٰھم ھٰذا اعزجواھر خزانتی واٰخر ما بقی فی سفینتی۔ اے میرے خالق! اے میرے پیارے مالک! تیرے بے بضاعت عاشق کے خزانہ کا یہ آخری گرانبہا جواہر ریزہ ہے اور تیرے حسینؑ کے رشتۂ محبت میں اب کوئی اور موتی باقی نہیں ہے۔ بس میں اپنی سچی محبت اور سچی خواہش سے اس کو بھی تیرے عشق و محبت پر نثار کرتا ہوں اور اس آخری نذرانہ کو پیش کش کے لیئے لایا ہوں۔ یہ دعا فرما کر دشمنوں کو مخاطب فرماتے ہیں نبیؐ کا فرزند، ساقیٔ کوثر کا لال، پانی جیسی عام چیز کا سوال اُن کمینہ صفت، ناہنجار، جفاکار ظالموں، احسان فراموشوں سے کرتا ہے جن کو ابھی کربلا پہنچنے سے پہلے پانی پلایا تھا۔ موت سے بچایا تھا۔ ارشاد فرماتے ہیں۔ اے ظالمو! اے معاویہ کے دوستدارو! اے یزید کے ہوا خواہو! اگر تمہارے خیال میں میں مجرم و گنہگار ہوں تو یہ معصوم بچّہ تو کسی مذہب و ملت میں بھی قصور وار خطاوار قرار نہیں پا سکتا۔ اے ظالمو! اے بے رحمو! یہ بچّہ نادان پیاسا مر رہا ہے۔ دو قطرے پانی کے اس کے خشک گلے میں ٹپکا دو۔ اس کی جان بچ جائے گی۔ اگر مجھ پر اعتبار نہیں مجھے پانی نہ دو۔ خود آکر اس کو پانی پلا دو۔ مگر افسوس! حسینؑ کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملتا۔ البتہ ایک ظالم شقی ازلی جواب دیتا ہے مگر زبان سے نہیں۔ پانی سے نہیں سہ پہلو تیر سے جواب دیا جاتا ہے۔ بچہ سہم کر باپ کے ہاتھوں پر تڑپ جاتا ہے۔ انگوٹھے مُنہ سے نکل آتے ہیں۔ دودھ اُگلتا ہے۔ آنکھیں کھولتا ہے۔ گلے سے خون کی دھار جاری ہوتی ہے۔ مُسکرا کر باپ کو دیکھتا ہے۔ اور دنیا سے سدھار جاتا ہے۔ گویا زبان بے زبانی سے کہتے ہیں کہ مبارک ہو آپ کا فدیہ بارگاہِ الٰہی میں منظور و قبول ہو گیا ہے۔ حسینؑ اصغرؑ کے گلے سے خون کا چلّو بھرتے ہیں اور مُنہ پر مل لیتے ہیں۔ شکر الٰہی کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ ھٰکذا القیٰ جدی رسول اللّٰہ (میں اپنے نانا رسول اللہؐ سے اس صورت سے ملاقی ہونگا) اور بارگاہ قدس میں عرض کرتے ہیں۔ خداوندا! یہ میرا اصغر تیری سرکار میں بچۂ ناقۂ صالحؑ سے کم نہیں ہوگا۔

چشم این دارم کہ از بہرِ رسولؐ ساز ایں قربانی مارا قبول

عاشقِ حقیقی کو دربارِ محبوب سے جواب محبّت ملتا ہے۔ آسمان سے آواز آتی ہے دعہ یا حسین

فان لہ مرضعة فی الجنة۔ ہاں ہمارے پیارے عاشق! اے حسین! تمہاری نذر قبول۔ بس اب اصغر کو چھوڑ دو اور رخصت کرو۔ ہم نے اس کے لیے جنت میں دایہ مقرر کردی ہے۔ (دیکھو ابن الا علامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۴۴)

حسینؑ کی اہلبیت سے آخری رخصت

چشم دربار سے خالی ہوا دربار حسینؑ

اب اصغر کے بعد کوئی نہ تھا۔ خاتمہ ہوا ہے نہ لشکر رہے نہ سپاہی ہے نہ کثرت الناس ہے نہ قاسم ہے نہ علی اکبر ہے نہ عباس ہے۔ نہ سرکار ہے نہ دربار۔ نہ لشکر ہے نہ علمدار۔ علی اصغر کو ننھی سی قبر کھود کر دفن فرماتے ہیں اور تن تنہا خیام حرم کی طرف آتے ہیں اور گویا مادر علی اصغر سے فرماتے ہیں کہ ہو مبارک اصغر معصوم کا رتبہ بڑھا۔ پھول تیرا ان شہیدوں کے مزار پر چڑھا۔ اہلبیت سے رخصت ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے زینب! اے کلثوم! اے بانو! اے رقیہ! اے رباب! اے سکینہ! علیکن منی السلام۔ سلام الوداع۔ بس یہ میری آخری رخصت ہے۔ اے بہنو! اے بی بیو! اے بیٹیو! بس خدا حافظ و ناصر ہے اور وہی حامی و مددگار ہے۔ بہن زینب! دیکھنا، ہر مصیبت میں۔ ہر بلا میں، خدا کو یاد رکھنا۔ اپنے رحیم و کریم خالق کو نہ بھولنا۔ صبر کو ہاتھ سے نہ دینا، راہ الٰہی میں ہر ایک رنج و مصیبت کو راحت سمجھنا۔ رسی سے ہاتھ بندھیں تو اُف نہ کرنا۔ چادر چھینے تو غم نہ کھانا۔ اماں کے صبر اور بابا کے حلم کے جوہر دکھلانا۔ نانا رسولؐ تمہارے مددگار اور خدا تمہارا حامی ہے۔ ہاں لٹنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قید ہونے کے لیے کمروں کو کس لو۔ چادروں کو اچھی طرح اوڑھ لو مقنعوں کو مضبوطی سے باندھ لو۔ اے بہن زینب یہ یتیم بچے، یہ اسیران اہلبیت کا قافلہ بس تمہارے ساتھ ہے۔ بیمار کربلا سید سجاد زین العابدین کو غش سے جگا دو۔ ہوشیار کر دو۔ اب طوق و زنجیر پہننے اور قید و اسیر ہونے کا وقت آگیا ہے۔ بیڑیاں پہننے اور کانٹوں پر پیدل چلنے کا زمانہ قریب ہے۔ اب جنگل کے کانٹوں بھرے راستے ہیں اور صحرا نوردی ہے۔ کبھی شام و کوفہ کے بازار ہیں اور خلقت کا ہجوم ہے تماشائیوں کا مجمع ہے ماں بہنوں کے اونٹوں کی مہار ہے اور زین العابدین ہے۔ یزید و ابن زیاد کے دربار ہیں۔ شمر کے تازیانے ہیں اور ہمارا پیارا لاڈلا بیمار ہے۔ کہنا۔ اے زین العابدینؑ

پیاسا گلا کٹائے یہ حصہ ہے باپ کا پہنو گلے میں طوق یہ عہدہ ہے آپ کا

بس ہمارے بعد دنیا کے امام تم ہو۔ اے جان پدر! اس کشتی کی ملاحی اب تیری ذات پر ہے

دیکھنا۔ باپ کی محنت رائگاں نہ جائے۔ صبر و تحمل ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک ماں بہنوں کے قافلہ کے ساتھ بیڑیاں پہنے۔ طوق ڈالے ننگے پاؤں جاؤ۔ صبر و رضائے الٰہی کے جوہر دکھاؤ۔ توحید کے خطبے پڑھو۔ ہدایت کے راستے بتاؤ۔ ہاں ہاں بیٹا! دیکھنا۔ بڑی بہن کہ سلسلۂ صبر چھٹ نہ جائے۔ بس ہم سب سے راہ قطع کریں اور قدم سے تم۔ راہِ الٰہی میں خاردار طوق کو پھولوں کے ہار سمجھنا۔ اور عشق الٰہی میں لوہے کی تپتی بیڑیوں کو محبتِ خدا کی زنجیریں جاننا۔

پھٹے پرانے کپڑے منگاتے ہیں۔ پوشاک کے نیچے پہنتے ہیں۔ انہیں بھی جگہ جگہ سے زیادہ چاک فرما دیتے ہیں۔ سبب پوچھا جاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ میرے شہید ہو جانے کے بعد یہ ظالم شقی میرا لباس بھی لوٹیں گے اور کپڑے اتار لیں گے۔ شاید یہ پھٹے پرانے کپڑے نیچے دیکھ کر چھوڑ دیں۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۴۰ طبری صفحہ ۳۴۷)

بہن کو رخصت فرما کر، بی بیوں کو الوداع کہکر، ماں کی کنیز فضہ پالنے والی کو بھی سلام کر کے بالی سکینہ، سینہ پر سونے والی، لاڈلی بیٹی کو چھاتی سے لگا کر منہ چومتے اور فرماتے ہیں۔ بیٹی! اب یوں بسر کرو جو یتیموں کا طور ہے۔ غرضکہ سب کو رخصت فرما کر صبر و رضا کی ہدایت فرمائی۔ خدا کے سپرد کیا۔ خیمہ کا پردہ اُٹھا۔ باہر تشریف لائے۔ بہن نے رکاب تھامی۔ ذوالجناح پر سوار ہوئے۔ میدان کارزار کو روانہ ہوئے۔ میدان میں پہنچے۔ دشمنوں بدبینوں کو پھر آخری خطبہ دیا۔ اتمام حجت فرمائی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو ادا کیا۔ اور فرمایا۔ اے ظالمو! میرے قتل سے باز آؤ۔ میرے خون سے ہاتھ نہ رنگو۔ تم جانتے ہو۔ میں تمہارے نبی ص کا نواسہ ہوں۔ میرے بابا علیؑ سابق الاسلام ہیں۔ میری ماں فاطمہ زہراؑ تمہارے نبی ص کی بیٹی ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ میرے نانا رسول اللہؐ نے مجھے اور میرے بھائی حسنؑ کو سردارِ جوانانِ بہشت فرمایا ہے۔ افسوس ہے۔ تم کیسی بُری قوم اور کیسی بُری امت ہو کہ نہ تم کو خدا کا خوف ہے۔ نہ رسول ص سے شرم ہے۔ تم اپنے نبی ص کی ذریت اور اپنے رسول ص کی آل کا خون بہاتے ہو۔ اور میرے خون ناحق پر آمادہ ہوتے ہو۔ حالانکہ نہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے۔ نہ کسی کا مال چھینا ہے۔ کہ جسکے بدلے میں تم مجھ کو قتل کرتے ہو۔ میں تو دنیا سے بے تعلق، اپنے نانا رسولؐ کی قبر کا مجاور بنا بیٹھا تھا۔ تم نے مجھے ہدایت کے لیے بلایا اور مجھے نہ نانا کی قبر پر بیٹھنے دیا۔ نہ خدا کے گھر میں رہنے دیا۔ انی عذت بربی و ربکم ان ترجمون وان لم تومنوا لی فاعتزلون (یقیناً میں پناہ مانگتا ہوں

اپنے رب کی اور تمہارے رب کی اس بات سے کہ تم مجھ پر پتھر برساؤ۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ"۔ سورۂ دخان) اگر تم میرے قتل سے اب بھی ہاتھ اٹھا لو اور مجھے چھوڑ دو تو میں خدا کے گھر میں پناہ لے لوں یا نانا رسولؐ کی قبر پر جا بیٹھوں۔ (ذبح عظیم۔ تاریخ طبری وغیرہ وغیرہ)

اُن بے دین ظالموں نے کچھ جواب نہ دیا۔ حملہ کے لیئے بڑھے۔ مظلوم امام کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تیر برسنے لگے اور جنگ شروع ہو گئی۔

حسینؑ کا آخری جہاد

حسینؑ نے شجاعت کے دو حصے پائے ہیں۔ نانا رسول عربی کی شجاعت بھی ورثہ میں ملی ہے۔ اور بابا علیؑ کی جرأت و بہادری بھی حصہ میں آئی ہے۔ دیکھو حدیث رسول کریمؐ جب مرض الموت کے زمانہ میں حسینؑ کی والدہ فاطمۂ بنت الرسولؐ بابا کی خدمت میں حسنؑ و حسینؑ دونوں کو لیکر حاضر ہوئی ہیں۔ اور عرض کرتی ہیں۔ بابا! یہ دونوں آپ کے بچے ہیں۔ ان کو کچھ عطا فرماؤ تو رسول اللہؐ نے فرمایا اما الحسن فلہ سؤددی و ھیبتی و اما الحسین فلہ شجاعتی وجودی۔ حسنؑ کو میں نے اپنی سرداری اور ہیبت بخشی اور حسینؑ کو اپنی شجاعت و بہادری اور سخاوت بخشی (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۴۔ اور طبرانی و خصائل و ناسخ التواریخ وغیرہ)

نیز رسول اللہؐ نے فرمایا حسن و حسین سیف العرش ہیں۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۴)۔

پس حسین سیف الٰہی عرش اعظم کی تلوار ہے۔ اپنے نانا رسولؐ عربی کی شجاعت اور بابا علیؑ مرتضٰے کی جرأت و بہادری کا جلوہ دکھاتے ہیں۔ اور جہاد دفاعی فرماتے ہیں۔ ذوالفقار حیدری میان سے نکلتی ہے۔ شامی۔ کوفی۔ یزیدی لشکر پر بجلی کی طرح کوندتی ہے۔ سر برستے ہیں۔ دھڑ گرتے ہیں۔ ضربت حیدری سے زمین ہلتی ہے۔ آسمان تھرتھراتے ہیں صفیں اُلٹتی ہیں۔ پرے درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ ضرغام حیدری بپھرا ہوا شیرانہ حملے کرتا ہے۔ شامی۔ کوفی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگ رہے ہیں سہ

اللہ رے حسینؑ کا وہ آخری جہاد ہر وار پر علیؑ ولی دے رہے تھے داد

کبھی میسرہ کو اُلٹتے ہیں کبھی میمنہ کو توڑتے ہیں کبھی قلب میں در آتے ہیں کبھی جناح پر حملہ فرماتے ہیں۔ شامی کٹ رہے ہیں۔ کوئی گر رہے ہیں۔ لاشوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔ حملہ کرتے ہوئے اور فوجوں کو بھگاتے ہوئے نہر کی طرف پہنچ جاتے ہیں۔ بھائی کی لاش ترائی میں

پڑتی نظر آتی ہے تو زبان حال سے فرماتے ہیں ؎

یہ حملے نہ دیکھے یہ صف آرائی نہ دیکھی　　افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی

جب نہر سے پلٹتے ہیں۔ شہداء کے لاشوں کی طرف حملہ کرتے ہوئے آتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

الموت اولیٰ من قبول العار والعار اولیٰ من دخول النار۔	اے میرے بہادرو! جاں نثارو! بیشک ذلت و عار کی زندگی سے موت بہتر ہے۔ مگر دین اور حق کو مقابہ میں جہنم میں داخل ہونے سے عار قبول کرنا افضل ہے۔

کبھی حملہ کرتے ہوئے۔ لڑتے لڑتے خیام اہلبیت اطہار علیہم السلام کے قریب جب پہنچ جاتے ہیں تو غریب و بیکس غمزدہ بی بیوں اور بچوں کی ڈھارس بندھانے کے لیئے اور اُن کا اطمینان دلانے کے لیئے فرماتے ہیں۔ حسینؑ ابھی زندہ ہے۔ جب تک دم میں دم ہے اپنے اہلبیت کی حمایت کرونگا۔ اور نانا رسولؐ کے دین پر جان دیدونگا۔ انا حسین ابن علی ؛ الیت ان لا انثنی ؛ احمی عیالات ابی ؛ امضی علیٰ دین النبی (میں ہوں حسینؑ علیؑ کا بیٹا۔ جب تک میرے دم میں دم ہے اپنے باپ کی ذریت و عیال کی حمایت کیے جاؤں گا۔ اور دین نبی پر جان دیدونگا) واقعی حسینؑ سا بہادر اور شجاع۔ حسینؑ سا دلیر اور جری دنیا میں نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ حسینؑ بیشک نانا کا فخر ہے۔ بابا کا شرف ہے۔

نہایت تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ حسینؑ فرزند رسولؐ، وارث شجاعت محمدیؐ کی شجاعت و بہادری کے سکے غیر مذہب اور غیر قوموں کے دلوں پر تو بیٹھیں اور علماء و مؤرخین اسلام و غیر اسلام انصاف پسند اصحاب حسینؑ کی بے مثل و بے نظیر بہادری و شجاعت کا اعتراف و اقرار کرتے ہوئے اپنی تالیفات میں لکھ جائیں کہ حسینؑ پر بہادری کا خاتمہ ہے حسینؑ سا بہادر شجاع کوئی نہیں ہوا۔ مگر خود حسینؑ کے نانا کو بعض کلمہ گو مسلمان کہلانے والے اصحاب یزید کی طرفداری و حمایت میں حسینؑ کے شرف و منزلت کو مٹانے کے لیئے حسینؑ کو معاذ اللہ بزدل اور درجۂ شجاعت سے گرا ہوا دکھلانے کی کوشش کریں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؎

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد　　وائے گر از پس امروز بود فردائے

ملاحظہ ہو علامہ ابو اسحاق اسفرائنی کا قول جو علامہ موصوف نے اپنے مقتل نور العین میں لکھا ہے۔ (صفحہ ۴۹) علامہ موصوف لکھتے ہیں :۔

ثم انہ خرج من الخیمہ ورکب جواد وحمل	پھر حسین خیمہ سے نکلے اور اپنے گھوڑے پر

علی القوم فانھزموا من بین یدیہ کالجراد المنتشر فرجع وقال لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ثم رجع الیھم ثانیا وقال الیھم ویلکم لماذا تقتلونی اعلیٰ عمد نکثت ام علیٰ سنۃ غیر تھا ام علیٰ شریعۃ بدلتھا ام علیٰ حق ترکتہ فقالوا نقتلک بغضا منا لابیک فعند ذالک غضب الحسین غضبا شدیدا

سوار ہوئے اور دشمنوں پر حملہ کیا۔ پس حسینؑ کے سامنے سے یہ لوگ اس طرح بھاگتے تھے جس طرح ٹڈیاں اُڑجاتی ہیں۔ حسین لوٹے اور فرمایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر حسینؑ دوسری مرتبہ بڑھے۔ اور فرمایا افسوس ہے تم پر۔ تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو۔ کیا میں نے کوئی عہد توڑ دیا ہے، یا کسی حکم شریعت کو بدل دیا ہے یا کسی حق کو چھوڑ دیا ہے؟ ان بدبختوں نے جواب میں کہا کہ ہم تو آپ کو اُس بغض اور عداوت کی وجہ سے قتل کرتے ہیں جو ہم کو تمہارے باپ سے ہے۔" (نوٹ حسینؑ کے قاتلوں کو شیعہ علیؑ بتانے والے ان لوگوں کے اس جواب پر ضرور غور فرمادیں)۔ یہ سنکر حسینؑ سخت غضبناک ہوکر حملہ فرمایا۔ اور ایک زبردست رجز پڑھتے تھے اور حملہ فرماتے تھے۔

ثم حمل علی القوم وصرخ فی اوسطھم وجادا فیھم وجعل یحصد الابدان حصدا ویضرب فیھم ذات الطول والعرض وذات الیمین والشمال حتیٰ ترک الرجال تحت سنابك الخیل ودماھم کالانھار۔

پھر حسینؑ نے دشمنوں پر حملہ فرمایا۔ (اشیر ژیاں کی طرح) صفوں کے بیچ میں در آئے۔ اُن کے بیچ میں تلواریں چلاتے، وار کرتے اور دورہ فرماتے تھے۔ اور دشمنوں کے جسموں کو (تلوار سے) کھیتی کی طرح کاٹ کاٹ کر پھینکتے تھے۔ کبھی طول یا حملہ فرماتے تھے اور کبھی عرض میں۔ کبھی میمنہ پر جاتے تھے اور کبھی میسرہ پر۔ یہاں تک کہ لوگ گھوڑوں کے سموں سے پامال ہوگئے اور اُن کا خون نہر کی طرح بہتا تھا۔"

نیز ملاحظہ ہو کہ علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۴۰ میں حسینؑ کے اس آخری جہاد کے حالات کو اس طرح درج فرماتے ہیں:-

وحمل الناس علیہ عن یمینہ وشمالہ فحمل علی الذین عن یمینہ فتفرقوا ثم حمل علی الذین عن یسارہ فتفرقوا ما رؤی مکثور قط قد قتل ولدہ واھل بیتہ واصحابہ اربط

حسین کو دشمنوں نے دائیں بائیں دونوں جانب سے گھیر لیا۔ پس حسینؑ نے دائیں جانب حملہ کرکے سب کو بھگا دیا۔ پھر پلٹ کر جب بائیں جانب حملہ کرتے ہوئے آئے تو سب کو مار کر ہٹا دیا۔ راوی کہتا

جاشا منه ولا امضى جنانا ولا اجراء مقدما منه ان كانت
الرجالة لتنكشف عن يمينه وشماله انكشاف
المعزى اذا شد فيها الذئب فبينما هو كذلك
اذ خرجت زينب وهي تقول ليت السماء
انطبقت على الارض وقد دنا عمر بن سعد
فقالت يا عمر ايقتل ابو عبد الله وانت تنظر
قدمعت عيناه حتى سالت دموعه على
خديه ولحيته وصرف وجهه عنها وكان
على الحسين جبة من خز وكان معتما مخضوبا
بالوسمة وقاتل راجلا قتال الفارس الشجاع
يتقي الرمية ويفترص العورة ويشد على
الخيل وهو يقول على قتلي تجتمعون اما والله
لا تقتلون بعدي عبدا من عباد الله الله اسخط
عليكم بقتله مني وايم الله اني لارجو ان يكرمني
الله بهوانكم ثم ينتقم لي منكم من حيث
لا تشعرون اما والله لو قتلتموني لالقى الله
باسكم بينكم وسفك دماءكم ثم لا يرضى
بذلك منكم حتى يضاعف لكم العذاب الاليم.
(صفحه ۲۰)۔

بیان کرتا ہے۔ خدا کی قسم! حسینؑ سے بڑھ کر کسی
شخص کو ایسا قوی دل، ثابت قدم، بہادر نہیں
دیکھا گیا۔ جو حسینؑ کی طرح شکستہ دل ہو، صدمے
اُٹھائے ہوئے، بیٹوں، عزیزوں اور دوست و
احباب کے داغ بھی کھائے ہوئے ہو۔ اور پھر حسینؑ
کی سی ثابت قدمی اور بے جگری سے جنگ کر سکے۔
بخدا دشمنوں کی فوج کے سوار اور پیادے حسینؑ
کے سامنے اس طرح بھاگتے تھے کہ جس طرح بھیڑ
بکریوں کے گلے بھیڑیئے کے حملے سے بھاگتے ہیں۔
حسینؑ اسی طرح جنگ کر رہے تھے کہ جناب زینبؑ
(رسولؐ کی نواسی، حسینؑ کی ماں جائی) خیمہ سے نکل آئیں
اور فرمایا۔ کاش آسمان زمین پر گر پڑتا۔ اے عمر سعد
تو دیکھ رہا ہے اور ابو عبد اللہ قتل کیئے جا رہے ہیں
یہ سنکر عمر سعد رو پڑا۔ آنسو ڈاڑھی پر بہنے لگے اور
اُسنے مُنہ پھیر لیا۔ اور حسینؑ اس وقت خز کا جُبّہ
پہنے ہوئے تھے۔ سر پر عمامہ بندھا ہوا تھا۔ اور
وسمہ کا خضاب لگائے ہوئے تھے۔ حسینؑ نے
گھوڑے سے گر کر بھی اُسی طرح جنگ فرمائی ہے
جس طرح جنگجو بہادر سوار جنگ کرتے ہیں۔ تیروں
کو بچاتے تھے۔ حملوں کو روکتے تھے۔ اور سواروں کے پیروں پر حملے فرماتے تھے اور کہتے تھے۔ اے
ظالمو! میرے قتل پر تم جمع ہوئے ہو۔ قسم خدا کی میرے بعد تم کسی ایسے شخص کو قتل نہ کر سکو گے کہ
جس کے قتل کرنے سے میرے قتل سے بڑھ کر خدائے جلیل تم پر زیادہ غضبناک ہو۔ قسم ہے خدا
کی مجھے پوری امید ہے کہ جس قدر بھی تم مجھے ذلیل کرتے ہو اُسی قدر خداوند عالم مجھے عزت دیگا۔
پھر میرا خدا اچانک کہ تم کو خبر بھی نہ ہوگی تم سے میرا انتقام لیگا۔ اور قسم ہے خدا کی۔ جب تم مجھ کو
قتل کر دوگے تو خدا تم کو آپس میں ہی لڑا دیگا۔ تمہارے خون بہائیگا اور پھر بھی تم سے راضی نہ ہوگا

یہاں تک کہ تم پر اپنے سخت عذاب کو دُگنا فرما دے۔ بے شک حسینؑ کی یہ سچی پیشین گوئی کیسی صحیح ثابت ہوئی۔ مٹ گئے آپ زمانہ سے مٹانے والے۔ اور حسینؑ کا نام نامی قیامت زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اور ہر جگہ عزت و محبت سے یاد کیا جاتا ہے اور یاد کیا جاتا رہے گا۔ روحی لہ الفداء

اب ہم امام حسینؑ کی بے نظیر و بے مثال شجاعت و بہادری اور جنگ حسینی کے متعلق ایسے شخص کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ جو خود معرکہ کارزار میں موجود ہے۔ حسینؑ سے مقابلہ میں جنگ کر رہا ہے۔ اور خود حسینؑ پر حملہ کرتا ہے۔ حسین کا دشمن ہے۔ جس کو علامہ محمد ابن جریر طبری جیسے معتبر و محقق مورخ نے اپنی مشہور تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۹ میں درج فرمایا ہے وھو ہذا۔

عن الحجاج ابن عبد اللہ بن عمار بن عبد یغوث البارقی وعتب علی عبد اللہ بن عمار بعد ذالک مشہدہ قتل الحسین فقال عبد اللہ بن عمار ان لی عند بنی ھاشم لیدا قلنا لہ وما یدک عند ھم قال حملت علی الحسین بالرمح فانتھیت الیہ فو اللہ لو شئت لطعنتہ ثم انصرفت عنہ غیر بعید وقلت ما اصنع بان اتولی قتلہ یقتلہ غیری قال فشد علیہ رجالۃ ممن عن یمینہ وشمالہ فحمل علی من عن یمینہ حتی ابذعروا وعلی من عن شمالہ حتی ابذعروا وعلیہ قمیص لہ من خز وھو معتم قال فو اللہ ما رأیت مکثورا قط قتل ولدہ واھل بیتہ واصحابہ اربط جاشا ولا امضی جنانا منہ ولا اجراء مقدما واللہ ما رایت قبلہ ولا بعدہ مثلہ ان کانت الرجالۃ لتنکشف من عن یمینہ وشمالہ انکشاف المعزی اذا شد فیہا الذئب الخ۔ یعنی حجاج اپنے باپ عبد اللہ ابن عمار ابن یغوث البارقی سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ عبد اللہ ابن عمار لشکر یزید کی طرف سے معرکۂ کربلا میں خود شریک تھا۔ واقعۂ کربلا کے بعد لوگوں نے اس پر ناراضی و عتاب کا اظہار کیا۔ کہ تو کیوں قتل حسین کے لیئے گیا تھا۔ اُس نے کہا کہ گو وہ قتل حسینؑ کے لیئے گیا تھا مگر میں نے اس معرکہ میں۔ بنی ہاشم پر ایک بڑا احسان کیا ہے۔ اُس سے پوچھا گیا کہ وہ احسان کیا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ میں نے نیزہ کا حملہ حسین پر کیا تھا اور اُن کے پاس پہنچ گیا تھا۔ خدا کی قسم اگر میں چاہتا تو اُن کو نیزہ مارتا۔ مگر اُن کے پاس سے پلٹ آیا۔ اور تھوڑی دور اُن سے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور دل میں کہا کہ مجھے ایسے شخص کے قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے جس کو دوسرا قتل کر دیگا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ پیادوں کے ایک دستہ نے داہنی طرف سے اور دوسرے نے بائیں طرف سے حسینؑ پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ امام حسینؑ نے معًا اس دستہ پر حملہ کیا جو داہنی طرف تھا پس حسینؑ کے

حملہ کرتے ہی وہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر حسین بائیں طرف مڑے اور اُن پر بھی اسی طرح حملہ کیا پس ایک شخص بھی حضرت کے پاس ٹھیرنے کی جرأت نہ کرسکا حسین صرف خز کا ایک کرتہ پہنے ہوئے تھے۔ اور سر پر عمامہ بندھا ہوا تھا۔ پھر عبداللہ بیان کرتا ہے۔ قسم ہے خدا کی۔ میں نے کبھی ایسے مجروح و زخمی دل شکستہ شخص کو جس کا تمام کنبہ بیٹے، بھائی، عزیز اصحاب سامنے قتل کیے جا چکے ہوں۔ نہ حسینؑ سے پہلے نہ حسینؑ کے بعد حسین جیسا مضبوط دل۔ بے دھڑک، نہایت اطمینان اور شجاعت و بہادری سے دشمن پر حملہ کرنے والا۔ اور کمال استقلال و جرأت سے لڑنے والا نہیں دیکھا۔ ہاں قسم ہے خدا کی میں نے حسینؑ جیسا بہادر بے مثل و بے نظیر نہ پہلے کسی کو دیکھا اور نہ بعد کو۔ یہ حالت تھی کہ پیادوں کی صفیں جب اُن پر ٹوٹ پڑتی تھیں تو حسینؑ کے ذرا سے اِدھر اُدھر مڑ جانے سے اس طرح دائیں بائیں کی صفوں میں بھاگڑ پڑ جاتی تھی جس طرح بکریوں بھیڑوں کے گلّے میں کسی بھیڑیے کے حملہ کرنے سے اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔

اب ایک غیر مسلم یوروپین محقق، مورخ کی تحریر کو بھی ملاحظہ فرمایا جائے۔ اس انصاف پسند مورخ نے کس خوبی و عمدگی سے بدلائل ثابت کیا ہے کہ حسین پر بہادری و شجاعت کا خاتمہ ہے حسین سا بہادر و شجاع دنیا میں نہیں گزرا۔

مسٹر جیمس کارکرن اپنی تاریخ چین دفتر دوم باب ۱۶ جلد ۲ میں لکھتے ہیں:

"دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے لیکن کئی شخص ایسے گزر گئے ہیں کہ اُنکے سامنے رستم کا نام قابل لینے کے نہیں ہے۔ چنانچہ اوّل درجہ میں حسین ابن علی کا مرتبہ بہادری میں ہے کیونکہ میدان کربلا میں گرم ریت پر اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا ایسا کام کیا ہو اُس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں ہے۔ کس کی قلم کو قدرت ہے کہ امام حسینؑ کا حال لکھے۔ کس کی زبان میں یہ لطافت و بلاغت ہے کہ اُن ۷۲ بہتّر بزرگواروں کی ثابت قدمی اور تہور و شجاعت اور تیس ہزار سوار خونخوار شامی کے جواب دینے۔ اور ایک ایک کے ہلاک ہو جانے کے باب میں مدح جیسا کہ چاہیئے کر سکے۔ کس کی نازک خیالی کی یہ رسائی ہے کہ اُن لوگوں کے دلوں کے حال کو تصوّر کرے۔ کہ کیا کیا اُن پر گزرا۔ اُس وقت سے جبکہ عمر سعد نے دس ہزار سوار سے اُن کو گھیر لیا۔ اُس وقت تک کہ جب شمر ملعون نے سر کاٹ لیا۔ کیونکہ ایک کی دو ادو مشہور ہیں۔ اور مبالغہ کی یہی حد ہے کہ جب کسی کے حال میں یہ کہا جاتا ہے کہ دشمن نے چار طرف سے

گھیر لیا لیکن حسین اور بہتر تن کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے تنگ کیا تھا۔ اور اس پر بھی قدم نہ ہٹا۔ چنانچہ چار طرف سے تو دس ہزار فوج یزید کی تھی۔ جن کے نیزوں اور تیروں کی بوچھار مثل آندھی کے آتی تھی۔ اور پانچواں دشمن عرب کی دھوپ تھی جس کی مثال کسی سے زیر فلک نہیں ملتی۔ اور یہی کہنا ہوتا ہے کہ عرب کی دھوپ کی مانند ہوتی ہی کی دھوپ ہے۔ اور چھٹا دشمن وہ ریگ کا میدان تھا جو آفتاب کی تمازت میں شعلوں اور تنور کے خاکستر سے زیادہ پر سوز تھا۔ بلکہ اس کو دریائے قہار کہنا چاہیئے جس کے بلبلے بنی فاطمہ کے پاؤں کے آبلے تھے اور دو دشمن سب سے ظالم بھوک اور پیاس مثل دغا باز ہمراہی کے ... کے برابر عدو نہیں ساتھ تھے۔ اور تشنگی سے زبان پھول کر کے جب پھٹ جاتی تھی تب ہی اُن کی خواہش اندکے تھمتی تھی۔ پس جنہوں نے ایسے معرکہ میں ہزارہا کا فروں کا مقابلہ کیا ہو اُنہیں کی ... بہادری کا ہو چکا۔"

پس حسینؑ کی بے مثال شجاعت و بہادری کے متعلق غیر متعصب انصاف پسند حضرات کے لیئے کافی سے زیادہ ثبوت پیش ہو چکے ہیں۔ واقعی میر انیس مرحوم نے شجاعت حسینؑ کا نقشہ نہایت لطافت کے ساتھ اپنے ان اشعار میں اُتارا ہے ؎

دو دن کی بھوک پیاس میں کیا کیا لڑے حسینؑ ... حیدر کی شان سے لب دریا لڑے حسینؑ
اللہ رے حرب۔ لاکھوں سے تنہا لڑے حسینؑ ... ایسا کوئی لڑا نہیں جیسا لڑے حسینؑ

غل تھا خدا کی راہ میں بس دو ولی لڑے
یا فاطمہؑ کا لال لڑا یا علیؑ لڑے

بس حسینؑ نانا کی شجاعت اور بابا کی بہادری کے جوہر دکھلا چکے ہیں۔ ایفائے وعدہ کا وقت قریب آگیا ہے۔ ذوالفقار حیدری کو میان کر چکے ہیں۔ بھاگا ہوا یزیدی لشکر پلٹ آیا ہے۔ حسینؑ زخموں سے چور کھڑے ہیں۔ عزیز و اقربا۔ دوست و انصار کی لاشیں خون میں ڈوبی سامنے پڑی ہیں۔ حسرت بھری نظروں سے خون میں ڈوبے۔ خاک پر پڑے ستاروں کو دیکھ رہے ہیں۔ اور پکارتے ہیں۔ اے مسلم ابن عقیل! اے ہانی ابن عروہ! اے حبیب ابن مظاہر! اے زہیر قین! اے مسلم ابن عوسجہ! اے بریر! اے نافع! اے ہلال! اے حُر! اے علی اکبر! اے قاسم! اے عون! اے محمد! یا ابطال الصفا یا فرسان الھیجا! اے میرے پیارے بہادرو! اے معرکہ کارزار کے شہسوارو! میرے جانباز جوانو! جاں نثارو! دلیرو! تم کو کیا ہو گیا ہے۔ دیکھو میں تم کو پکار رہا ہوں۔ تم کو جگا رہا ہوں۔ مگر پیارو تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔"

دیتے تم کیوں نہیں اُٹھتے۔ تم کیسی نیند سو رہے ہو۔

عجب طرح کا ہے خواب شیریں کہ موت رکھا ہی نام جس کا ٭ کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے ہم اُنکو جگا جگا کر

کیوں پیارو! کیا تمہاری محبت اپنے امام سے بدل گئی ہے۔ کیا تم نے میری نصرت سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے۔ دیکھو۔ یہ تمہارے رسول ص کی آل، تمہارے پیارے نبی ص کی ذریت، بیکس بیبیاں آہ وزاری کر رہی ہیں۔ آل محمد ص کے بچے بلک رہے ہیں۔ کیا میرے پیارو! تم ان مصیبت زدہ غریبوں کی امداد کے لیئے نہیں اُٹھو گے۔ اور ان ظالم، بیدین، خونخوار دشمنوں کو ہم سے نہیں ہٹاؤ گے۔ ہائے افسوس ہا! اے میرے پیارے وفادارو! بیشک تم ہر گز منہ پھیرانے والے نہ تھے۔ موت نے تم کو کھا لیا۔ دغاباز زمانہ نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی۔ ورنہ تم تو کبھی بھی مجھے چھوڑنے والے نہ تھے۔ بیشک پیارو! تم تو موت کی نیند سو رہے ہو۔ میں خود تمہارے فراق میں خون کے آنسو روتا ہوں اور بہت جلد تمہارے پیچھے پیچھے تمہارے پاس پہنچتا ہوں۔ لاریب ہمارا ماوا و ملجا ہمارا رب ہی ہے۔ خدا کی ہی طرف ہم جانے والے اور اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں۔

قوم اذا نودوا الدفع ملمۃ ٭ والقوم بین مداعس ومکردس

لبسوا القلوب علی الدروع واقبلوا ٭ یتہا فتون علی ذھاب الانفس

نصروا الحسین فیا لھا من فتیۃ ٭ عافوا الحیات والبسوا من سندس

کہ "میرے بہادرو! میرے جاں نثارو! تم تو ایسے باوفا محبت کے پتلے تھے کہ جب دشمن تیزی اور سرگرمی سے لڑائی کی آگ برسا رہے تھے۔ معرکہ کارزار تیزی کے ساتھ گرم ہو رہا تھا اور تم کو اس مصیبت وبلا کے دور کرنے کے لیئے پکارا گیا۔ مگر تم نے میری نصرت میں جانیں دینے کے لیئے اپنے بہادر اور شجاعت بھرے دلوں کو زرہوں کے اوپر پہن لیا تھا اور مرنے کے لئے ایک دوسرے پر بڑھتا تھا۔ اے میرے نوجوان بہادرو! ہائے ہائے تم نے اپنے پیارے حسین ع کی نصرت ومحبت میں حیات دنیا کو چھوڑ دیا۔ اور بہشت کے استبرق وسندس کے خونی کفن پہن لیئے۔"

پھر ابو اسحاق اسفرائنی کی روایت کے مطابق دوسرے اشعار پڑھتے ہیں اور اپنے خالق، مالک، پیارے محبوب سے خطاب فرماتے ہیں۔

یارب لا تترکنی وحیدا ٭ فقد تری اکثر العصیان والجحودا

قد صیرونا بینهم عبیدا — یرضون فی فعالهم یزیدا
اما اخی فقد مضی شهیدا — معفرا بدمه وحیدا
فی وسط قاع مفردا بعیدا — وانت بالمرصاد لن تحیدا

اے میرے پیارے رب! مجھے ان کافروں میں تنہا نہ چھوڑ، تو دیکھتا ہے کہ ان ظالموں کی سرکشی حد سے بڑھ گئی ہے۔ اور مجھے چاروں طرف سے گھیر کر قید کر لیا ہے۔ اور اپنے ہر فعل میں یزید کی خوشی اور رضا کو چاہتے ہیں۔ میرا بھائی خاک و خون میں غلطاں تن تنہا جنگل بیابان میں شانے کٹائے شہید راہ الٰہی بنا پڑا ہے۔ اے میرے پیارے مالک! میرے اللہ! تو فرزندان ظالموں کی گھات میں ہے تیرے عذاب سے یہ بچ نہیں سکتے۔

حسینؑ کی مناجات

نینوا کے جلتے بلتے جنگل میں، کربلا کے چٹیل میدان میں جبکہ آفتاب نصف النہار سے گزر چکا ہے۔ عرب کی دھوپ انگارے برسا رہی ہے۔ گرم ریت چنگاریاں اڑا رہا ہے۔ زمین لوہے کی طرح تپ رہی ہے، لوئیں چل رہی ہیں۔ اور گرم شعلے اڑ رہے ہیں۔ خونخوار دشمن جان کے لاگو، لہو کے پیاسے، ایک نہیں ہزاروں، ہزاروں نہیں لاکھوں تلواریں سونتے، نیزے اٹھائے۔ برچھیاں سنبھالے تیر اور پتھر برسا رہے ہیں۔

ایک انسان کامل مقدس ہستی اپنے محبوب کی یاد عشق الٰہی میں مستغرق، عالم محویت میں کھڑی جھوم رہی ہے۔ اور نور محمدی کے جلوے دکھا رہی ہے۔ تسلیم و رضا کے جوہر چمکا رہی ہے۔ دنیائے فانی کی نجس و ناپاک لذتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھ کر ثابت قدمی سے ٹھکرا رہی۔ اور عشق الٰہی میں انتہائی سختیوں اور مصیبتوں کو جھیل کر بقائے دوام کا تاج پہنتی اور مسلم حقیقی کی شان دکھلاتی ہے۔

حسینؑ یکہ و تنہا بے یار و مددگار دشمنوں کے ہجوم میں جلتی بلتی دھوپ میں گرم ریت پر کھڑے ہیں۔ نانا رسول عربیؐ محبوب الٰہی کا گلابی عمامہ مگر پیچ کٹے، خون میں بھرا سر پر دھرا ہے۔ پیرہن محمدیؐ زیب بدن ہے۔ مگر تیروں سے چھلنی چھلنی اور خون سے رنگین۔ قبا کے دامن علی اکبر کے خون سے لال ہیں۔ علی اصغر کے لہو سے چہرۂ انور گلنار ہے۔ پیشانی مبارک سے خون ٹپک رہا ہے۔ آفتاب امامت خونی شفق میں جھلملا رہا ہے۔ عباس کے غم سے کمر جھک گئی ہے۔ بدن زخموں سے چور ہے۔ سینہ سے خون کے فوارے بہہ رہے ہیں۔ پیاس سے کلیجہ ٹھنک رہا ہے۔

دھوتیں اُٹھ رہے ہیں۔ گلزار محمدی کے پھول مرجھائے ہوئے، خون میں ڈوبے ہوئے خاک پر بکھرے پڑے ہیں۔ انصار و اقربا کی لاشیں خلعت شہادت پہنے، خونی کفن اوڑھے خاک پر پڑی ہیں۔ برابر کا بیٹا، کڑیل جوان، شبیہ پیغمبر صسینہ پر برچھی کھائے، خون میں ڈوبا خاک پہ سو رہا ہے۔ بھائی کی نشانی حسنؑ کا چاند خون کی مہندی لگائے، لہو میں نہائے رنگ گرم ہو پڑا ہے۔ بہن کے لاڈلے زخموں سے چور، لہو میں لال سامنے لیٹے ہیں۔ لشکر کی زینت، بچوں کی ڈھارس، سکینہ کا سقہ، علیؑ کا شیر، قوت بازو شانے کٹائے، خون میں نہائے، نہر کے کنارے، ترائی میں آرام فرما رہا ہے۔ حسینؑ کا آخری ہدیہ، خزانۂ احمدی کا جواہر ریزہ چھ مہینہ کا لال باچھوں میں دودھ، گلے میں تیر، خون میں لتھڑا، باپ کی آنکھوں کے سامنے ننھی سی قبر میں آرام کر رہا ہے۔ آلِ محمدؐ کی سب قربانیاں قربان گاہِ توحید میں قبول ہو چکی ہیں۔ قتلگاہ یار اجڑنے کا نقشہ دکھلا رہا ہے۔ خیام اہلبیت سے تین دن کے بھوکے پیاسے بچوں کے بلبلانے اور العطش کی فریاد سنائی دے رہی ہے۔ غمزدہ، صدمہ رسیدہ بی بیوں اور بیواؤں کے رونے اور نوحہ و بکا کی دل ہلا دینے والی آوازیں کان میں گونج رہی ہیں۔ مگر یہ عشق خدا کا متوالا، اسلام کا فریفتہ توحید کا شیفتہ صبر و رضا کا پتلا یاد محبوب میں محو اور مناجات میں مشغول ہے۔ جوں جوں مصیبت و بلا بڑھتی جاتی ہے رنگ شگفتہ ہوتا جاتا ہے۔ دربار محبوب میں عرض کرتے ہیں ؎

بجرم عشق توام می کشند غوغائے ــــ زلامکاں نظرے کن کہ خوش تماشائے

میرے مالک! میرے آقا! میرے پیارے محبوب! بس یہ تیرا احسان ہے، یہ تیری امداد ہے کہ یہ تیرا حسینؑ تیرے عشق کی کٹھن مہم کو سر کر رہا ہے۔ بس تو نظر رحمت سے میری ان قربانیوں اور ان فدیوں کو قبول فرما۔ اور یہ آخری میرے سر دینے کی مہم بھی سر ہو جائے۔ رب وددت ان اقتل واحیٰ سبعین مرۃ فی طاعتك ومحبتك سیما اذا کان فی قتلی نصرۃ دینك واحیاء امرك وحفظ ناموس شرعك۔ اے میرے رب! میں تو اس امر کو دوست رکھتا ہوں کہ تیری محبت وطاعت میں مجھے ستر مرتبہ قتل کیا جاوے۔ اور زندہ کیا جاوے۔ خاصکر اس وقت جبکہ میرے قتل میں تیرے دین کی نصرت ہو۔ اور تیرا امر زندہ ہو اور تیری شریعت کی تیرے ناموس کی حفاظت میرے قتل سے ہو۔

پھر عرض کرتے ہیں۔ اے میرے پیارے مالک! ؎

ترکت الکل طرا فی ھواك ــــ وایتمت العیال لکی اراك

تو بہتر جانتا ہے۔ صرف تیری محبت و عشق میں میں نے سب سے ہاتھ اُٹھالیا ہے۔ فقط تیرے دیدار کے شوق میں اہل و عیال کو چھوڑ دیا ہے۔ بچوں کو یتیم بنا دیا ہے۔

ولو قطعتنی فی الحب اربا   لما حن الفواد الی سوالک

اے پیارے معبود! اگر تیری محبت میں، تیرے عشق میں، میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جاویں تب بھی میرا دل سوائے تیرے کسی طرف مائل نہ ہوگا۔

مرزا دبیر مرحوم نے مناجات حسینی کو خوب نظم فرمایا ہے ؎

دُرِ دنداں مرے نانا نے تجھے نذر دیا   لے گئی نذر کو پہلوئے شکستہ زہراءؑ
سُرخرو ہے ترے دربار میں بابا میرا   دل کے ٹکڑے مرے بھائی نے کیئے تجھ پہ فدا
آج شبیر بھی ان سب کے مقابل ہو جائے
سر مرا گر تری سرکار کے قابل ہو جائے

یہ خدا کا عاشق صادق، رسول الٰہی کا جانی حسینؑ مظلوم یادِ محبوب میں محو مشغول مناجات ہے۔ پتھروں کا مینہ برس رہا ہے۔ تیروں کی بوچھار پڑ رہی ہے۔ کوئی ظالم بے دین بڑھ کر نیزہ لگا جاتا ہے۔ کوئی جفا کار قریب آکر تلوار کا وار کر جاتا ہے۔ ایک شقی نے تاک کر سینۂ مبارک پر تین بھال کا تیر مارا۔ عاشق کی زبان پر فوراً محبوب کا نام آیا حسینؑ نے فرمایا۔ بسم اللہ وباللہ علی ملۃ رسول اللہ۔ حسینؑ نے سینہ سے تیر کھینچا۔ خون کا فوارہ اُبلا۔ لہو کو چلو میں لیا۔ اور چہرۂ مبارک پر مل کر فرمایا ھٰکذا القی جدی رسول اللہ۔ میں اسی طرح اپنے نانا رسول الٰہی کی خدمت میں حاضر ہونگا۔ صالح بن وہب مزنی ملعون نے پہلوئے مبارک پر اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ وہ عرش اعظم کا ستارہ نبیؐ کے کاندھے پر بیٹھنے والا، رسولؐ کے سینہ پر سونے والا، فاطمہؑ کی گود کا پالا زمین پر تشریف لے آیا ؎

نہ ذوالجناح دگر تاب استقامت داشت   نہ سید الشہدا بر جدال طاقت داشت
بلند مرتبہ شاہے ز صدر زیں افتاد   اگر غلط نہ کنم عرش بر زمیں افتاد

حسینؑ قربان گاہ الٰہی میں ایک اور قربانی چڑھاتے ہیں

عصر کا ہنگام ہے۔ فاطمہ زہرا کا چاند لب بام ہے۔ فرزندِ رسول محو طاعت الٰہی اور عبادت محبوب میں مصروف ہے۔ کبھی قیام ہے کبھی قعود ہے۔ چلتے چلتے ایک اور

آخری نذرانہ، حضوری دربار کا تحفہ محبوب کی سرکار میں پیش کرتے ہیں۔ نانا کی شہادت سترے کے وارث حسینِ سبز قبا کی طرف سے ایک اور دُرِ شہوار قربانگاہ توحید پر چڑھاتے ہیں
حسنؑ کا چاند خیمہ سے نکلتا ہے۔ چچا کی طرف دوڑتا ہے۔ چاند سے چہرہ پر زلفیں بکھر رہی ہیں۔ کانوں میں بُندے ہل رہے ہیں۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں۔ ہونٹ پیاس کی شدت سے پپڑا گئے ہیں۔ ننگے پاؤں جلتے بلتے ریت پر آگ کے دریا کو تیرتا چچا کی طرف آرہا ہے۔ باپ کی روح یعنی حسن سبز قبا دامن کا سایہ کیے ساتھ ساتھ ہے۔ اور فرما رہی ہے۔ ہاں ہاں بیٹا جانی! دیکھو چچا تلواروں کے سایہ میں ہے۔ جلدی کرو۔ چچا پر قربان ہو جاؤ۔ تم بھی فدیۂ الٰہی بنو۔ نانا رسولؐ کے سلام کو جنت میں آؤ۔ دادا علیؑ کے ہاتھ سے کوثر کا جام پیو۔ بہشت کے گلزاروں میں کھیلو۔ دادی فاطمہ زہرا کی لوریاں سنو۔ قاسم کے پہلو میں آرام کرو۔
حسینؑ دیکھتے ہیں کہ حسنؑ کا چاند بھائی کا لاڈلا، چچا کی محبت کا متوالا دوڑا آرہا ہے بہن کو پکارتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ یا اختی احبسیہ۔ اے بہن حسنؑ کی نشانی کو سنبھالو۔ تلواروں کی آگ میں اس یتیم کو نہ آنے دو۔ زینبؑ دوڑ کر بچہ کو پکڑ لیتی ہیں مگر بچہ تلملا کر ہاتھ چھڑا کر عرض کرتا ہے کہ پھوپھی جان خدا کے لیے چھوڑ دو۔ قسم ہے خدا کی۔ لا افارق عمی۔ میں چچا کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ میرے پیارے چچا تنہا ہیں۔ ظالموں میں گھرے ہوئے ہیں۔ بچہ قتلگاہ میں چچا کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ بجر ابن کعب ملعون تلوار کا وار حسینؑ پر کرنا چاہتا ہے۔ بچہ دوڑ کر چچا سے لپٹ جاتا ہے۔ اور ظالم بے دین کو للکار کر کہتا ہے کہ او زانیہ کے بیٹے! حرامزادے! تو میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ بڑھ کے ننھے ننھے ہاتھوں پر تلوار کو روکتا ہے۔ ظالم کی تلوار پڑتی ہے۔ پہنچے قلم ہو کر ہاتھ لٹک جاتے ہیں۔ بچہ غش ہو کر گرتا ہے حسینؑ یتیم حسنؑ کو سینہ سے لپٹا لیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ یا ابن اخی اصبر علی ما نزل بک۔ پیارے مصیبت میں صبر کرو۔ اور حکم الٰہی کو جو بھی ہو بہتر اور خیر سمجھو۔ حرملۂ ملعون، اصغر شیر خوار کا قاتل بڑھ کر تیر مارتا ہے حسنؑ کا چاند حسینؑ کی گود میں خون میں ڈوب کر غروب ہو جاتا ہے۔

اب حسین فریضۂ الٰہی نماز عصر کو تمام کر کے سجدۂ شکر میں جُھک گئے ہیں۔ بیرحم قاتل خنجر لیے سر پر کھڑا ہے۔ خدا کا عاشق اپنے محبوب کی یاد میں سجدہ میں پڑا شکر الٰہی کر رہا ہے۔

صداقت وحقانیت کی قدر کرنے والے حضرات اور ہمارے انصاف وسچائی پسند ناظرین ذرا حسینؑ کے بے مثال اور بلاشک وشبہ صبر واستقلال کے عدیم النظیر کیرکٹر اور محبت وعشق الہٰی کے عدیم المثال جلوے کو ملاحظہ فرماویں۔ اور غور کریں کہ ایک انسانی ہستی جو ایسے سخت مصائب اور شدید آلام کے تراکم میں اور ایسے انتہائی صدمات عظیم اور ہموم وغموم کے پے در پے ہجوم میں جبکہ ایک طرف بھوک وپیاس کے انتہائی صدمہ سے بے چین وبے قرار ہو۔ کلیجہ ٹپک رہا ہو۔ زبان خشک ہو کر پھٹ گئی ہو۔ اور سر سے پاؤں تک تیرہ وتلوار کے زخموں سے چور چور ہو۔ رگ رگ سے خون کے فوارے بہ رہے ہوں۔ اوپر سے دھوپ انگارے برسا رہی ہو۔ نیچے زمین جلتے بلتے ریت سے آگ کا فرش بچھا رہی ہو۔ اور اُس زخمی مجروح دل پر ایک نہیں بلکہ ۱۷ عزیزوں، نوجوان بیٹوں، پیارے بھانجوں، بھتیجوں، دوستوں اور انصار کے داغ ورنج بھی اُٹھا چکا ہو۔ یکہ وتنہا بے یار ومددگار ہزاروں خونخوار، لہو کے پیاسے دشمنوں میں گھرا کھڑا ہو اور آنکھوں کے روبرو خاندان کے شگفتہ پھول گرم ریت پر مرجھائے۔ بیٹوں، بھائیوں، عزیز وانصار کی خون بھری تصویریں، بے جان لاشے خاک وخون میں غلطاں بے گور وکفن خاک پر پڑے نظر آ رہے ہوں۔ اور دوسری طرف پیاری بہنوں، نبیؐ کی نواسیوں، لاڈلی بیٹیوں، یتیم بچیوں اور اہل حرم پر بعد شہادت سخت وشدید آنے والی مصیبت، تباہی وبربادی اور قید واسیری کی دردناک آفت کا دلخراش نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہو۔ بیمار وعلیل بیٹے زین العابدینؑ کا طوق وزنجیر سے جکڑا جانا، بھاری بھاری بیڑیاں پہن کر گرم ریت اور جلتے بلتے میدانوں، خاردار جنگلوں میں بادیہ پیمائی کرنا، شام وکوفہ کے بازاروں میں، یزید وابن زیاد کے فرعونی درباروں میں بحالت اسیری جانا، پیاری بہن زینب وکلثوم کے اسیر وقید ہونے کا دھیان، لاڈلی بیٹی سکینہ کے طمانچے کھانے کا پُردرد نظارہ آنکھوں کے آگے پھر رہا ہو۔ تو ایسا کون بہادر انسان ثابت قدم شجاع ہے کہ ایسی سخت وشدید مصیبتوں میں ثابت قدم رہ سکے۔ اور اپنے عزم وارادہ پر قائم وبرقرار رہ سکے۔ بیشک بڑے سے بڑے صابروں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ اور بہادر سے بہادر، قوی دل شجاعوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ مگر وہ ذات جو صبر واستقلال کا مجسمہ ہو، ثابت قدمی اور یقین کامل کا پیکر ہو اور جس نے اپنے نانا رسولؐ عربی محبوب الٰہی کی زبان چوس کر پرورش پائی ہو اور جو اپنے محبوب خدائے لاشریک کا بیشک

عاشق صادق اور سچا شیدائی ہو، وہی اس عشق الٰہی کی کٹھن منزل کو طے کرسکتا ہے ؎

یہ فقط کام ہوا فاطمہؑ کے جانی سے   مشکلیں جتنی پڑیں کاٹیں سب آسانی سے

بلا شک حسینؑ نے جس شان وکیفیت کے ساتھ اپنے یقین کامل اور عشق الٰہی کے جلوے عالم کو دکھلائے اور جس ثابت قدمی اور صبر و استقلال سے اپنی محویت اور ترک ماسوا اللہ کے نظارے دنیا میں پیش کیے ہیں۔ نہ یحییٰ سے ہوسکے۔ نہ عیسےٰ سے۔ نہ ایوب کرسکے۔ نہ زکریا۔ اور بیشک، نہ دنیا کا بہتر سے بہتر، بہادر سے بہادر انسان کرسکا ہے۔ اور نہ کرسکیگا۔

ملاحظہ ہو، حضرت عیسےٰ مسیح علےٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام آخری مصیبت کے وقت میں جبکہ سولی پر چڑھے ہوئے ہیں (جیساکہ عیسائی حضرات کا اعتقاد اور اُن کی انجیلوں میں درج ہے) کیا فرماتے ہیں۔ "اے میرے باپ! اگر ممکن ہو تو اس پیالے کو مجھ سے ٹال دے اور ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے خدا، اے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ (دیکھو جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لا کا رسالہ "دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ سقراط، مسیح، حسینؑ مطبوعہ سنہ ۱۹۲۰ء) ؎

از ہیچ پیمبرے نیاید ایں کار   واللہ کہ اے حسینؑ کارے کردی

حسینؑ ان تمام انتہائی مصیبتوں اور رنج والم میں اور سخت وشدید کیفیات درد وغم میں ثبات قدمی اور صبر ہی نہیں، بلکہ شکر الٰہی کے جلوے اور یقین کامل وعشق خداوندی کے کرشمے دکھلاتے اور یزید بے دین، فاسق وفاجر کی اطاعت وبیعت کو حقارت اور اُسکے تخت وسلطنت کو اپنی ثابت قدمی اور صبر واستقلال سے نفرت کے ساتھ ٹھکراتے ہیں۔ اب نہ حسینؑ کو پانی کی پیاس ہے۔ نہ بھوک کا صدمہ ہے۔ نہ زندگی کی آرزو ہے۔ نہ جان کی تمنا۔ نہ امان کی خواہش ہے، نہ راحت وآرام کی طلب۔ نہ اہل حرم کی اسیری وتباہی کا غم ہے۔ نہ زین العابدینؑ کے بیڑیاں پہننے کا فکر۔ بس خیال ہے تو یہ، اور دھیان ہے تو یہ کہ اسپنے معشوق اصلی اور معبود حقیقی، خدائے لاشریک کی آخری عبادت وطاعت ادا ہو۔ اور عاشق جانباز دربار محبوب میں عشق الٰہی کے نغمے اور توحید معبود کے ترانے سناتا، شکر کے سجدے کرتا سر خرو پہنچ جاوے ؎

جو خیال یار میں محو ہو اُسے ماسوا کی خبر کہاں   جسے اپنا دم بھی نہ یاد ہو اُسے دست و پا کی خبر کہاں

نہایت خندہ پیشانی، اطمینان کامل اور حضور قلب کے ساتھ محویت کے عالم میں نماز عصر

گوارا کرکے سجدۂ شکر کرنے کے لیے جبین نیاز، خون بھری پیشانی خاک پر رکھتے ہیں۔ اور بےرحم قاتل یزید کا بندہ، حبیب کا الٰہی، جو سر پر خنجر لیے ذبح پر آمادہ کھڑا ہے۔ اُس سے فرماتے ہیں کہ ذبح کرنا ہے تو کر سجدہ میں لے جھکتے ہیں ہم گو نہیں اکبر ہو مگر اللہ اکبر ساتھ ہے

اب نہ زبان کو طاقت ہے نہ قلم کو یارا ہے کہ اس ذبح عظیم کے انتہائی دردناک خونی منظر کا نقشہ کھینچ سکے ؎

نزدیک ہے کہ نیرِ دین بے سپہ چھپے ظلمتکدہ جہان ہو نور مبیں چھپے
ارضِ بلا میں زینتِ عرشِ بریں چھپے زہرا کا چاند خاک میں ۔ یہ زمیں چھپے

سیدانیاں فغاں کریں عرشِ علا ہلے
قبرِ رسولؐ و روضۂ مشکل کشا ہلے

خون آسماں سے برسے زمیں سے دھواں اٹھے شور فغاں سے عرصۂ کون و مکاں ہلے
تصویرِ مصطفےٰ ہو نہاں خاک کے تلے ساری بضاعتِ نبویؐ خاک میں ملے

پڑ جائے لوٹ سرورِ دیں کی کمائی ہیں
آئے جہاں آلِ محمدؐ تباہی ہیں

حسین کی شہادت

یہ رسولؐ کا جانی، محمدؐ عربی کا یادگار، ابراہیمؑ کا فخر، اسمٰعیلؑ کا شرف، یزید لعیں کی ہوا و ہوس کا شکار بنکر ایک بیدین کافر نما مسلمان کے ہاتھ سے سجدۂ الٰہی میں ذبح ہو جاتا ہے۔ اور عشقِ الٰہی کی قربان گاہ میں محبتِ الٰہی کا فدیہ ہو کر اسلام پر جان دیدیتا ہے۔ آفتابِ رسالت کا چاند نیزہ پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ محبوب کی یاد میں، عشقِ الٰہی میں کلام مجید کی تلاوت فرماتا ہے۔ لہو کی بوندیں ٹپکتی ہیں۔ توحید الٰہی کی صدائیں آتی ہیں۔ جسم بے سر خاک خون میں بھرا خاک پر پڑا تسبیح و تقدیس محبوب کر رہا ہے۔ نانا نواسہ کے غم میں خاک بسر ہوتا ہے۔ دیکھو صحیح ترمذی صفحہ ۲۱۸ جلد ۲ :-

قال ابو سعید حدثتنی سلمیٰ قالت دخلت علی ام سلمۃ وھی تبکی فقلت مایبکیکِ قالت رایت رسول اللہ صلعم یعنی فی المنام وعلیٰ راسہ ولحیتہ التراب فقلت مالک یا رسول اللہ قال

یعنی ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ سلمیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں حضرت ام سلمیٰ (زوجۂ رسول اللہ صلعم) کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تو میں نے دیکھا کہ ام سلمیٰ رو رہی ہیں۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا

شھدت قتل الحسین انفا | کہ میں نے رسول اللہ کو ابھی خواب میں دیکھا ہے۔ رسول اللہ کے سر اقدس اور ریش مبارک پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! یہ کیا ہوا؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ (اے ام سلمہ!) میں ابھی مقتل حسینؑ سے آرہا ہوں (شہادت حسین میاں احسن بحوالہ ترمذی)

نیز دیکھو استیعاب عبدالبر مکی قرطبی اندلسی جلد اول صفحہ ۱۴۴۔

عبداللہ ابن عباس بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے ایک دوپہر کو سوتے ہوئے خواب میں رسول اللہ کو دیکھا وھو قائم اشعث اغبر بیدہ قارورۃ فیھا دم فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ ماھذا قال ھذا دم الحسین لم ازل التقطہ منذ الیوم۔ فوجد قد قتل فی ذالک الیوم۔ یعنی رسول اللہؐ کھڑے ہیں۔ سر اقدس و چہرۂ انور پر خاک پڑی ہوئی ہے دست مبارک میں ایک شیشہ خون سے بھرا ہوا لے رہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ میرے ماں باپ قربان ہوں۔ یا رسولؐ اللہ یہ کیا حالت ہے؟ تو فرمایا۔ اے ابن عباس یہ حسین کا خون ہے۔ آج تمام دن اسی مصیبت میں خون حسینؑ کو جمع کرنے میں مجھے گزرا ہے۔ پس ہم نے دریافت کیا تو وہ دن وہی تھا جس روز حسینؑ کی شہادت واقع ہوئی۔

ہوا میں آسمانی آواز پیدا ہوتی ہے۔ کہنے والا دکھلائی نہیں دیتا ہے

اترجوا امۃ قتلت حسینا   شفاعۃ جدہ یوم الحساب

کیا وہ لوگ جنہوں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے قیامت کے دن حسینؑ کے نانا سے شفاعت کی امید کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ (استیعاب صفحہ ۱۴۴)

محبوب اپنے عاشق کا غم مناتا ہے۔ قدرت سوگ نشیں ہوتی ہے۔ دنیا میں صف ماتم بچھائی جاتی ہے۔ آسمان تھراتے ہیں۔ زمین کو زلزلہ ہوتا ہے۔ فلک سے خون برستا ہے۔ زمین لہو کے آنسو بہاتی ہے۔ دریا جوش کھاتے ہیں۔ ہوا خاک اڑاتی ہے۔ سیاہ آندھیاں آتی ہیں۔ آفتاب کو گہن لگتا ہے۔ دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔ ستارے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ اور عاشق جانباز کا ماتم کرتے ہیں[۱]۔ زمین و آسمان میں غلغلہ پڑتا ہے الا الا قد قتل الحسین

---

[۱] دیکھو تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی صفحہ ۲۰۷۔ لما قتل الحسین مکثت الدنیا سبعۃ ایام الشمس علی الحیطان کالملاحف المعصفرۃ والکواکب یضرب بعضھا بعضا وکان قتلہ یوم عاشوراء وکسفت الشمس ذالک الیوم واحمرت افاق السماء ستۃ اشھر بعد قتلہ وقیل انہ لم یقلب حجر بیت المقدس یومئذ الا وجد تحتہ دم

بکربلاء۔ واللہ قد قتل حسین ابن علیؑ۔ واللہ قد قتل امام ابن امام۔ ہائے ہائے حسینؑ کربلا میں قتل کر دیئے گئے۔ قسم ہے خدا کی حسینؑ ابن علیؑ قتل ہو گئے۔ قسم ہے خدا کی امام ابن امام شہید ہو گیا۔ (دیکھو مقتل ابو مخنف)

ینابیع المودۃ

عبیط حسین کے قتل ہونے پر سات روز تک دنیا کی یہ حالت رہی کہ دیواروں پر دھوپ مثل زعفرانی چادروں کے معلوم ہوتی تھی۔ ستارے ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے۔ حسینؑ عاشور کے روز شہید ہوئے تو اس روز آفتاب کو گہن لگا۔ چھ مہینہ تک افق آسمان خون کے آنسو روئی۔ بیت المقدس میں اُس روز جو پتھر اُٹھایا گیا پس اُس کے نیچے سے خون تازہ نکلا۔

تفسیر درمنثور میں تحت تفسیر آیہ فما بکت علیہم السّماء علامہ مذکور لکھتے ہیں۔ لما قتل الحسین احمرت آفاق السّماء اربعۃ اشہر وعن عطاء قال بکاء السماء حمرۃ آفاقھا۔ جب امام حسین شہید ہوئے تو چار مہینہ تک آسمان سرخ رہا۔ عطا کہتے ہیں کہ آسمان کا رونا اُسکے کناروں کے سُرخ ہوجانے سے مراد ہے۔ (تاریخ احمدی صفحہ ۳۰۸)

تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۷۴۔ قیل وسمع بعض اھل المدینۃ لیلۃ قتل الحسین منادیا ینادی ؎

ایھا القاتلون جھلا حسینا	ابشروا بالعذاب والتنکیل
کل اھل السماء یدعو علیکم	عن نبی وملائک وقبیل
قد لعنتم علی لسان ابن داو	د وموسیٰ وصاحب الانجیل

اے حسینؑ کے جاہل قاتلو! تم کو سخت عذاب وعقاب الہٰی کی بشارت ہو۔ تمام اہل آسمان، ہر ایک نبی، ہر ایک فرشتہ اور ہر ایک قبیلہ تمہیں بد دعا کرتا ہے۔ اور تحقیق تم پر لعنت نازل ہوئی ہے زبور، توریت اور انجیل میں بزبان داود وموسے وعیسے۔

ومکث الناس شہرین اوثلاثۃ کانما تلطخ الحوائط بالدماء ساعۃ تطلع الشمس، حتی ترتفع۔ دو تین مہینہ تک عالم کی یہ حالت رہی کہ طلوع آفتاب کے وقت ایک گھنٹہ تک گویا در و دیوار خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ سورج بلند ہوجاتا تھا۔ (ایسا ہی تاریخ کبیر علامہ جریر طبری جلد اول حصہ دوم صفحہ ۲۸۷ میں ہے)۔

تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۳۸ ینابیع ذکر ابو نعیم الحافظ فی کتابہ دلائل النبوۃ عن نضرۃ الازدیۃ

شہادت کے بعد یزید و ابن زیاد کے حکم کے موافق لاشِ حسینؑ پر گھوڑے دوڑائے گئے۔
جسم اقدس سے لباس اُتار کر لوٹا گیا۔ اور وہ جسم نازنین پھول سا بدن جو سینۂ رسولؐ پہ
سونے والا، فاطمہؑ کی گود کا پالا، جسے جبرئیلؑ نے جھولے جھلائے۔ میکائیل نے لوریاں

یا نہا قالت لما قتل الحسین امطرت السماء دماء فاصبحنا فاذا رحابنا وجرارنا
مملوۃ دماء و فی احادیث غیرھا ان السماء اسودت حتی رایت النجوم نہارا ولم
یرفع حجر الا تحتہ دم عبیط (صفحہ: ۳۰) حافظ ابو نعیم اپنی کتاب دلائل النبوہ میں نصرہ ازدیہ
سے روایت کرتے ہیں کہ جب حسین قتل ہو گئے تو آسمان سے خون برسا۔ صبح اٹھ کر ہم نے
دیکھا کہ ہمارے مٹکے، گھڑے، چلیاں، سب خون سے پُر ہیں۔ اور دوسری حدیث
میں ہے کہ آسمان پر اس قدر تاریکی اور اندھیرا چھا گیا تھا کہ دن کو تارے دکھائی دینے
لگے۔ کوئی پتھر زمین سے نہیں اُٹھایا گیا مگر اُس کے نیچے خون تازہ نظر آیا۔

ابو قبیل لما قتل الحسین انکسفت الشمس حتی بدت الکواکب (ص ۳۲۱) بروایت
ابو قبیل جب حسینؑ شہید ہوئے۔ آفتاب کو ایسا گہن لگا کہ ستارے دکھائی دینے لگے۔

اخرج الثعلبی وابو نعیم انہ امطرت السماء دما۔ ثعلبی اور ابو نعیم بیان
کرتے ہیں کہ آسمان سے خون برسا۔

وذکر ابن سعد ان الحمرۃ لم تر فی السماء قبل قتلہ رضی اللہ عنہ۔ ابن سعد
طبقات میں لکھتے ہیں کہ آسمانی سرخی قتل حسینؑ سے پہلے نہیں دیکھی گئی تھی (ص ۳۲۲)

صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۶:- واخرج عثمان بن ابی شیبہ ان السماء مکثت بعد قتلہ
سبعۃ ایام تری علی الحیطان کانہا ملاحف معصفرۃ من شدۃ حمرتہا وضربت
الکواکب بعضہا بعضا۔ عثمان بن ابی شیبہ بیان کرتا ہے کہ حسینؑ کے شہید ہونے پر سات دن تک آسمان
اسی حالت غم میں رہا۔ دیواروں پر ایسی تیز سرخی دکھائی دیتی تھی کہ گویا زعفرانی چادریں
ڈالی ہوئی ہیں۔ ستارے ایک دوسرے پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے تھے۔

تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۵۵۔ قال ابن سیرین لما قتل الحسین
ظلمت الدنیا ثلاثۃ ایام ثم ظہرت ھذہ الحمرۃ وقال ابن سعد ما رفع حجر
فی الدنیا الا وتحتہ دم عبیط ولقد مطرت السماء دما بقی اثرہ فی الثیاب
مدۃ حتی تقطعت وقال سدی لما قتل الحسین بکت السماء وبکاءہا حمرۃ

شانوں پر اٹھانے کے لیئے حضرت ابو بکر نے خواہش فرمائی۔ جسے حضرت عمر گود میں اٹھا کر اپنے ساتھ منبر پر بٹھانا فخر سمجھتے تھے نئی نعلبندی کیا کر ابن زیاد و یزید کے حکم کے مطابق گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا گیا (تاریخ طبری صفحہ ۱۳۱۔ و صفحہ ۳۳۵۔ تاریخ کامل صفحہ ۱۴) انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع۔ اے فلک آں بنداین انتہائے اہلبیت۔

خیموں میں آگ لگائی گئی۔ مسند رسولؐ پھونکی گئی نبیؐ کا گھر جلایا گیا۔ ذریت رسول لوٹی گئی۔ زر و زیور چھینا گیا۔ آل محمدؐ کے سروں سے چادریں تک اُتار لی گئیں۔ عابد بیمار کے گلے میں طوق پہنے سکینہ کے دُر چھینے گئے۔ کان زخمی ہوئے۔ پھول سے بچوں نے طمانچے کھائے۔ آل محمدؐ قیدی و اسیر بنائے گئے۔ نبیؐ کی نواسیوں اور آل محمدؐ کے شانے اور گلے رسیوں سے بندھے چاروں طرف لشکر یزید کا ہجوم تھا۔ ظلم و تشدد کا بازار گرم تھا۔ آل محمدؐ لٹ رہے تھے۔ خیمے جل رہے تھے۔ بچے بلک رہے تھے۔ بیکس غریب بے مددگار بی بیاں قیدی و اسیر بنی نالہ و فغاں کر رہی ہیں۔ نہ کوئی امن کا مقام تھا۔ نہ بیٹھنے کی جگہ تھی۔ اندھیری رات، جنگل بیابان، عزیزوں کے لاشے خون میں بھرے، بے گور و کفن پڑے تھے خاک کے ڈھیر تھے اور یہ بیکس قیدی تھے۔ نہ کوئی تعزیت کرنیوالا تھا، نہ پُرسا دینے والا تھا۔ کھانے اور پانی کا تو ذکر کیا ہے۔ ڈراؤنا جنگل تھا اور یہ بھوکے پیاسے بن باپ کے بچے اور بے وارث، بجیہ مردہ، غمزدہ آل محمدؐ کی بیبیاں تھیں۔ واقعی یہ قیامت کی رات آل محمدؐ کے لیئے گزشتہ رات سے بھی زیادہ شدید و سخت مصیبت کی رات تھی۔ مگر یہ ذریت رسولؐ، دین حق کے فدائی، اسلام کے شیدائی تمام مصائب و آلام کو جھیل رہے ہیں۔ اور اُف نہیں کرتے۔ دل میں خدا کی یاد ہے، زبان پر تسبیح و تقدیس الٰہی ہے۔ ایک ایک بچہ طمانچے کھاتا ہے اور اُف نہیں کرتا۔ اور یہی فرماتا ہے کہ ہاں بدبینو! اگر آج تمہارا دن ہے تو تم جس قدر چاہو ہم پہ ظلم و جور کر لو۔ کل قیامت کے روز ہمارا دن ہے۔ ہمارا خالق و مالک ہمارے صبر کی داد دیگا۔ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر کی تفسیر فرماتے ہیں۔ اور صبر و رضا کے ساتھ ہدایت کے پھول کھلاتے ہیں

ابن سیرین بیان کرتا ہے کہ حسین کے قتل ہونے پر دنیا تین روز تک تاریک رہی اور پھر یہ سرخی آسمان پر نمایاں ہوئی۔ ابن سعد صاحب طبقات کہتے ہیں کہ کوئی پتھر زمین پر سے نہیں اُٹھایا گیا کہ اُس کے نیچے سے خون تازہ نہ نکلا ہو۔ تحقیق آسمان سے خون برسا جس کا نشان کپڑوں پر دیر تک قائم رہا۔ یہاں تک کہ کپڑے پھٹ نہ گئے۔ سدی بیان کرتا ہے کہ قتل حسین پر آسمان رویا اور آسمان کا رونا اُس کی سرخی ہے۔

صواعق محرقہ

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی مثنوی "درثمین" کے شعر مندرجۂ ذیل میں یزید کے کفر والحاد اور آلِ محمدؐ کے حق و صداقت کا نقشہ اور اس مصیبت عظیم کا منظر کیا خوب دکھلایا ہے ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید
دین حق بیمار گشتہ ہمچو زین العابدینؑ

رسولؐ کی نواسی اس لٹے ہوئے قافلہ کی قافلہ سالار زینب دلفگار بھائی کی لاش پر پہنچی ہے۔ نانا رسول الہٰی کو پکار رہی ہے اور فریاد کرتی ہے۔ یا محمداہ صلی علیک ملائکۃ السماء ھذا حسین بالعراء مرمل بالدماء مقطع الاعضاء یا محمداہ بناتک سبایا و ذریتک مقتلۃ تسفی علیہا الصباء اے پیارے نانا! اے محمدؐ رسول اللہ آسمانوں کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ دیکھو یہ آپ کا پیارا حسینؑ خاک و خون میں بھرا، بند بند جدا ہے چٹیل میدان میں گرم ریت پر پڑا ہے۔ اے نانا رسولؐ! دیکھو آپ کی بیٹیوں کو قیدی بنالیا اسیر کرلیا ہے۔ آپ کی ذریت کی لاشیں گلے کٹائے زمین گرم پر پڑی ہیں جن پر ہوا خاک اڑا رہی ہے۔

راوی بیان کرتا ہے زینبؑ کے اس نوحہ نے دوست دشمن کو رُلا دیا۔ (دیکھو تاریخ کبیر علامہ جریر طبری صفحہ ۳۵۱۔ تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۴۲)

عمر سعد نے اپنے نحس و ناپاک مردوں کو، اپنے مقتولوں کی لاشوں کو، نماز پڑھکر دفن کیا۔ مگر نواسۂ رسولؐ حسین مظلوم اور اصحاب حسینؑ و ذریت رسولؐ کی خون بھری لاشوں کو اسی طرح بے گور و کفن خاک گرم پر چھوڑ دیا گیا۔ جن کے بے سر خون میں ڈوبے بدنوں اور لہو میں بھری لاشوں پر دن میں ہوائیں خاک برساتی تھیں رات کو شبنم آنسو بہاتی تھی، جانور صحرائی نوحہ خوانی کرتے تھے۔ انوار الٰہیہ کا نزول ہوتا تھا۔ حق و صداقت کے ستارے چمکتے تھے اور دین اسلام کو روشن کرتے تھے۔ فوج یزید کے چلے جانے کے بعد غاضریہ کے رہنے والے قبیلۂ بنی اسد کے غریب مسلمانوں کی حمیتِ اسلامی جوش میں آئی۔ روتے پیٹتے اٹھے میدان کربلا میں پہنچے اور ان مظلوم شہیدان راہ الٰہی کے لاشوں کو دفن کر گئے۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۱۴)۔

غربت زدہ وطن آوارہ مسافروں کی خون بھری بے سر لاشیں بلا گور و کفن خاک پر چھوڑ دی گئیں اور یتیم بچے اور بیکس بی بیاں بظلم و تشدد وارثوں کی لاشوں سے جدا کی گئیں! آل محمدؐ کو اسیر کر کے قیدی بنا کر بے مقنعہ و چادر بے کجاوہ اونٹوں پر بٹھا کر لشکر یزید نے کوفہ و شام

کی طرف کوچ کیا۔ اب کوفہ وشام کے بازار میں۔ یزید و ابن زیاد کے دربار میں خلقت کا ہجوم ہے۔ تماشائیوں کی دھوم ہے۔ شہیدان آل محمدؐ کے سر نیزوں پر جلوہ گر ہیں اور آلِ محمدؐ کے قیدی رسیوں میں جکڑے، ماتم زدہ گریباں چاک جلوس میں ہیں۔ ایک بیمار کے گلے میں طوق، پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہیں۔ اور ماں بہنوں کے اونٹوں کی مہار ہاتھ میں ہے۔ اور شمر کے تازیانے ہیں اور عابد بیمار سید سجاد کی زخمی پیٹھ ہے۔ ہر قسم کا ظلم و تشدد ہے۔ جبر و تعدی ہے مصیبت و بلا ہے۔ مگر یہ اسلام کے شیدائی دین کے فدائی صبر کے جوہر دکھلاتے ہیں۔ اور اسلام کے خطبے سناتے ہیں تبلیغ کے پھول کھلاتے ہیں۔ بیشک ؎

ایمان کی بقا ہے شہ مشرقین سے — سرسبز کشت دین ہے خون حسینؑ سے

حسینؑ نے اسلام کے مرجھائے ہوئے چمن کو اپنے خون سے سینچا اور اسلام کی صداقت و حقانیت کو اس طرح پر ہمیشہ کے لیئے سرسبز و شاداب فرمایا۔ سوتی دنیا کو جگایا۔ یہ کلمۂ حق سنایا۔ اور دنیا کو دکھلا دیا کہ نانا رسول عربی کا فقرہ انا من الحسین کے یہی معنی اور یہی تفسیر ہے ؎ سر داد و نداد دست در دست یزید ؂ حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسین۔ اور سچے اسلام اور مسلم حقیقی کے معنی سمجھا دیئے ؎

ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

غرضیکہ الحمدللہ جس طرح حسین کی پاک شخصیت قدسی شان اور سچائی و حقانیت انصاف بین نظروں میں آفتاب سے زیادہ روشن و درخشاں نظر آتی ہے اُسی طرح یہ امر بھی روز روشن سے زیادہ نمایاں اور واضح ہے کہ حسینؑ کا مقابل و مخالف یزید خبیث طینت فرعون خصلت بلا شک و شبہہ دشمن اسلام، مخالف دین ہے۔ اور یہی بدبخت یزید ابن معاویہ اس واقعۂ جانسوز حادثۂ کربلا و اسلام کی مصیبت عظیم اور خاندان رسالت کی تباہی و بربادی کا بانی مبانی ہے۔ اور یہی یزید یقیناً حسینؑ کا دشمن اور حقیقی قاتل ہے۔ حسینؑ کے پیارے نانا، مسلمانوں کے نبی کریم بانئ اسلام صادق مصدق کی خود قابل تسلیم شہادت کہ یزید قاتل حسینؑ ہے اور یزید باغی و طاغی پر خدا کی لعنت ہو دیکھو رسولِ عربی کی پیشین گوئیاں مندرجہ صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۶ اور نیز حضرت عبداللہ ابن عباس ابن عم و صحابیِ رسولؐ کی وہ پرزور شہادت کہ جس میں انہوں نے بڑے شد و مد کے ساتھ قتل امام حسینؑ و اسیر اہلبیت اور یہ تفصیل ان تمام مظالم و شدائد اور کفر و الحاد یزید کو بیان فرمایا ہے۔ وہ

دعوے کے لیئے کافی سے زیادہ قوی اور پُرزور ثبوت ہیں کہ جن سے کوئی مسلمان رسول عربیؐ کا کلمہ گو کبھی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ (دیکھو عبداللہ ابن عباس کا خط یزید کے نام مندرجہ حاشیہ صفحہ ۱۷۰)۔

اور علاوہ ازیں بزرگان دین علمائے جلیل القدر، مستند مورخین، اسلامی اور غیر اسلامی کھلم کھلا یزید کو ہی قاتل امام حسین بتاتے اور ظاہر فرماتے چلے آئے ہیں۔ اور اپنے پیارے نبیؐ کی پیروی اور تاسی میں اسی جرم و الزام قتل امام حسینؑ پر یزید کے کفر و زندقہ کی گواہی دیتے ہوئے اور اُس سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے لعنت کا طوق اُس کے گلے میں ڈالتے چلے آئے ہیں۔ ملاحظہ ہو امام غزالی کا بیان مندرجہ تذکرۂ خواص الامہ علامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۲۷۰۔ یہ امام غزالی مشہور و معروف بڑے مستند و معتبر عالم جلیل القدر حضرات اہلسنت و الجماعت کے ائمۂ دین میں شمار ہوتے ہیں۔

قال الغزالی ایضاً زعمت طائفۃ ان یزید ابن معاویہ لم یرضی بقتل الحسینؑ وادعوا ان قتلہ وقع غلطا قال کیف تکون ھذا وحال الحسینؑ لا یحتمل الغلط۔ لما جریٰ من قتالہ ومکاتبتہ الیٰ ابن زیاد لسبہ وحثہ علیٰ قتلہ ومنعہ من الماء وقتلہ عطشاناً، وحمل راسہ واھلہ سبایا عرایا علیٰ اقتاب الجمال الصعبۃ وقرع ثنایاہ بالقضیب ولما دخل علیٰ ابن الحسینؑ علیٰ یزید قال انت ابن الذی قتلہ اللہ۔ فقال انا علیٰ ابن من قتلت انت ثم قرء "من قتل مومنا متعمدا فجزاءہ جھنم" ثم استفاض لعن علیٰ علیٰ المنابر الف شہر وکان ذلک بامر معاویا تو اھم وامرھو بذلک کتاب و سنۃ او اجماع۔ ھذا صورۃ کلام الغزالی

امام غزالی فرماتے ہیں۔ ایک گروہ یہ گمان کرتا ہے کہ قتل حسینؑ سے یزید ابن معاویہ راضی نہ تھا اور کہتے ہیں کہ حسینؑ کا قتل غلطی سے واقع ہو گیا امام غزالی فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے درانحالیکہ قتل حسینؑ کے واقعات ایسے ہیں کہ جن میں کسی غلطی کا احتمال نہیں کیا جا سکتا۔ یزید نے ابن زیاد کو خط لکھے۔ قتل حسینؑ پر اُس کو برانگیختہ اور آمادہ کیا۔ پانی بند کرنے اور پیاسا قتل کرنے کا حکم دیا۔ ذریت و اہلبیت حسینؑ کو سر برہنہ قید کر کے مع سر حسینؑ بغیر محمل و کجاوہ اونٹوں پر سوار کرا کے یزید کے پاس بھیجا گیا۔ یزید نے دندان مبارک حسینؑ پر چھڑی ماری۔ اور جب حسینؑ کا بیٹا علیؑ (امام زین العابدینؑ بحالت قید ہو کر) یزید کے سامنے لایا گیا تو یزید نے کہا کہ تو اُس کا فرزند ہے جس کو خدا نے قتل کیا۔ جس کے جواب میں امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ نہیں میں علیؑ اُسکا بیٹا ہوں جس کو تو نے قتل کیا ہے (دیکھو یہ تیسری شہادت ہے جو خود حسینؑ کے فرزند اور اُسکے وارث خون کی یزید کے برخلاف ہے) پھر امام

زین العابدین نے کلام مجید کی اس آیت کو تلاوت فرمایا من قتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم (جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا ہو اُس کی جزا جہنم ہے) پھر ایک ہزار مہینہ تک بالائے منبر علی پر سب و لعن ہوتا رہا جو امیر معاویہ کے حکم سے تھا۔ پس کیا یہ سب باتیں کتاب، سنت یا اجماع کے حکم سے تھیں؟ یہ امام غزالی کا کلام ہے۔

نیز دیکھو شرح عقائد تفتازانی صفحہ ۱۱۷:-

وبعضهم اطلق اللعن عليه لما انه كفر حين امر بقتل الحسين واتفقوا على جواز اللعن على من قتله او امر به او اجازه ورضى به والحق ان رضا يزيد بقتل الحسين عو واستبشاره بذلك واهانته اهل البيت مما تواتر معناه وان كان تفاصيله احادا فنحن لا نتوقف فى شانه بل فى ايمانه لعنة الله عليه وانصاره واعوانه۔

بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے کیونکہ وہ قتل حسینؑ کے حکم دینے سے کافر ہو گیا۔ اور علماء کا اتفاق ہے کہ وہ شخص جو حسینؑ کو قتل کرے یا اس کا حکم دے اور اجازت دے اور قتل حسینؑ سے راضی ہو اُس پر لعنت کرنا جائز ہے اور حق تو یہ ہے کہ یزید کا قتل حسینؑ سے راضی ہونا اور خوش ہونا اور اہل البیت کی اہانت کرنا تواتر سے ثابت ہے اگرچہ تفصیل احادی ہے۔ پس ہم کو اسکے حال بلکہ اس کے ایمان کے متعلق کسی امر کی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ پس اس پر اور اس کے یار و انصار اور اُس کے مددگاروں پر خدا کی لعنت ہو۔

شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۸۸

اختلف فى اكفار يزيد قيل نعم يعنى لما روى عنه ما يدل على كفره من تحليل الخمر ومن تفوهه بعد قتل الحسين واصحابه انى جازيتهم بما فعلوا باشياخ قريش وصناديدهم فى بدر وامثال ذلك ولعله وجه ما قال الامام احمد بتكفيره لما ثبت عنده۔

ملا علی قاری اپنی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔ یزید کو کافر بتانے میں اختلاف کیا گیا ہے اس کو کافر بتایا گیا ہے اس لیے کہ اس کے متعلق اس کے ایسے افعال و اقوال ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتے ہیں۔ شراب کو حلال جاننا، قتل حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے بعد ایسی بکواس بکنا کہ میں نے حسینؑ کو یہ سزا اُس سلوک کے بدلے میں دی ہے جو اُنہوں نے سرداران و شیوخ قریش کے ساتھ جنگ بدر میں کیا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور غالباً انہی وجوہات سے امام احمد حنبل نے یزید کے کفر کا فتوےٰ دیا۔ جبکہ اُس کے یہ افعال پایۂ ثبوت کو پہنچ گئے۔

بس ہم یہاں اسی قدر مستند اور معتبر اقوال و حوالجات علماء کا درج کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ انشاء اللہ حصہ دوم میں یزید کے یہ اشعار و اقوال جن کا اشارہ ملا علی قاری نے کیا ہے مع دیگر حوالجات جو یزید کے کفر و الحاد اور قاتل امام حسینؑ ہونے پر دلالت کرتے ہیں درج کیے جائیں گے۔

بلاشک یزید بدبخت اور ننگ اسلام کے بعض خادم و حمایتی جو بنی امیہ کے پیرو اور حسین مظلوم کے دریدہ دشمن ہیں یزید کی حمایت میں دھوکے کی ٹٹیاں کھڑی کر کے اور ریت کے پادر ہوا قلعے بنا کر کسی طرح بھی اپنے پیر و مرشد یزید بدبخت کو قتل حسینؑ کے بدترین گناہ اور کفر و الحاد کے جرم سے کبھی بھی بری نہیں کر سکتے۔ پھر بھی اگر اپنی ہٹ دھرمی اور تعصب اور محبت یزید میں راسخ اور پختہ ہونے کی بنیاد پر ایسے مکمل اور پُرزور ثبوت کا انکار کریں تو ختم اللہ علیٰ قلوبھم کے بعد ہم یہی کہیں گے ؎

نہیں ہے کچھ دور روزِ محشر چھپے کا کشتوں کا خون کیونکر ، زبان قاتل جو چپ رہے گی تو خوں پکارے گا آستیں کا

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

حسینؑ کی خدمت میں مؤلف کا مؤدبانہ و مخلصانہ خطاب

اے ہمارے پیارے مولا! اے ہمارے مظلوم آقا! اے شہید آلِ محمدؐ! اے عرش اعظم کے تارے! اے رسولؐ کے پیارے! اے حسینؑ! بیشک ؎ ایمان و عرفاں ہے گواہ تو ہی ہے بنائے لا الہ

تباہی میں سفینہ آچکا تھا اُمّتِ جد کا ، یہ کشتی بحرِ خوں میں ڈوب کر تم نے نکالی ہے

اسلام کو تم نے بچایا۔ دین کو تم نے رکھا۔ جو کام آپ نے کیا وہ نہ کسی سے ہوا اور نہ ہوگا۔ ؎

کارے کہ حسینؑ اختیارے کردی ، در گلشن مصطفےٰؐ بہارے کردی

از ہیچ پیمبرے نیامد ایں کار ، واللہ کہ اے حسینؑ کارے کردی

بیشک ؎ نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا تم نے ، زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا تم نے

مولا! اگر آپ سر نہ دیتے، گھر بار نہ لٹاتے، جان قربان نہ کرتے۔ یہ مصیبتیں نہ اٹھاتے۔ سختیاں اور تکلیفیں نہ جھیلتے اور خدا نخواستہ یزید فاسق و فاجر، نااہل و ناقابل، ظالم و جابر کی بیعت و اطاعت قبول کر کے اُسکو خلیفہ رسولؐ مسلمانوں کا امیر اور اسلام کا پیشوا تسلیم کرتے تو بیشک چند روزہ دنیاوی عیش و آرام، دولت و ثروت، جاگیروں اور ملک و املاک کے مالک بنجاتے مگر خدا کا دین اور

دیکھو کتاب امامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری جلد اول صفحہ ۲۰۱ ۔ جن لوگوں نے یزید کی بیعت کی وہ کیسے

ناناکا کلمہ، اسلام الٰہی قیامت تک کے لیئے رخصت ہو چکا تھا۔ دنیا دیکھتی اور یہی سمجھتی کہ جس مذہب اور ملت کا پیشوا اور سردار اور جس دین کے بانی اور نبی کا خلیفہ و جانشین یزید جیسا بدافعال شرابی دکبابی فاسق و فاجر ہے جس کے مذہب و ملت میں شراب و زناکاری اور ماں بہنیں بیٹیاں مباح و حلال اور ہر قسم کی بدافعالی و بدکاری اُس کا کھلم کھلا دن رات کا شغل ہے۔ اور حسینؑ جیسے صالح و بزرگ نیک افعال و اطوار مقدس ہستی نے جو اس اسلام کے بانی کا فرزند و جان و جگر ہے۔ ناناکے دین اسلام کی حقیقت اور ماہیت و اصلیت سے واقف ہے۔ اُس کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہے اور اُس کو اپنا امیر اور اسلام کا دینی و دنیوی پیشوا و خلیفہ قبول کر لیا ہے تو ایسا مذہب اور ایسا اسلام جس کے ایسے پیشوا اور رہبر و خلیفہ ہیں کبھی سچا مذہب اور خدائی دین نہیں ہو سکتا۔

مالامال اور جاگیر و املاک کے مالک بن گئے۔ اور دنیا کے عیش اُڑائے۔

فلما قدم معاویہ الشام اتاہ سعید بن عثمان بن عفان وکان شیطان قریش ولسانہا قال یا امیر المومنین علی ما تبایع لیزید وتترکنی فواللّٰہ لتعلم ان ابی خیر من ابیہ وامی خیر من امہ وانا خیر منہ وانک انما قلت ما انت فیہ بابی۔ فضحک معاویہ وقال یا ابن اخی اما قولک ان اباک خیر من ابیہ فیوم من عثمان خیر من معاویہ واما قولک ان امک خیر من امہ ففضل قرشیۃ علی کلبیۃ فضل بین واما ان اکون نلت ما انا فیہ بابیک فانما ھو الملک یوتیہ اللّٰہ من یشاء قتل ابوک رحمہ اللّٰہ فتواکلتہ بنو العاص وقامت فیہ بنو حرب فنحن اعظم بذالک منۃ علیک واما ان تکون خیر من یزید فواللّٰہ ما احب ان داری مملوءۃ رجالا مثلک بیزید ولکن دعنی من ھذا القول وسلنی اعطیک فقال سعید بن عثمان یا امیر المومنین لا یعدم یزید مزکیا ما دمت لہ وما کنت لارضی ببعض حقی دون بعض فاذا ابیت فاعطنی مما اعطاک اللّٰہ فقال معاویہ لک خراسان قال سعید وما خراسان قال انہا لک طعمۃ وصلۃ رحم فخرج راضیا۔ [illegible]

یس جبکہ معاویہ شام میں آیا تو حضرت عثمان کا بیٹا سعید جو قبیلۂ قریش کا شیطان اور بڑا زباں دراز تھا معاویہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین! آپ نے کس بنا پر یزید کے لیئے بیعت لی اور مجھے چھوڑ دیا قسم ہے خدا کی تم جانتے ہو کہ میرا باپ اُس کے باپ سے بہتر ہے اور میری ماں اُسکی ماں سے اچھی ہے اور میں خود اُس سے بہتر ہوں۔ اور آپ کو جو کچھ یہ ملا ہے میرے ہی باپ کا صدقہ ہے۔ یہ سنکر امیر معاویہ ہنسے اور کہا کہ اے بھتیجے! تیرا یہ کہنا کہ تیرا باپ یزید کے باپ سے اچھا ہے پس عثمان کا ایک دن

بیشک مولا! اے مظلوم آقا! یزید نجس دناپاک کی بیعت واطاعت سے انکار فرما کر آپ نے اسلام کو اس مصیبت سے بچایا اور مسلمانوں پر احسان فرمایا۔ نجات کا راستہ دکھلایا۔ توحید الٰہی کے چمن لگائے۔ اور اسلام کا گلزار کھلا دیا۔ بیشک حضور کا نام نامی ہمیشہ زندہ ہے اور زندہ رہیگا۔

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام تو۔

یہ میں ہی عرض نہیں کرتا۔ خود رب جلیل خدائے کریم اپنے کلام پاک میں اپنے عاشق کے بقائے دوام اور حیات جاودانی کا اعلان فرماتا ہے۔ لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء ولکن لا یشعرون۔ (اُن لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے مردہ مت کہو۔ وہ تو زندہ ہیں۔ لیکن لوگ نہیں جانتے) پھر دوسری جگہ لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاط بل احیآء عند ربھم یرزقون ہ فرحین بما اٰتھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الّا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

ترجمہ آیۂ مذکورہ تو محسوب نہ کر اُن لوگوں کو جو قتل کیے گئے اللہ کی راہ میں مُردے۔ بلکہ زندہ

بیشک معاویہ سے اچھا ہے۔ اور تیرا یہ بیان کہ تیری ماں اُس کی ماں سے اچھی ہے پس بلاشبہ قرشیہ کی بزرگی کلبیہ پر ظاہر ہے۔ مگر تیرا یہ قول کہ مجھے یہ جو کچھ ملا ہے تیرے ہی باپ سے ملا ہے پس سمجھ لے کہ یہ تو ایک بادشاہت ہے جس کو اللہ چاہتا ہے دیدیتا ہے۔ تیرا باپ قتل ہوگیا تو بنی عاص نے اُس کو آپس میں کھانا چاہا۔ پس اُس کے لیئے بنو حرب کھڑے ہوگئے۔ پس اس میں ہم کو تجھ پر عظمت ہے۔ لیکن یہ بات کہ تو یزید سے بہتر ہے تو میں یزید کے عوض میں یہ بات دوست نہیں رکھتا کہ تجھ جیسوں سے میرا گھر بھرا ہوا ہو۔ خیر یہ تو جانے دو۔ تم کو جو کچھ مانگنا ہو مانگو میں تمہیں دیدونگا۔ پس سعید نے کہا کہ جبتک میں یزید کا حامی و مددگار رہونگا تو یزید میرے جیسے خیر خواہ سے خالی نہیں رہیگا۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ میں اپنا کچھ تھوڑا حق لیکر راضی نہ ہونگا۔ پس اگر تو اس بات کو منظور نہیں کرتا تو جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اُس میں سے کچھ مجھے بھی دیدے۔ پس معاویہ نے کہا تو خیر اچھا تم خراسان لیلو۔ سعید نے کہا۔ اسکا کیا مطلب ہے کہ میں خراسان لیلوں؟ معاویہ نے کہا کہ وہ تیرے لیئے بطور وظیفہ اور صلۂ رحم ہے۔ تو یہ سنکر معاویہ کی تعریف کے شعر پڑھتا ہوا وہ باہر چلا گیا۔ اور راضی ہوگیا۔ فلما انتھی قولہ الیٰ معاویہ امر یزید ان یزودہ وامر الیہ بخلعۃ وشیعہ فرسخا۔ پس جب معاویہ نے یہ شعر اور اُسکی رضامندی سُنی تو یزید کو حکم دیا کہ اُس کے سفر کے لیئے زاد راہ کا انتظام کرے اور اُسکو خلعت دیا گیا اور تین میل تک اُسکی مشایعت کی گئی اور رخصت کیا گیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵

ہیں وہ اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔ وہ اُس سے فرحناک ہیں جو ان کو اللہ نے عطا کیا ہے اپنے فضل سے۔ اور خوشخبری پاتے ہیں اُن لوگوں کی جو ہنوز اُن سے ملحق نہیں ہوئے اُنکے بعد والوں میں سے۔ اس لیئے کہ نہ اُن پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ محزون ہونگے۔ (سورۂ آل عمران رکوع ۱۷، آیت ۱۷۰)

اے ہمارے پیارے حسین! اے ہمارے مولا! ہم سب مسلمان آپ کے نانا کے کلمہ گو، آپکے جدبزرگوار کے نام لیوا آپ کے غلام۔ آپ کے نانا کے غلام۔ مولا! ہم سب آپ پر قربان۔ ہمارے ماں باپ قربان۔ ہماری آل اولاد فدا۔ ہمارے گھر بار نثار۔ کاش مولا! ہم حضور میں حاضر ہوتے۔ اپنا خون حضور کے پسینہ پر بہاتے۔ اپنی جانیں قربان کرتے۔

بیشک آپ نے اسلام کی سچی اور عملی زندگی کا سبق دیا۔ اور بتایا کہ صداقت کے فدائی حق کے شیدائی، توحید کے متوالے، اسلام اور دین پر مرٹنے والے اس طرح تبلیغ حق کرتے ہیں۔

بزرگان دین، علمائے اسلام، جن کے دل حضور کی معرفت سے بھرپور ہیں جو حضور کی شخصیت اور حقیقت وصداقت کو سمجھ چکے ہیں۔ اسلام کا درد اور رسول ؐ کی محبت دل میں لیئے ہوئے ہیں۔ حضور کے غم ومصیبت میں اور حضور کی دردناک شہادت میں خون کے آنسو بہاتے ہیں اور محبت بھرے دل سے حضور کا مرثیہ کہتے اور دنیا کو حضور کی صداقت وحقانیت کا املا سُناتے ہیں۔ جیساکہ امام شافعی علیہ الرحمہ حضور کے غم میں مرثیہ کہتے اور خون کے آنسو روتے ہیں۔

وممانفی نومی وشیب لمتی　　　تصاریف ایام لھن خطوب

اور منجملہ اُن باتوں کے کہ جن سے میری نیند اُڑگئی ہے اور میرے بال سفید ہوگئے ہیں وہ گردش ایام ہے جس میں بڑے بڑے حادثات واقع ہوئے۔

تاوہ لنفسی والفواد کئیب　　　وارق عینی والرقاد غریب

میرا نفس آہیں کھینچتا ہے۔ دل غمگین ہے۔ آنکھ بیدار ہے۔ اور نیند کا آنا عجیب ہے۔

تزلزلت الدنیا لآل محمدؐ　　　وکادت لھم صم الجبال تذوب

آل محمدؐ کی مصیبت سے دنیا میں زلزلہ آگیا۔ قریب تھا کہ سخت سے سخت پہاڑ اس غم میں پگھل جائیں۔

ومن مبلغ عنی الحسین رسالۃ　　　وان کرھتھا النفس وقلوب

کون ہے جو میرا پیغام حسینؑ تک پہنچائے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ لوگوں کے نفس اور دل اس سے کراہت کرتے ہیں۔

(امام شافعی نے اس شعر میں امیر معاویہ اور بنی امیہ کے اُس عیب گناہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو آلِ محمدؐ کے ذکر اور یاد کو مٹانے اور دلوں سے بھلانے کے لیے پھیلایا گیا تھا اور لوگوں کو ذکرِ آلِ محمدؐ سے جبراً بند کیا جاتا تھا جس کی تفصیل انشاء اللہ حصۂ دوم میں کہا جائے گی۔ مولف):

قتیل بلا جرم کان قمیصہ صبیغ بماء الارجوان خضیب

یہ حسینؑ موجود ہے جو بے جرم و گناہ قتل کیا گیا۔ گویا کہ اُس کا کُرتا لہو سے ارغوانی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے

فصلی علی المختار من آل ہاشم ونغزی بنیہ ذٰلک لعجیب

کیسے تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ مختار آلِ ہاشم یعنی رسول اللہ پر تو ہم نمازوں میں درود بھیجتے ہیں اور پھر اُنہی کی اولاد کو قتل کرتے ہیں۔ (یاسین کنند حفظ و امام مبیں کشند)

لئن کان ذنبی حب آلِ محمدؐ فذٰلک ذنب لست عنہ اتوب

بس اگر میرا گناہ محبت آلِ محمدؐ ہی ہے تو یہ تو ایسا گناہ ہے جس سے میں کبھی توبہ نہ کرونگا۔

ہم شفعائی یوم حشری وموقفی وحبہم للشافعی من اعظم ذنوب

جبکہ قیامت کے دن حشر میں اور ہر مقام میں آلِ محمدؐ ہی میرے شفیع اور مددگار رہیں پھر شافعی کے لیے اُن کی محبت کیونکر گناہ ہو سکتی ہے؟

(ینابیع المودۃ شیخ الاسلام قندوزی ص۳۳۲)

فخرِ قوم و ملت، ہندوستان کی اسلامی دنیا میں مشہور و معروف مسلمہ لیڈر ڈاکٹر سر اقبال سلمہ اللہ عشقِ حسینی سے سرشار ہو کر حسینؑ کی صداقت و حقانیت کو ظاہر کرتے ہوئے حسینؑ کا مرتبہ لکھتے اور محبتِ حسینؑ کا نغمہ سُناتے ہیں۔ جو اُن کی مشہور مثنوی "رموزِ بیخودی" میں شائع ہو چکا ہے۔ واقعی للہ در من قال۔

ڈاکٹر صاحب کے چند اشعار ہدیۂ ناظرین کے لیے درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

آں امام عاشقاں پورِ بتولؑ سروِ آزادے ز بستانِ رسولؐ

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر[1] معنی ذبح عظیم[2] آمد پسر

درمیانِ امت آں کیواں جناب[3] ہمچو حرف قل ہو اللہ در کتاب

---

[1] امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کے ارشاد انا نقطۃ تحت الباء کی طرف اشارہ ہے۔ رسول کریم خدا کی کتاب توحید ہیں اور علیؑ اس کتاب کی بسم اللہ ہیں۔ حدیثِ نبوی انا مدینۃ العلم و علی بابھا اسی پر دال ہے۔ [2] حسینؑ ذبح عظیم ہیں۔ خدائے جلیل کے کلام پاک وفدیناہ بذبح عظیم کی تفسیر یہی ہے [3] سکین امت محمدی ایسا ہے جیسا کہ کلام مجید میں سورۂ توحید قل ھو اللہ احد قرآن شریف کی جان ہے۔ اسی طرح امت محمدی میں اسلام کی روح ذاتِ حسینی ہے۔

بہر آں شہزادۂ خیر الملل — دوش ختم المرسلین نعم الجمل[1]
موسیٰ[2] و فرعون و شبیر و یزید — ایں دو قوت از حیات آید پدید
زندہ حق از قوت شبیری است — باطل آخر داغ حسرت میری است
چوں خلافت[3] رشتہ از قرآں گسیخت — حریت را زہر اندر کام ریخت
خواست[4] آں سر جلوۂ خیر الامم — چوں سحاب قبلہ باراں در قدم
بر زمین کربلا بارید و رفت — لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطع استبداد کرد — موجِ خون او چمن ایجاد کرد
بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است — پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است
مدعایش سلطنت[5] بودے اگر — خود نکردے با چنیں ساماں سفر
دشمناں از ریگ صحرا لا تعد — دوستان او[6] بہ یزداں ہم عدد
سر[7] ابراہیم و اسمٰعیل بود — یعنی آں اجمال او تفصیل بود
تیغ بہر عزت[8] دین است و بس — مقصد او حفظ آئین است و بس
ما سوا[9] اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

۱؎ حضرت عمر کی روایت حسین کا دوش اقدس رسول پر سوار ہونا اور حضرت عمر کا فرمانا نعم الجمل جملك یا ابا عبداللہ رسول اللہ کا فرمانا نعم الراکب یا عمر ملاحظہ فرمائیے۔ ۲؎ حسینؓ مثل موسیٰ کے خدا کا برگزیدہ ہے اور یزید مثل فرعون خدا کا دشمن ہے حسینؓ نے حق کو زندہ کیا۔ یزید داغ حسرت لیکر فنا ہو گیا ۳؎ خلافت الٰہیہ قرآن سے وابستہ ہے اور قرآن و خلافت رسول اللہ محمدؐ کی شاہد ہیں دیکھو مشہور حدیث رسولؐ انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ۴؎ حسین جو جلوۂ نور محمدی ہے اُسی طرح اُٹھا اور رحمت کا بادل برسایا جس طرح اُس رحمۃ للعالمین نے دنیا کو اپنی ہدایت سے سرسبز و شاداب فرمایا تھا اور اسلام کا نور چمکایا تھا اسی طرح حسینؓ نے اپنے خون کی موجوں سے توحید کے باغ اور اسلام کے چمن کو شاداب فرمایا اور لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد قائم کی ۵؎ حسینؓ کی خواہش دولت و سلطنت حاصل کرنیکی نہیں تھی اگر حسین کا مدعا سلطنت و حکومت حاصل کرنا ہوتا تو ایسی بے سر و سامانی، تھوڑے سے رفیقوں، عورتوں اور بچوں کے ساتھ لڑنے کو نہ نکلتے ۶؎ حسینؓ کے ساتھی سب اللہ والے، خدا کے فدائی اور اسلام کے شیدائی ہیں جنکی تعداد ہم عدد یزداں ۷۲ ہے اور دشمن لاکھوں ریگ بیابان کے برابر ہیں ۷؎ ابراہیمؑ خلیل اللہ و اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کا واقعہ مجمل ہے حسین نے اسکی تفصیل کر کے دکھلایا ہے ۸؎ حسین کا مقصد صرف قانون اسلام کی حفاظت تھی اور جہاد اسلامی کی صرف یہی غرض و غایت ہے ۹؎ مسلم حقیقی صرف اپنے خالق و مالک وحدہ لاشریک کا ہی مطیع و

خونِ اُو تفسیرِ ایں اسرار کرد | ملتِ خوابیدہ را بیدار کرد
تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید | از رگ ارباب باطل خوں کشید
نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت | سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت
رمزِ قرآں از حسینؑ آموختیم | ز آتشِ او شعلہ ہا اندوختیم
شوکتِ شام و فرِ بغداد رفت | سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت
تارِ ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز | تازہ از تکبیرِ او ایماں ہنوز
اے صبا! اے پیکِ دور افتادگاں! | اشکِ ما بر خاکِ پاکِ او رساں

اے حسینؑ! اے آقا! اے نورِ درخشانِ رسالت! اے آفتابِ امامت! ہمارا کیا ذکر ہم تو سب مسلمان، حضور کے گھر کے غلام، حضور کے نانا کے کلمہ گو ہیں۔ حضور نے تو اپنی صداقت وحقانیت کے سکے غیر مذہب، غیر قوموں کے دلوں پر بھی بٹھائے ہیں۔ ہر قوم وملک، ہر مذہب وملت کے سربرآوردہ لیڈر وریفارمر، علما وحکماء کیسی عزت وعظمت کی نگاہ سے حضور کو یاد کرتے ہیں۔ اور اپنی ہدایت ورہبری کے لیئے حضور کے عمل اور حضور کے صبر واستقلال اور ثبات قدم کو اپنا لائحۂ عمل بناتے ہیں۔ ان کے لکچروں میں، ان کے سپیچوں میں، ان کی تصنیفوں میں، ان کی کتابوں میں حضور کا نام نامی آفتاب کی طرح روشن نظر آتا ہے۔

روحِ اسلامی کو زندہ کرنے کے لیئے۔ باغِ اسلام کی سرسبزی وشادابی کے لیئے واللہ ثم باللہ حضور کی یادگار کا قائم کرنا۔ حضور کی عزا کا برپا کرنا۔ حضور کے کارناموں اور صبر واستقلال کے حالات اور دینِ حق کی حمایت کے لیئے سخت بدترین مصیبتوں کے جھیلنے کے واقعات کو سننا

فرمانبردار بندہ ہے اور اصل توحید یہی ہے۔ کسی باغی وطاغی فرعون ویزید صفت قاہر وجابر انسان کے آگے حق کے مطالبہ میں سرِ تسلیم خم نہیں کریگا۔

لے حسینؑ نے اپنا سر دیکر، اپنا خون گرا کر، گھر لٹا کر اُسکی تفسیر فرمائی اور سوتی دنیا کو بیدار کر دیا ہے۔ ۲ حسینؑ نے بعیت یزید سے انکار کرکے حرف لا سے ارباب باطل، جھوٹے جابر ظالم دنیا پرستوں کی رگوں سے خون کھینچ لیا ہو اور اپنی خون سے قیامت تک نہ مٹنے والا کلمۂ توحید الا اللہ کا مبارک نقش صحرائے کربلا پر لکھ کر ہمارے صحیفۂ نجات کا عنوان قائم کر دیا ہے۔ ۳ قرآن کی نکات کتابِ الٰہی کی رموز ہم کو حسینؑ نے پڑھائے ہیں۔ ۴ دیکھو شام کا تخت وتاج بغداد کا کروفر، غرناطہ کا جاہ وجلال باقی رہا سب خاک میں ملگئے اور پردۂ دنیا سے نابود ہوگئے لیکن حسینؑ کے نغمۂ توحید سے ہمارا تار اب بھی اُسی طرح متحرک ہے اور حسینؑ کی تکبیر نعرۂ اللہ اکبر سے روح ایمان واسلام اب بھی زندہ وتر وتازہ ہے۔

ادر شانا۔ دنیا کو بتانا اُسی طرح آج بھی مسلمانوں کی ہدایت ورہبری کا کام دے رہے ہیں۔ اور اُسی طرح حق وصداقت اور تبلیغ کا سبق پڑھا رہے ہیں جس طرح اُس وقت سنہ ۶۱ھ میں حضور کا مدعا اور منشا تھا۔ مسلمان اگر غور کریں اور انصاف وحق کی نظر سے دیکھیں تو اسے فرزندِ رسولؐ! بیشک ہر مسلمان کا فرض ہے کہ آپ کی یاد کو تازہ کرے اور آپ کی یادگاروں کو ترقی دے۔ اور آپ کے عمل سے صداقت وحق کا سبق سیکھے۔ اور سچا اور حقیقی مسلمان بنکر رسولِ عربی کا عملی پیرو، سچا کلمہ گو کہلائے۔

کوئی شک نہیں کہ جس طرح حسینؑ کی محبت رسولؐ کی محبت اور خدا کی محبت ہے اور اتباع نبیؐ واسوۂ رسولؐ ہے۔ اور ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے جیسا کہ عملاً وفعلاً ثابت کیا جا چکا ہے۔ اُسی طرح بلاشک حسینؑ کا ذکر خدا کا ذکر اور رسولؐ کا ذکر ہے حسینؑ کی یاد رسولؐ کی یاد اور خدا کی یاد ہے۔ حسینؑ کی مجلسیں اسلام کی مجلسیں ہیں اور حسینؑ کی محفلیں توحید کی محفلیں ہیں۔ احیائے امرِ حسینی احیائے امرِ الٰہی ہے حسینؑ کا غم واللہ ثم باللہ اسلام کا غم ہے۔ اور حسینؑ کی عزا اسلام کی عزا ہے۔ اتباعِ رسولؐ اور اسوۂ نبیؐ ہے۔ رسول اللہؐ کی حدیثوں اور پیشین گوئیوں کو دیکھو رسولؐ کے عمل اور حزن و بکا اور رنج وملال کے اظہار فرمانے پر غور کرو۔ اور سمجھو حسینؑ کی یاد کو تازہ کرنا حسینؑ کے ذکر کو زندہ کرنا حسینؑ کی یادگاریں منانا حسینؑ کی عزا کا برپا کرنا بلاشک موجب رضائے رسولؐ اور باعث خوشنودیٔ خدا ہے۔ اتباعِ نبیؐ اور اسوۂ رسولؐ ہے محب کے لیئے محبوب کی یاد اور اُس کا ذکر لازمی اور ضروری ہے۔ بغیر ذکر ویادِ محبوب دعوئے محبت غلط۔ اور ذکرِ مصیبت اور یادِ مصائب پر تاثر قلبی، رنج وصدمہ، آہ و بکا فطرت انسانی اور فعل اضطراری ہے۔ اگر محبت ہے تو ضرور محبوب کی تکلیف اور رنج وصدمہ سے دل بریاں اور چشم گریاں ہوگی۔ دیکھو جس طرح روزہ عبادتِ الٰہی اور فریضۂ خداوندی ہے۔ اور جب ارشادِ نبوی روزہ دار کے افعالِ اضطراری انفاسکم فیہ التسبیح ونومکم فیہ عبادۃ۔ روزہ دار کا سونا، سانس لینا بھی تسبیحِ الٰہی اور عبادتِ خدا میں شمار ہوتا ہے اور موجب رضائے الٰہی بنجاتا ہے اُسی طرح محبتِ حسینؑ میں غمِ حسینؑ سے دل کا محزون ومغموم ہونا جو سچی محبت کا لازمی امر ہے معرفت کا آنسو یقینی رضائے الٰہی اور خوشنودیٔ رسولؐ درجنتِ عدن اور بہشتِ الٰہی کا موجب ہوگا۔[۱]

---

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری میں بروایت امام احمد حنبل مروی ہے:- قال اخرج احمد فی المناقب

اگرچہ ہر زمانہ میں دنیا پرستوں اور ہوا و ہوس کے بندوں، معاویہ شاہی غلاموں اور خلافت یزید نا سعید، بنی امیہ کے پیروکاروں نے کبھی کھلم کھلا اور کبھی دوستی کے پردے میں اسلام کا ... اوڑھ کر دنیا کو دھوکہ دینے کے لیئے اس نور محمدی کو بجھانا اور شمع ہدایت کو گل کرنا چاہا اور حسینؑ کی ذات عصمت صفات کی تنقیص و عیب جوئی کے لیئے ایڑی چوٹی کے زور لگائے۔ بے بنیاد باتوں کے بادل باندھ کر حسینؑ کی یاد کو دنیا سے بھلانے اور اس روشن نام محمدی کو اسلام سے مٹانے کی کوشش کیں اور کرتے ہیں مگر الحق یعلو ولا یعلیٰ ؎

چراغے را کہ خالق بر فروزد　　اگر کس پف زند ریشش بسوزد

چاند کا تھوکا اپنے ہی منہ پر گرتا ہے ہمیشہ منہ کی کھائی اور کھا رہے ہیں۔ خدائے جلیل خود اپنے عاشق کا عاشق ہے اور وہی اسکے نام کا محافظ اور شائع کرنے والا ہے۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ولو کرہ المشرکون۔ دشمن نور الٰہی کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا روشن کرتا ہے گو کافر کراہت کریں اور گو مشرک دل تنگ ہوں۔

جس طرح یزید ملعون اور اُسکے حوالی موالی، اُسکا تخت و تاج اور بنی امیہ کی سلطنت و ثروت سب خاک میں مل گئے اور زمانہ سے مٹ گئے۔ آج کوئی نام لیوا اور پانی دیوا بھی باقی نہیں ہے اور بقول یزید کے نیکبخت بیٹے ابو لیلیٰ معاویہ[سلہ] ابن یزید کے جو بیشک یخرج الحی من المیت کا مصداق ہے آج بھی اپنی قبر کے گڑھے میں پڑے اپنے کرتوتوں کی سزا بھگت رہے ہیں اور دنیا جس نیکی اور خوبی سے یاد کرتی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ دوست جو محبت و دوستی کا بھی اگرچہ در پردہ دم بھرتے ہیں مگر بظاہر یزید کہلانا اُن کو بھی گوارا نہیں ہے۔ پس اُسی طرح اب بھی اُسکے پیرو اور حسینؑ کے دشمن

عن منذر کان حسین یقول من دمعت عیناہ فینا دمعۃ او قطرت عیناہ فینا قطرۃ عطاہ اللہ عزوجل الجنۃ یعنی امام احمد حنبل نے مناقب میں منذر سے روایت کی ہے کہ حسینؑ نے فرمایا جس شخص کی آنکھ ہمارے غم میں اشکبار ہوئی یا جس نے ہماری مصیبت کو یاد کرکے ایک قطرہ آنسو کا بہایا خدائے جلیل اُسکو جنت عطا کریگا (تاریخ احمدی نواب احمد حسین خاں صفحہ ۳۰۰) نیز وسیلۃ النجاۃ ملا محمد مبین فرنگی محلی لکھنؤ صفحہ ۳۰۵ میں ہے و فی مسند احمد حنبل من دمعت عیناہ لقتل الحسین دمعۃ وقطرت بوّاہ الجنۃ یعنی مسند احمد حنبل میں ہے کہ جو آنکھ قتل حسین پر روئی اور آنسو کے قطرے بہائے اُسکا ٹھکانا جنت میں ہے۔

سلہ ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ابن حجر مکی صفحہ ۱۳۴ - ینابیع المودہ امام قندوزی صفحہ ۳۲۷ تاریخ خمیس

یہ داغ حسرت لیکر صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ مگر حسینؑ کا نام نامی اور حسینؑ کی یادگار حسینؑ کی صداقت وحقانیت روز بروز دنیا میں روشن ہوتی جا رہی ہے۔ اور ہوتی جائیگی اُن کو دیکھنا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ یہ راز الٰہی ہے۔ قدرت کا ہاتھ اپنا کام کر رہا ہے اور خود خدائے جلیل

جلد ۲ صفحہ ۳۰۳۔ اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۴ میں بھی یہ خطبہ مختصراً درج ہے۔ ہم صواعق محرقہ اور ینابیع المودہ سے اصل خطبہ مع ترجمہ درج کرتے ہیں۔

ان معاویہ بن یزید بن معاویہ لما ولی العہد صعد المنبر فقال ان ھٰذہ الخلافۃ حبل اللہ تعالیٰ وان جدی معاویہ نازع الامر اھلہ ومن ھو احق بہ منہ علی ابن ابیطالبؑ ورکب بکم ما تعلمون حتیٰ اتتہ منیتہ فصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثم قلد ابی الامر وکان غیر اھلہ ونازع ابن بنت رسول اللہؐ فقصف عمرہ وابتر عقبہ وصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثم بکی وقال من اعظم الامور خسارۃ علینا علمنا بسوء مصرعہ وبئس منقلبہ وقد قتل عترۃ رسول اللہ واباح الخمر وحرب الکعبۃ ولم اذق حلاوۃ الخلافۃ فلا اذوق مرارتہا ولا اتقلدہا فشأنکم فی امرکم واللہ لئن کانت الدنیا خیرا فقد نلنا منہا حظا وان کانت شرا فکفی ذریۃ ابی سفیان ما اصابوا لہا ثم تغیب فی منزلہ حتیٰ مات بعد اربعین یوماً۔

معاویہ یزید کا بیٹا اور امیر معاویہ کا پوتا جب یزید کے بعد خلیفہ بنایا گیا تو منبر پر گیا اور یہ خطبہ بیان کیا کہ یہ خلافت مسلمین خدا کی رسّی ہے۔ جس کے لیئے میرے دادا امیر معاویہ نے اُس شخص سے جو اُس سے اسکا زیادہ مستحق اور اہل تھا۔ یعنی علیؑ ابن ابیطالب سے جھگڑا اور تنازعہ کیا اور تم جانتے ہو کہ اُس نے تمہاری امداد و نصرت سے خلافت کو علیؑ سے چھین لیا۔ آخر موت نے آدبوچا اور اب بھی قبر میں اُس کی سزا بھگت رہا ہے۔ اسکے بعد میرے باپ یزید نے اس خلافت کی رسّی کو اپنے گلے میں ڈالا جو وہ بھی کسی طرح اس کا اہل و مستحق نہ تھا۔ اور اُس نے رسولؐ کی بیٹی (فاطمہؑ) کے بیٹے (حسینؑ) سے جنگ کی۔ آخر اُس کی عمر کی رسّی بھی کٹ گئی۔ اور قطع نسل کا سامان ہو گیا۔ اور اب وہ بھی قبر میں اپنے گناہوں کا مزہ چکھ رہا ہے۔ یہ کہکر رو پڑا۔ اور پھر کہا کس قدر عظیم خسران ہمارے لیئے ہے کہ ہم اُس کے بُرے انجام اور سخت پاداش کو جانتے ہیں۔ اُس نے عترت رسولؐ کو قتل کیا۔ شراب کو جائز کیا۔ اور خانۂ خدا کو غارت کیا۔ اور پھر خلافت کا کوئی مزہ نہ چکھا۔ میں اُس کی

اپنے پیارے عاشق اور اپنے جان نثار فدائی کے نام کو روشن فرما رہا ہے۔ اور ہم اپنے ان مہربانوں سے وہی کہتے ہیں کہ جو جناب مکرم و محترم حسن میاں صاحب پھلواری مرحوم فرزند جناب مستطاب سرخیل صوفیائے زمان شاہ سید سلیمان صاحب دام مجدہم نے مرزا حیرت صاحب دہلوی سے فرمایا تھا کہ خدا آپ کا حشر یزید بن معاویہ کے ساتھ کرے اور ہم لوگوں کا حشر سبط رسول سید شباب اہل الجنۃ غریب حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھ ہو۔ آمین ثم آمین ۔

جس کا جی چاہے ہو یزید کے ساتھ ہم ہیں اور دامن امام حسینؑ

(رسالہ شہادت حسین صفحہ ۵۱)

اب ہم اپنی ناچیز تالیف کے اس حصۂ اوّل، کربلا کے خونی منظر، (ٹریجیڈی آف حسینؑ) کو یہاں ہی ختم کرتے ہیں اور اپنے معزز ناظرین، حسینؑ مظلوم کے غمزدہ اور اشک فشاں سوگ نشین دوستوں سے رخصت ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ یار زندہ صحبت باقی۔ اگر توفیق الٰہی شامل حال ہے تو عنقریب حصۂ دوم بھی جو اس ذبح عظیم کے ما بقی حالات اور اسباب شہادت، بنی امیہ کے ظلم و جور اور عیش پرستی پر کافی روشنی ڈالنے والا ہوگا شائقین عالی قدر کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ اور جو ہم کو امید ہے کہ انشاء اللہ ناظرین باتمکین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ والسّلام مع الاکرام۔

پٹیالہ

۱۸ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ

تلخی کو نہ لکھوں گا۔ اور اس رسّی سے اپنا گلا نہ بند ہواؤں گا۔ تم جانو تمہارا کام۔ قسم ہے خدا کی اگر دنیا کچھ اچھی چیز ہے تو ہم کافی حصّہ لے چکے اور اگر یہ سراسر بُری اور شر ہے تو آل سفیان کو جو کچھ مل چکا ہو وہی بہت کافی ہے۔ یہ کہکر گھر میں چلا گیا اور پھر نہ نکلا یہاں تک کہ چالیس دن کے بعد مر گیا۔ اور تاریخ کامل میں لکھا ہے۔ قیل مات مسموما یعنی زہر دیکر اسکا کام تمام کیا گیا واقعی نیک بخت حق شناس انسان تھا۔ کیا خوب آدمی تھا۔ خدا مغفرت کرے۔

برادران اسلامی کی خدمت میں ایک مخلصانہ التماس

قبل از تحریر خاتمہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے بزرگ بھائیوں حسینؑ مظلوم کے پیارے عزاداروں مسلمان جان نثاروں کی خدمت میں بھی بصد ادب کچھ عرض کرتا چلوں۔

حسینؑ کے دوستو! حسینؑ کے عزادارو! میرے بزرگ بھائیو! سوچو اور غور فرماؤ کہ حسینؑ کا مشن اسلام کا مشن ہے۔ اور حسینؑ کا مقصد اصلی تبلیغ اسلام اور حفاظت اسلام اور حمایت دین محمدی ہے۔ یا کچھ اور؟

بلاشک حسینؑ نے اسلام ہی کے لیئے سر دیا اور اسی کی حفاظت و قائمی کے لیئے تکلیفیں اٹھائیں مصیبتیں جھیلیں۔ گھر بار لٹایا۔ اور قیامت تک کے لیئے اس مشن کو قائم فرما گئے حسینؑ کی مجالس اور حسینؑ کی عزاداری کا اصلی مقصد اور حقیقی مشن بس یہی ہے کہ حسینؑ کے کارنامے اور اس کی بے مثال و بے نظیر خدمات اسلام اور اس کی حق و صداقت قیامت تک زندہ رہے۔ عام طور پر سُنی اور سنائی جاوے۔ تاکہ اس سے مسلم و غیر مسلم سچے اور حقیقی اسلام کا سبق سیکھیں۔ اور دین محمدی کے حقیقی پیرو بنیں حسینؑ کی صداقت و حقانیت روشن ہو۔ دین محمدی چمکے۔ اور حسینؑ کی عملی تعلیم سے حسینؑ کے نام لیوا اسلام کے سچے نمونے بنکر دنیا کو دکھلادیں۔ اور حسینؑ کے حقیقی پیرو کہلادیں۔ اور دنیا کو اپنی خوبیوں سے اپنی طرف کھینچ بلائیں ؎

مدرسہ ہے مجلس ماتم الٰہیات کا
جان اخلاق حسن ہے شاہ دیں کی سرگذشت

بس اب دیکھو۔ نظر انصاف فرماؤ۔ کہ ہماری کیا حالتیں ہیں حسینی آثار ہم میں کہاں تک پائے جاتے ہیں۔ ہماری مجلسوں کی کیا کیفیت ہے اور ہماری عزاداری کا کیا رنگ ہے۔ آیا ہم اس مقصد حسینؑ کو پورا کر رہے ہیں یا نہیں؟

بھائیو! پیارے بزرگو! بلاشک ہماری حالتیں نہایت ناگفتہ بہ ہیں۔ بہت زیادہ قابل اصلاح ہوگئی ہیں حسینؑ کے مقصد سے حسینی مشن سے ہم بہت کچھ دور جا پڑے ہیں۔ دوسری قوموں نے حسینؑ کے مدعا کو اور حسینؑ کے مشن کو سمجھا۔ اس کی خوبیوں کو دیکھا اور حسینؑ کے عمل سے اپنے لیئے لائحہ عمل تیار کیا۔ اور دنیاوی ترقی میں کامیاب ہوگئے۔ مگر نبیؐ عربی کے کلمہ گویوں نے، حسینؑ کے نام لیواؤں نے حسینؑ کے سبق کو بھلا دیا اور غفلت کی نیند سوگئے۔ او سو دین و دنیا دونوں کھو بیٹھے۔ بیشک ہم میں نہ حسینی تبلیغ قائم رہی۔ نہ حسینی تنظیم باقی رہی نہ وہ

جوش دینی ہے۔ نہ وہ عزم و ارادہ ہے۔ نہ علم نہ عمل۔ نہ محبت ہے نہ اخلاص۔ نہ طاعت وہی نہ عبادت۔ ایثار کو ہم نے کھو دیا۔ ہمدردی کو ہم نے مٹا دیا۔ ثابت قدمی و استقلال کو ہم نے چھوڑ دیا۔ صبر سے ہم نے منہ موڑ لیا۔ صدق و صفا کو ہم چھوڑ گئے۔ ایفائے عہد کو ہم بھول گئے۔ تبلیغی مشن حسینی اصول۔ شریعت محمدیؐ کے قاعدے۔ اسلام الٰہی کے قانون۔ ہم نے سب بھلا دیئے اور اسلام حقیقی سے کوسوں دور جا پڑے۔ بسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب بس ایسی ہی حالت پر صادق آتا ہے۔

اگر غور سے دیکھو اور انصاف سے نظر ڈالو تو ہمارے ہر فعل میں اور ہر عمل میں خواہ دین کا ہو یا دنیا کا، صرف رسم و رواج کا زور اور خلاف شریعت محمدیؐ کے جلوے نظر آئیں گے۔ یا اغراض ذاتی اور ہوا و ہوس نفسانی کے کرشمے دکھلائی دیں گے۔ ہم کو نہ نماز سے غرض ہے، نہ روزے سے کام، نہ عبادت سے تعلق، نہ جماعت سے واسطہ۔ مگر ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ضرور علیحدہ بنانے میں منہمک ہے ؎

مسجد تو بنا لی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
دل اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

کبھی امامت پر جھگڑا ہے تو کبھی مسجد پر لڑائی ہے۔

مجلس حسینی کی غایت و غرض بالائے طاق۔ مقصد حسینی بالائے پشت۔ حسینی مشن کی تکمیل اور تبلیغ حسینی کی تعمیل غیر ضروری۔ مگر نام و نمود اور رسم و رواج کی پابندی لازمی اور واجب۔

اگر کہیں مجلسوں کے متعلق دنگہ و فساد ہے تو کہیں آگے پیچھے ہونے پر لڑائیاں ہیں۔ اگر کہیں ذاکرین و واعظین پر خفگیاں ہیں تو کہیں آگے پیچھے پڑھنے پر ناراضیاں ہیں۔ کبھی نیاز و تبرک کی کمی بیشی پر لڑائیاں ہیں۔ تو کبھی اوقات مجلس پر مقابلہ آرائیاں ہیں۔ اس کے علاوہ بعض مکروہ و قبیح حرکات سے دوسرے بھائیوں کی دل آزاریاں ہیں۔ نہ اتحاد کی مہک ہے نہ اتفاق کی جھلک۔ نہ وعظ و پند کی خواہش ہے۔ نہ مقصد حسینی کی ضرورت۔

وہ نماز جس کو خدا نے رکن دین بنایا۔ اسلام کی علامت اور نشانی قرار دیا۔ اپنی عبادت و طاعت کا ایک قاعدہ بنایا۔ رسول عربی حسینؑ کے نانا نے جس کو سکھایا اور وہ نماز جس کو حسینؑ نے تلواروں کی چھاؤں میں پڑھا۔ خنجر کے نیچے سجدہ کر کے دکھلایا۔ ذریت طاہرہ، اہلبیت نبویؐ

اسیرانِ آلِ محمدؐ نے بیڑیاں پہنکر شام و کوفہ کے کانٹوں بھرے راستہ میں، تنگ و تاریک قیدخانوں میں فاقوں سے نڈھال، تازیانوں کے درد سے بیحال ہو کر بھی کسی وقت نہ چھوڑا۔ ہر حال میں ادا فرمایا۔ آہ آہ! اُسی نماز کو ہم نے بھلا دیا۔ کبھی بھول کر بھی دو سجدے کرنے یاد نہیں آتے۔ اگر کبھی یاد بھی دلایا تو بس یہی جواب پایا کہ بھائی صاحب! خدا ہماری نماز کا محتاج نہیں ہے۔ اور دوسرے ضروری مشغلے نماز سے بہتر ہیں۔ یہ اُٹھک بیٹھک غیر ضروری ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خمس و زکوٰۃ کا ذکر تو (معاذ اللہ) بالکل ہی فضول ہے۔ یہ تو گویا شریعت محمدی میں حکم ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ع گر زر طلبی سخن درین است۔ اور روزہ بیچارہ تو سب سے زیادہ مظلوم، قابل ذکر ہی نہیں۔ کیونکہ بھوک پیاس کی تکلیف ناقابل برداشت کمزوری وضعف خرابی صحت کا ڈر پہو رضعی کا خوف۔ غرضیکہ روزہ۔ نماز۔ خمس و زکوٰۃ۔ حج۔ عبادت۔ طاعت۔ وفائے عہد۔ ادائے نذر ایثار۔ ہمدردی۔ خلق و مروّت وغیرہ وغیرہ سب احکام محمدی، قانون اسلامی، بس رسولؐ عربی محمدؐ و آلِ محمدؐ اور اُس کے پیارے حسینؑ کی ہی ذات کے لیئے ہیں۔ وہی روزے بھی رکھیں نمازیں بھی پڑھیں خمس و زکوٰۃ بھی دیں۔ ایفائے وعدہ بھی کریں۔ ادائے نذر بھی فرماویں۔ اپنے پیٹ کاٹیں۔ فاقہ پر فاقہ کریں۔ روزہ پر روزہ رکھیں۔ یتیموں، فقیروں، اسیروں کی خبر بھی لیں۔ اور اُن کے پیٹ بھریں۔ اور خود بھوکے رہیں۔ یہ اُن کا ہی کام تھا۔ یہ سب قصّے سننے کے لیئے ہی ہیں۔ ہمارے عمل کے لیئے نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ واویلا صد واویلا۔ رسولؐ عربی کے جگر گوشے حسینؑ و آلِ محمدؐ اندھیری راتوں میں روٹیوں، کھجوروں اور کھانے کے انبار پیٹھوں پر لادیں۔ یتیموں بیواؤں کے گھروں پر پہنچائیں۔ لُولے لنگڑے، اندھے، اپاہج مخلوق خدا کی خبر گیری فرمائیں خود ہاتھ سے لقمے بنائیں اور اُن کے مُنہ میں ڈالیں۔ چپی فرماویں۔ ٹانگیں دباویں۔ بیماروں کی خدمت کریں۔ ایثار کے سبق پڑھائیں۔ بیواؤں کی پرستاریاں کریں۔ یتیموں کی پرورشیں فرماویں۔ اپنے بچوں سے زیادہ سمجھیں۔ محتاجوں، غریبوں کی تلاش کریں۔ مُنہ چھپا کر سوتوں کو کھانا دے آئیں مگر افسوس! ہماری آنکھوں کے سامنے پس دیوار ہمسایہ میں قوم کے یتیم بچے بھوکے تڑپیں سردی سے برہنہ کانپیں۔ غربت زدہ بیکس محتاج بیوائیں فاقہ کشی کریں۔ غریب محتاج بیمار بے دوا کے مریں۔ اور ہم کو خبر تک نہ ہو۔ اور اگر خبر بھی ہو تو کچھ اثر نہ ہو۔ دوسری قومیں ہمارے یتیموں کو سنبھالیں۔ ہماری غفلت سے اسلامی باغوں کو اُجاڑیں اور ہمارے پھولوں سے اپنے گلزاروں کی بہاریں بنائیں

اور ہم بے حس مُردہ قوم بن جائیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیوں بھائیو! کیوں حسینؑ کے عزادارو! حسینؑ کی محبت کے دم بھرنے والو! حسینی قوم کہلانے والو! کیا حسینؑ کا یہی مشن تھا۔ کیا حسینؑ کا یہی مقصد تھا۔ کیا حسینؑ کے یتیم بچوں نے اسی لیئے طمانچے کھائے تھے کہ ہم قومی احساس کو کھو دیں۔ ہمدردی اسلامی کو بھلا دیں۔ اور اسلام کے نورانی احکام کو بھول جائیں عبادت و طاعت الٰہی کو بالائے طاق رکھدیں۔ ایثار کے زرین اصول کو فراموش کردیں۔ ہمدردی قوم کو مٹا دیں۔ صداقت و حقانیت کو چھوڑ دیں۔ اور بے حس مُردہ قوم بن جائیں اور ہماری غفلت ولاپروائی سے ہماری قوم کا شیرازہ بکھر جائے۔ ہمارے یتیم بچے تباہ و برباد ہو جائیں۔ اور اسلام کو خیرباد کہہ جائیں۔ ہم کو نہ خدا کی خبر ہو نہ رسولؐ کی آگاہی۔ نہ دین کو جانیں نہ شریعت کو پہچانیں بس صرف دو آنسو بہا کر حسینؑ کے حق کو ادا کر دینا اپنا فرض سمجھیں۔ اور بہشت کا قبالہ لینے کے لیئے آستینیں چڑھالیں۔ لا واللہ، لا واللہ، ہرگز ہرگز حسینؑ کی شہادت کا یہ مقصد اور مدعا نہیں ہے۔ اور ہرگز ہرگز حسینؑ کا یہ مشن نہیں ہے۔ بیشک حسینؑ ہماری ان حالتوں سے کبھی راضی اور خوش نہیں ہیں۔ بلا شک حسینؑ نے ہم کو پکے مسلمان بننے کے لیئے ایک زندہ قوم بنا دینے کے لیئے سر دیا ہے۔ گھر بار لٹایا ہے اور اسلام کو بچایا ہے بس بھائیو! غفلت کی نیند سے اٹھو اور اپنے مظلوم آقا کی تبلیغ اور مشن کو سمجھو۔ کمر ہمت باندھو اور مقصد حسینی پر کاربند ہو کر حسینؑ کے غلاموں کے حقیقی نمونے دنیا کو دکھلاؤ۔ اور اسلامی زندگی اختیار کرو۔ پکے مسلمان بنکر دین محمدیؐ کے پابند ہو کر حسینؑ کے اصلی نام لیوا کہلاؤ۔

دیکھو آج ہمارے افعال پر، خلاف شریعت اعمال پر، ہماری غفلت ولاپروائی پر، اور پھر ہمارے حسینی کہلانے پر دوسری قومیں کیا کیا ٹھٹھے اڑاتی ہیں۔ اور ہمارے پیشوایانِ دین پر ہمارے مظلوم آقا، جانِ اسلام و جانِ رسولؐ پر ہمارے اعمال و افعال کی وجہ سے اعتراض کی زبانیں کھولتے ہیں۔ بھائیو! خدا کے واسطے غور کرو کہ جب ہم حسینؑ مظلوم کے غلام اور نام لیوا کہلاتے ہوں تو اُس مظلوم کو تو اپنی نسبت سے شرمندہ نہ کریں۔ ہماری ماتمیں اور ہماری مجلسیں، ہماری عزاداریاں بلا شک بہت کچھ اصلاح اور درستی کے قابل ہیں۔ ہم کو لازم اور ضروری ہے کہ حسینی مقصد کے ساتھ اُن کی اصلاح اور درستی کریں۔ اور ہمارا فرض ہے کہ حسینؑ کی عملی تعلیم کو اور اس عظیم الشان جلیل القدر بے مثال دردناک حق و صداقت کی یادگار کو

انتہائی فروغ و شیوع پر پہنچائیں۔ اور ان عزائے حسینی کی یادگاروں کو تبلیغ و تنظیم حسینی کے عملی اور سچے ذریعے اور نمونے بنا کر حسینی مشن کو پورا کریں۔ دنیا کے لوگ حسینی نمونوں کو دیکھیں حسینؑ کی صداقت و حقانیت کے گرویدہ ہو کر دین محمدی اور اسلام الٰہی کی جانب آویں اور شگفتہ و راسخ الاعتقاد بن جاویں۔

نیز ہم اپنے کل برادران ملت اسلامی اور اپنے جملہ پیارے مسلمان بھائیوں، رسولؐ کریم کے کلمہ گویوں کی خدمت میں عموماً اور اپنی قوم کے مایۂ فخر و ناز قابل احترام ان بزرگ ہستیوں کی خدمت میں خصوصاً جو کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے مسلمہ لیڈر اور قوم کے سربرآوردہ قابل فخر سردار تسلیم کیے جا چکے ہیں۔ اور کیے جا رہے ہیں۔ اور واقعی جن کے دل قومی احساس اور درد اسلامی سے بے چین و بیقرار رہیں۔ اور جو حسینؑ کی شخصیت اسلامی اور اُن کے اس عظیم الشان کارنامے، بے مثل خدمت اسلامی اور احیائے ملت و دین کے اس بے نظیر واقعہ کی خوبی و اقف اور معترف ہیں بہ ادب کچھ گزارش کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

ہمارا روئے سخن اُن نام نہاد مسلمانوں سے نہیں ہے جو در حقیقت رسولؐ اور آل رسولؐ کے مخالف اور حسینؑ کے دشمن ہیں۔ اور جو بیشک بنی امیہ کے غلام بے دام امیر معاویہ اور یزید کے حلقہ بگوش خادم ہیں۔ جن کا مقصد زندگی صرف اسلام میں تفرقہ ڈالنا ہے۔ اور امیر معاویہ کے اُسی پروپیگنڈا اور سنت بنی امیہ کے مطابق صرف علیؑ و آل علیؑ اہلبیت اطہار و ذریت رسولؐ کو بُرا بھلا کہنا۔ گالیاں دینا ہی جنکا شعار ہے۔ ہم تو صرف اُنہی پیارے مسلمان بھائیوں اور نیک نہاد انصاف پسند لیڈران قوم سے جو حسینؑ کی قدر کرنے والے اور حسینؑ سے محبت کا دم بھرنے والے حسینؑ کے بے مثل کارناموں کو سراہنے والے ہیں التماس کرتے ہیں کہ آپ حضرات نے بلا شک اپنے پیارے نبیؐ کے پیارے نواسے حسینؑ مظلوم کی قدسی شخصیت اور شان کو سمجھا

ملاحظہ ہو رسول کریم کی حدیث من سبّ علیا فقد سبّنی ومن سبّنی فقد سبّ اللہ ومن سبّ اللہ ادخلہ النار ولہ عذاب مہین۔ یعنی رسول اللہ نے فرمایا جسنے علیؑ کی سب کی جس نے علیؑ کو گالی دی اُسنے مجھ کو گالی دی جس نے مجھے گالی دی اُسنے خدا کو گالی دی اور جسنے خدا کو گالی دی اور خدا کی سب کی اُسکو خدا جہنم میں ڈالیگا اور اُسکے لیے سخت اہانت والا عذاب ہے۔ احمد دیلمی و احمد نسائی و الحاکم ارجح المطالب مولانا عبد اللہ امرتسری صفحہ ۵۱۶ ینابیع المودہ صفحہ ۱۸۱)

اور سمجھتے ہیں۔ اور حسینؑ کے اس عظیم الشان کارنامے اور احیائے ملت و قوم کو محبت کی نگاہ اور قدر و منزلت کی نظر سے پرکھا اور یہ کہتے ہیں۔ کہ حسینؑ نے ہی اسلام کو دوبارہ زندہ کیا۔ حسینؑ نے ہی مسلمانوں میں حریت و مساوات کی روح کو دوبارہ تازہ کیا۔ اور حسینؑ نے ہی اپنے آپ کو مٹا کر اسلام پر اپنی پاک قربانی چڑھا کر ایثار کامل اور انتہائی صبر و ثابت قدمی کے جوہر دکھلائے۔ اور قوم و ملت کے زندہ کرنے کے لیئے صداقت و حقانیت پر مرجانیکا پہلا مثالیہ حسینؑ نے ہی قائم فرمایا۔ ظلم و جور اور استبداد کو بیخ و بُن سے اُکھاڑا۔ حریت اسلامی کی پہلی کانفرنس حسینؑ نے ہی کربلا کے چٹیل میدان میں قائم فرمائی۔ احیائے اسلام اور حریت قومی کے ریزولیوشن پاس کیئے۔ ظلم و جور کو مٹانے اور سچائی و صداقت پر مرجانے کے پروگرام بنائے۔ اور حسینؑ نے ہی ظالمانہ و جابرانہ نفس پرست بیدین حکومتوں کے خلاف سچائی اور صداقت سے ووٹ آف سنسر (Vote of Censor) پاس کرنے کے اصول بتائے ؎

ایسا انساں کامل تھا اسلام ترے انسانوں میں
سرپیش حکومت خم نہ کیا جو منہ سے کہا وہ کر گزرا
(ساغر)

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
(مولانا محمد علی)

اسی لیئے حسینؑ کے اس لاجواب مثالیہ کو، ان لاثانی کارناموں کو اور ان بے نظیر خدمات اسلامی و قومی کو ہمارے ہمدرد نیک نہاد لیڈران قوم ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور سچی محبت سے سراہتے ہوئے اپنی مردہ قوم کو زندہ کرنے اور اُس میں روح احساس پیدا کرنے کے لیئے ہمیشہ سچے جوش ہمدردی کے ساتھ اپنی قومی تقریروں اور لکچروں میں یاد دلایا کرتے اور پیش فرمایا کرتے ہیں۔ اور واقعی ہر ایک ایسے عظیم الشان واقعہ کا ذکر اور ہر ایک ایسے مصلح و ریفارمر قوم و ملک کی یاد کہ جس نے سچائی کے فرض اور حق کی خدمت کو قوم کی بہبود کے لیئے ادا کیا ہو اور اصلاح ملک و قوم میں بلا خوف و خطر ہر ایک مصیبت اور کلفت کو راحت سمجھا ہو۔ سچائی اور حق کی حمایت میں تلواروں کے زخموں کو پھولوں کے ہار جانتا ہو گلے کے طوق اور پاؤں کی بیڑیوں کو قوم کی رہائی اور دین کی حمایت کا سبب سمجھ کر پھولوں کی بدھیاں خیال کرتا ہو۔ ایسے مصلحان قوم و ملت اور ریفارمران ملک کی یاد و ذکر کو اور اُن کی یادگاروں کو قائم و برقرار رکھنا نہ صرف اُن کے ہی اعزاز و احترام کے لیئے بلکہ

موجودہ اور آیندہ قوموں اور آنے والی نسلوں کے زندہ کرنے اور اُن میں احساس قومی پیدا کرنے کے لیئے ضروری اور لازمی سمجھا گیا ہے جو ہر ایک قوم و ملک کا بدیہی مسلمہ اصول ہے۔

اور اسی زرین اصول کی بنیاد پر مصلحان قوم اور ریفارمران ملک وملت کی یادگاروں کو قائم کیا گیا اور قائم کیا جاتا ہے۔ ظالم وجابر حاکموں کے ظلم وتشدد کو نفرت سے دیکھنے اور قوم وملک پر جان دینے والے مظلوموں کی مظلومیت کی یاد تازہ رکھنے کے لیئے ہی جلسے اور برسیاں منائی جاتی ہیں۔ معمولی سے معمولی ریفارمر اور مصلح قوم کی معمولی موت پر بڑے بڑے غمناک مظاہرے کیئے جاتے ہیں۔ اور ہمارے مسلمان بھائی لیڈران قوم سچی عقیدت اور جوش قومی وہمدردی سے کاندھے دیتے۔ سہرو پا برہنہ نوحہ خوانیاں کرتے۔ اور ماتم داری کی رسموں کو ادا فرماتے ہیں اور اس عمل کو نہایت مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حسینؑ جیسے بزرگ ومقدس اور حسینؑ جیسے مصلح وریفارمر اعظم کی یاد کو تازہ کرنے کے لیئے جو صدق و صفا کا مجسمہ اور ہدایت ورہبری کا پتلا ہے اور ریفارم واصلاح اسلامی کا بانی اور اپنے پیارے نانا کا حقیقی مبلغ ہے اور جس کے کارنامے خدمات اسلامی اور لیڈران قوم کے نزدیک۔ محبوب اور پسندیدہ ہیں اور جس نے صرف اپنی ہی قوم کو زندہ کرنے کے لیئے ہی نہیں بلکہ دوسری قوموں کو بھی اپنے مثالیہ سے ہدایت ورہبری پانے اور زندہ رہنے اور قومی احساس پیدا کرنے کے سبق پڑھا دیئے ہیں۔ تو تعجب اور نہایت ہی تعجب ہے کہ نہ تو اُس کے لیئے کوئی عظیم الشان یادگار قائم کیجاوے اور نہ حسینؑ جیسے بے مثال ریفارمر کی برسیاں منائی جاویں۔ اور نہ اُس کی مجلسیں برپا کی جاویں۔ نہ ماتمی جلوس نکالے جاویں۔ اور نہ اُس کے دردناک واقعہ کی یاد کے لیئے قوم وملک کے زندہ کرنے کو اور احساس ملی پیدا کرنے کو غم و الم کے مظاہرے کیئے جاویں۔ بلکہ اُلٹا خادمان یزید نام کے مسلمان، غریب عام مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے لیئے امیر معاویہ کی چال بازیوں کے مطابق اپنی دھوکہ بازی کی ٹٹیاں کھڑی کر کے حسینؑ کی یاد کو مٹانے اور اسلام کو برباد کرنے کے لیئے کمربستہ ہوں۔ بس یہ وہی امیر معاویہ کا پرفیپے گنڈا ہے کہ جس پر معاویہ شاہی گروہ اور پیروان یزید عمل پیرا ہو کر حسینؑ جیسی پاک و معصوم ذات پر دریدہ دہنی کرتے اور زبان اعتراض کھولکر بیچارے ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دیتے چلے آرہے ہیں۔

کیا دنیا کا کوئی ملک، کوئی قوم، کسی اپنے ایسے ہادی و رہبر اور اپنے کسی ایسے لیڈر و ریفارمر کو حسینؑ کے مقابلہ میں پیش کر سکتا ہے کہ جس نے حسینؑ کی طرح حق و صداقت کے لیئے انتہائی ظلم وجور کی سختیوں کو خوشی کے ساتھ صبر و استقلال اور ثابت قدمی سے اٹھایا ہو اور ملک و قوم کو سچی ہدایت فرمانے کے لیئے حسینؑ کی طرح سر دیا ہو۔ اور گھر بار لٹا یا ہو۔ سخت سے سخت مصیبتیں جھیل کر تکلیفیں اٹھا کر۔ قومی درد اور دینی احساس پیدا کرنے کے لیئے ایسے لاثانی مثالیئے قائم کیئے ہوں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں ؎

بس تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

کیوں انصاف پسند دوستو! ہمارے پیارے مسلمان بھائیو! کیا ہم سب مسلمانوں کا خواہ ہم کوئی عقیدہ رکھتے ہوں۔ فرض نہیں ہے کہ ہم سب اکٹھے ہو کر اپنے ایسے عظیم الشان محسن، ہادی و رہبر، لیڈر اور ریفارمر کی درد بھری داستان کا ذکر اور مظلومی کی یاد کو ہمیشہ زندہ اور برقرار رکھیں۔ اور اُس کی غمناک یادگاروں کو قائم کریں۔ اُس کی ماتم داری اور ع۔ اُسکے جلسوں کو انتہائی جوش اور پوری کوشش سے ہمیشہ زندہ رکھیں۔ اور اُس کی اندوہناک برسیاں منائے اور تعزیتی مجلسیں برپا کرتے رہیں۔ اُس کے حق و صداقت کے کارناموں اور اُس کی مظلومی و مصیبت کی داستانوں کو سنتے اور سناتے رہیں۔ ماتمی جلوس نکالے جائیں۔ اور ہر قسم کے غم و الم کے مظاہرے قائم کر کے۔ اُس کی اس عظیم الشان یاد کو تازہ اور زندہ رکھیں۔ جو یقینی خوشنودی خدا اور رضائے رسولؐ الٰہی کا موجب بھی ہے اور جو بلاشک قوم میں زندگی کی روح اور اصلی احساس۔ حریت و مساوات اسلامی پیدا کرنے اور ظلم وجور۔ جھوٹ و باطل کے مقابلہ میں ثابت قدمی سکھلانے اور حق و صداقت کے سبق پڑھانے اور حفاظت و حمایت دین کی تعلیم و تدریس کے لیئے بھی بہترین ذریعہ اور اعلیٰ ترین مدرسہ بھی ہے۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس محسن اسلام کی غمناک یادگار کو قائم و زندہ کرنے کے بجائے ہم کیونکر اُس کے تعزیتی جلسوں کو اور اُس کے ماتمی جلوسوں کو اور اُن میں شامل ہونے کو اور اُس کی مظلومی کی یاد دلانے والے غم و الم کے مظاہروں کو دیکھنے اور اُن میں شریک ہونے کو کفر و بدعت بتادیں۔ اور رسوانگ وغیرہ حقارت آمیز ناپاک الفاظ کہکر حسینؑ مظلوم کی توہین و تحقیر کرنا جائز و مباح سمجھیں۔ اور حسینؑ کی یاد منانے اور بند کرنے کی ہدایت و تلقین کریں۔ حالانکہ ان حسینی یادگاروں اور ان ماتمی مظاہروں کا ہی اثر اور نتیجہ ہے کہ

آج تیرہ سو برس گزر جانے پر بھی حسینؑ کی یاد اُسی طرح تازہ اور باقی ہے۔ اور حق و صداقت کی آواز اُسی طرح گونج رہی ہے جیسے ۶۱ھ ہجری میں گونجتی تھی۔ اور بنی امیہ کے مظالم اور ان کے جور و تشدد اور بیدینی کو روشن کرتی تھی۔ اور حسینؑ کو آج قوم میں احساس پیدا کرنے اور ایثار اور قومی ہمدردی پر مرجانے اور ظالموں کے ظلم و جور سے نفرت دلانے کے لیئے ہمارے لیڈران قوم حسینؑ کے مثالیہ کو پیش کیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

چنگ سے تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز۔ تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز۔ (ڈاکٹر سر اقبال)

پس اے ہمارے انصاف پسند بزرگو! اے مسلمان بھائیو! اور اے لیڈران قوم و سرگروہگان ملت حضرات! بفحوائے کلام ربانی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا حسینؑ کی ذات جو واقعی سب مسلمانوں کے لیئے یکساں پیاری اور یکساں محبوب ہے۔ اور واقعی جو خدائے جلیل کی توحید اور اُس کے اسلام کی مضبوط رسی ہے۔ (قرآن اور اہلبیت محمدیؐ ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہیں) ہمارا فرض ہے کہ ہم سب مسلمان محبت حسینؑ کی رسی کو مضبوط پکڑ کر اتحاد و اتفاق کے ساتھ حسینؑ کی اس عظیم الشان اسلامی یادگار کو جو ہمارے لیئے اور ہماری آیندہ نسلوں کے لیئے دین و دنیا کے فوائد کا ذریعہ اور قوم کے زندہ رہنے کا بہترین وسیلہ ہے قائم و برقرار رکھیں۔ اور اس کی اشاعت و تبلیغ میں انتہائی کوشش کریں۔ اور اس حسینی مشن کے ذریعہ سے جس سے زیادہ بہتر اور پُر اثر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا اسلام کے زرّین اصولوں احیائے قوم و ملت اور اتفاق و اتحاد باہمی کو قائم اور مضبوط کریں۔ وما علینا الا البلاغ

والسّلام علی من اتبع الھدیٰ۔

خاتمہ کتاب

للہ الحمد کہ ٹھکانے لگی محنت میری
طے ہوئی آج کی منزل یہ مسافت میری

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ وہ عظیم کام جسکی انجام دہی کے لیئے میں کسی طرح بھی اپنے آپ کو قابل و لائق نہیں سمجھتا تھا آج تکمیل کو پہنچا۔ یہ محض اسی رب العزت، واہب العطایا، خالق ارض و سماوات کے پیارے رب کی تائید اور خدا کے عاشق صادق۔ میرے مظلوم آقا حسین ؑ کی روحانی نصرت وامداد کا نتیجہ ہے کہ مجھ جیسے ایک جاہل و نا قابل ضعیف و کمزور مبتلائے دنیا ہستی نے اپنی بساط کے موافق جگہ جگہ کے گلزاروں سے کانٹوں کو ہٹا کر ریاض محمدی و گلشن مرتضوی کے سدا بہار پھولوں کو چنا اور اس گلدستہ حسینی کو اپنے پیارے رسول مقبول نبی عربی حسینؑ کے پیارے نانا کی سرکار میں شہنشاہ دین و دنیا کے دربار میں محبت و اخلاص کا تحفہ پیش کرنیکے لیئے سجایا۔

یہ گدائے بے نوا، در محمدی کا درویش دلریش محبوب الٰہی کے دربار میں، رحمۃ للعالمین کی سرکار میں بصد عجز و نیاز اس حسینی گلدستہ کو پیش کر کے عرض کرتا ہے، اے عرب کے داتا! دنیا کے شہنشاہ! اے یثرب کے والی! بطحا کے مالک! غریبوں کے ماوا! فقیروں کے ملجا! خدا کے پیارے! مدینہ والے! حسینؑ کے عاشق! ہمارے مولا! ہمارے آقا! یہ حضور کا حقیر و ناچیز غلام بھی بس اسی نادار و مفلس غریب و محتاج بڑھیا کی طرح جو ایک سوت کی انٹی لیکر خریدار ی حضرت یوسف کے لیئے نکلی تھی۔ یہ اپنا حقیر و ناچیز تحفہ جو حضور ہی کے پھولوں کا گلدستہ ہے محبت و اخلاص بھرے دل سے دربار رسالت میں پیش کرتا ہے۔ اور عرض کرتا ہے۔ مولا بچشم آستیں بردار و گوہر را تماشہ کن۔

اپنے پیارے حسینؑ، شہید آل محمدؐ کے صدقہ سے اس حقیر نذر کو قبولیت کا شرف عطا فرمایئے ؎ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔

میرے داتا! میرے مولا! تیرے حسین ؑ کا صدقہ مانگتا ہوں۔ اور تیری پیاری بیٹی فاطمہ زہرا کا واسطہ دیتا ہوں اور یہی تمنا اور یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اس گلدستہ حسینی ؑ کے سدا بہار پھولوں کی مہک ہمیشہ ہمیشہ دنیا کی محفلوں میں تیرے پیارے حسین ؑ کی صداقت و حقانیت کے چمن لگائے اور ہدایت و رہبری کے پھول کھلائے۔ اور یہ ناچیز خدمت بارگاہ قدس

میں مقبول و منظور ہو کر یہ گنہگار عاصی حضور کے پیارے جانی حسینؑ مظلوم کے ادنےٰ ترین غلاموں میں شمار فرما لیا جائے۔ اور ہم سب اے مولا! اے آقا! جو حضور کے گھر کے غلام اور حسینؑ کے نام لیوا کہلاتے ہیں تعلیم حسینی کی عملی صورت اختیار کر کے سچے مسلم اور حسینؑ کے حقیقی پیرو بنکر حسینؑ کے اصلی غلاموں کا نمونہ دنیا کو دکھلا دیں۔ ع ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ بحق النبی و آلہ الطاہرین علیہم السلام۔

اب بمقتضائے حدیث شریف رسول کریمؐ من لم یشکر الناس فلم یشکر اللہ میں یہ بھی اپنا لازمی فرض سمجھتا ہوں کہ اُن مکرم و محترم بزرگوں کا بھی شکریہ ضرور عرض کروں کہ جن حضرات نے میری ہمت افزائی فرمائی اور وقتاً فوقتاً اس عظیم الشان کام کی ترتیب و تکمیل میں قریب و دور سے اپنی امداد فرمائی سے میرا ہاتھ بٹایا اور میرے بوجھ کو ہلکا کیا۔

میرے اُستاد معظم اجل الاعظم سیدی و سندی حضرت قدسی منزلت سرکار شریعت مدار فخر العلماء مولانا و مقتدانا مولوی سید محمد سبطین صاحب قبلہ دام ظلہم العالی لا زالت شموس افادا تہم پروفیسر گورنمنٹ کالج لدھیانہ (پنجاب) کا میں خاص طور پر شکر گزار اور احسانمند ہوں جنکے فیض تعلیم سے میں اکثر بہرہ یاب ہوتا رہا ہوں۔ اور جن کی ہمت افزائی نے مجھے اس خدمت کے لیے آمادہ کیا۔ ایسا ہی میں اپنے مخدوم و محترم جناب جلالت مآب شریعت انتساب مولانا المعظم مولوی خواجہ ا؟ ظفر حسن صاحب انصاری پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ ادام اللہ برکاتہم واجلالہم کی زحمت فرمائی کا نہایت شکر گزار ہوں۔ کہ جناب ممدوح نے اپنی اُس خاص مخلصانہ محبت و شفقت سے جو ہمیشہ مجھ پر فرماتے رہے ہیں میرے بعض ترجموں کو ملاحظہ فرما کر وقتاً فوقتاً میری امداد فرمائی۔ اور میرے اس کام کو ہلکا کیا۔

خدائے جلیل ان ہر دو بزرگواروں کو اجر جمیل کرامت فرمائے۔ اور دین و دنیا کی برکات عطا کرے۔ اور ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ بحق النبی و آلہ الامجاد علیہم السلام۔

نیز میں اپنے معظم و محترم بزرگ جناب میر عطا حسین صاحب قبلہ (ڈپٹی اسسٹنٹ فنانشل منسٹر ریاست پٹیالہ) و نیز میں اپنے پیارے بھتیجے خلیفہ سید محمد اسلم صاحب بی۔ اے۔ علیگ فرزند جناب اخی المعظم مولوی خلیفہ سید محمد قاسم صاحب مرحوم و مغفور کا بھی نہایت ہی شکر گزار ہوں۔ کہ ان حضرات نے بعض انگریزی مضامین اور مطالب متعلقہ کو انگریزی کتابوں اور تاریخوں سے بہم پہنچانے اور اُنکے ترجمے سے میری امداد فرمائی۔ خدا ان حضرات کو

اپنے فیض عمیم سے ترقی عمر و دولت عطا فرمائے اور اُن کی سعی سرکار حسینی میں مشکور ہو۔
اب میں اپنے اُن سب تدیمی عنایت فرما احباب و اعزہ کا شکریہ بھی ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن حضرات نے ازراہِ کرم و عنایت میرے مسودات کو بار بار صاف فرمانے کی اور مقابلہ و تصحیح کی زحمت کو گوارا فرمایا۔ اور اپنا وقت عزیز اس خدمت حسینی میں صرف کیلئے اپنے کاموں کا ہرج کیا اور اس خدمت حسینی کو مقدم سمجھا۔ اور مجھے ممنون منت بنایا۔ بالخصوص میرے بزرگ محترم برادر مکرم حکیم سیدعون محمد صاحب رضوی سامانوی اور بھائی سید مراتب علی صاحب عزیز مکرم ماسٹر محمد نذیر صاحب جو زیادہ تر حصہ لیتے رہے ہیں خدائے جلیل ان سب میرے کرم فرما حضرات کی سعی کو مشکور فرمائے۔ اور اجر جمیل عنایت کرے۔
اور نیز جملہ ناظرین و مومنین و مسلمین کو دین و دنیا میں آبادانی و رضائے خدا و رضائے محمدؐ و آل محمدؐ عنایت ہو
اب میں اپنے حضرات ناظرین با تمکین کی خدمات زاکیات میں بصد ادب دست بستہ ملتمس ہوں کہ میری استعداد علمی کچھ زیادہ نہیں ہے میں ایک بہت ہی معمولی لکھا پڑھا انسان ہوں۔ نہ مجھے علمی لیاقت کا دعوٰے ہے اور نہ اہل زبان ہونیکا ادعا۔ اردو دانی کے لحاظ سے بھی میں پنجاب کے ایک چھوٹے سے بہت قدیمی پرانے قصبہ سامانہ ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہوں اور ہمیشہ سے میری بود و باش اور سکونت شہر پٹیالہ پنجاب میں ہی رہی ہے جہاں عموماً پنجابی ہی زبان بولی جاتی ہے۔ مجھے کبھی حضرات اہل زبان کا شرف صحبت بھی حاصل نہیں ہوا انہیں حضرات علمائے عالی مرتبت اور صاحبان علم و فہم ماہران زبان اُردو کی شفقت و کرم سے مجھے کامل امید ہے کہ العذر عند کرام النّاس مقبول کے اصول کے مطابق اگر کوئی علمی لغزش یا زبان و محاورۂ اُردو کے متعلق کسی غلط استعمال کی فروگزاشت پائیں گے تو اس خاکسار ہیچمدان کو معاف فرمائیں گے۔ اور عنداللہ ماجور و مثاب ہونگے۔ والسّلام مع الاکرام

یکم جون ۱۹۲۶ء ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ
پٹیالہ

خاکسار
ہیچمدان بندۂ آثم
محمد ہاشم

تقریظ از قلم صداقت رقم جناب جلالت مآب صدر المحققین تاج المتکلمین سرکار شریعتمدار راس العلماء العظام عمدۃ الفضلاء الکرام مولانا مقتدانا مولوی سید محمد سبطین صاحب قبلہ پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لدھیانہ پنجاب مدظلہم العالی

"ناموس اسلام" یا "شان حسین" ایک جدید تصنیف ہمیں ہے جسکے مصنف محترم فضائل مآب فواضل نصاب سیادت انتساب جناب خلیفہ سید محمد ہاشم صاحب زید فضلہ ہیں۔ جنہیں اس کتاب کا تقریباً بہت کچھ حصہ حرف بحرف حتے الامکان بغور تمام سُنا اور ہر مقام پر جو کچھ کہنا تھا کہتا گیا۔

اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ نام کے ساتھ اسکا مضمون بھی باوجود مشہور ہونے کے بالکل جدید اور تازہ ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے متعلق ہر زبان میں تصنیفات کا ذخیرہ موجود ہے۔ اور زبان اُردو اس دولت سے مالا مال ہے۔ ہر سال بلکہ ہر ماہ کچھ نہ کچھ اس عنوان پر لکھا اور طبع کیا جاتا ہے۔ پھر بھی جو کچھ اس کتاب میں لکھا گیا ہے وہ بالکل اچھوتا ہے۔ یہ امام حسینؑ کی تاریخ نہیں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ بلکہ تاریخی واقعات کے ضمن میں حسینی شان دکھائی گئی ہے اور اس خوبی سے دکھائی گئی ہے کہ ہر صفحہ بلکہ ہر فقرہ اور ہر جملہ میں مصنف کے انتہائی جوش عقیدت کے ساتھ ساتھ شان حسینؑ، روحانیت حسینؑ، نورانیت حسینؑ صاف نمایاں نظر آتی ہے۔ اور ہر سطر سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف موصوف محبت حسینؑ میں غرق اور حسن عقیدت میں شرابور ہے۔ اسی ضمن میں اس واقعۂ شہادت کے متعلق اور بعض عقائد اہل حق کی نسبت بعض ملاحدۂ اسلام کی ابلہ فریبیوں و یاوہ بازیوں کی قلعی کھولی گئی ہے۔ اور شبہات کا مکمل محقق دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔ اور یقیناً اس صورت میں قوم کی ایک بڑی کمی کو پورا کیا گیا ہے جس کی اشد ضرورت تھی۔ اور اسی خصوصیت سے کتاب نے خاص جدت حاصل کر لی ہے۔

گو یہ مصنف کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور اس سے پیشتر شاید کبھی کوئی مضمون یا آرٹیکل بھی نہیں لکھا لیکن جوہر قابل خواہ کتنے ہی عرصہ تک بیکار پڑا رہے۔ عالم میں آشکارا اور نمایاں ہو کر اس کا ذاتی کمال مفقود نہیں ہو سکتا۔ مال و دولت کی طرح صفات میں بھی توارث مسلم ہے۔ برادر زادہ خلیفہ سید محمد حسن اعلی اللہ مقامہ کا برادرزادہ اور جناب زین العلماء خلیفہ سید محمد کاظم مرحوم و مغفور قدس سرہ کا فرزند ارجمند کیونکر جوہر اسلاف سے عاری اور خالی ہو سکتا تھا۔ پہلی تصنیف میں

دکھادیا کہ ہم ان بزرگوں کی مٹی ہوئی یادگار ہیں۔ اور خاک میں ملے ہوئے ذروں کی طرح اپنی اصلی چمک دمک دکھا رہے ہیں۔

خدا کرے کہ یہ کتاب اہل ایمان و اسلام میں مقبول اور بارگاہ حسینی میں منظور ثابت ہو اسکا دوسرا حصہ زیر تصنیف ہے۔ ناظرین منتظر رہیں۔ والسلام خیر ختام۔

احقر الدارین سید محمد سبطین سرسوی

پروفیسر گورنمنٹ کالج لدھیانہ۔

تقریظ از خامۂ محبت شمامہ جناب فضائل و محامد انتساب سرکار شریعت مآب اجل الاکرم نخبۃ العلماء العظام مولانا مولوی خواجہ ظفر حسن صاحب پروفیسر مہندر کالج ریاست پٹیالہ دام ظلہم العالی

جناب مستطاب سیادت انتساب سعادت مآب مکرمی خلیفہ سید محمد ہاشم صاحب زاد فضلہ کے خلوص قلب و جوش عقیدت و کمال اسلامی کا یہ کتاب "ناموس اسلام۔ شان حسینؑ" ایک آئینہ ہے۔ میں نے اس کتاب کے اکثر و بیشتر مقامات کو غور سے دیکھا ہے۔ واقعاً یہ کتاب اگرچہ اپنے موضوع میں پہلی کتاب نہیں ہے کیونکہ بہت سے حضرات نے اس مضمون کو اپنے اپنے قلم سے اپنی اپنی زبان میں لکھا ہے اور لکھتے رہتے ہیں لیکن اس مبحث محبوب میں میں نے آج تک اس عنوان سے کوئی تالیف و تصنیف نہیں دیکھی۔ اسلیئے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ کتاب واقعات مخصوصہ بذات اقدس سردار جوانان بہشت سبط اصغر رسول کبریا آقائی و سیدی و سید الثقلین امام الکونین حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ صلوٰۃ رب المشرقین پہلی تصنیف ہے اور یہ خصوصیت صرف کتاب موصوف میں دیکھی کہ باوجود تاریخی کتاب ہونے کے دلچسپ بھی ہے۔ اور جملہ واقعات کو کتب فریقین سے حوالہ دیکر اس خوش اسلوبی سے تحریر فرمایا ہے کہ آج تک کسی بزرگ مولف نے اس طرز کو اختیار نہیں فرمایا۔ یہ اس با اخلاق ستودہ صفات مولف کا پہلا شرف ہے کہ کوئی مضمون طبع زاد نہیں اور تاہم مثل دیگر کتب تاریخ کے خشک اور پھیکی تالیف نہیں۔ جیسے کہ اس مضمون کی تالیفات بالعموم اس صفت سے عاری ہیں۔ غرض میں تو اس تالیف مبارک کو بے حد پسند کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تمام مسلمان اس سے نفع حاصل کریں اور شمع ایزدی کے نور د

آفتاب امامت کی شعاعوں سے تمام عالم مستفیض و منور ہو۔

اذل الزمن عبد الباری
خواجہ ظفر حسن انصاری

قطعۂ تاریخ تالیف و تصنیف کتاب ہذا از جناب سلالۃ الاطیاب مخدوم و محترم شاعر شیریں مقال ناظم نازک خیال قدسی زبان فصیح اللسان میر علمدار حسین صاحب بنوڑی زاد مجدہم العالی ؛

امیہ کو ہاشم سے تھی جو عداوت — وہ اظہر من الشمس ہے طشت ازبام
ابوسفیاں کے ہاتھ سے ظلم و سختی — اٹھاتے رہے نت رسولؐ ذوالاکرام
اور اُس کے پسر نے علیؑ کو ستایا — حسنؑ کو دیئے زہر کے جام پر جام
نہ اس دشمنی کا تسلسل تھا ٹوٹا — کہ آپہنچا دورِ یزیدِ بدانجام
اب وجد کی سنت پہ عامل ہوا وہ — علم کی حسینؑ ستم کش پہ صمصام
حسینؑ عاشق و محسنِ قوم و ملت — علیؑ کا جگر اور نبی صلعم کا دل آرام
کیا دین خود کلمہ گویوں نے رسوا — مسلمان ثابت ہوئے ننگ اسلام
جو ہوتی حیا تو [illegible] تے نہ مُنہ پھر — نہ لیتے کبھی اپنے کرتوت کا نام
یہ بے غیرتی کا بُرا ہو کہ اُلٹا — دیا کرتے ہیں محسنِ دین کو الزام
یہ وہ واقعہ ہے کہ تاریخ عالم — مثال ایسی ہی پیش کرنے میں ناکام
ضرورت بڑی تھی کہ کوئی حق آگاہ — کرے مستند واقعات اسکے ارقام
سو الحمد للہ کہ ناموس اسلام — ہوئی حسب دلخواہ ختم و سرانجام
الٰہی بحقِ شہِ ہر دو عالم — عطا کر مصنف کو تو اس کا انعام
نہیں گو یہ تصنیف مافوق عادت — نہ ہے یہ علمدار گو وحی و الہام

یہ کہتا ہوں بے دین کا سر اڑا کر
چراغ ہدایت ہے ناموس اسلام

سنہ ۱۹۲۶ء

ایضاً من جناب الشامی

دنگئی سچ کو آنا کانی حد سے گزری تلخ بیانی پہلی صدی کی بدعنوانی کرتی رہی تجدید عداوت
جاری تھی قلمی سفاکی فحش بگستاخی، بیباکی دل پر چوٹ یہ چوٹ لگا کی کوہ کو بھی آخر ہوئی حرکت
ایک بزرگ تقدس ہستی خوگر و عادی حق پرستی دیکھکے یہ اخلاقی پستی اُٹھی باندھ کے کمر ہمت
راحت و آسائش کو چھوڑا منہ آرام و سکوں سے موڑا وضع قدیم سے رشتہ توڑا نکلے چھوڑ کے گوشۂ عزلت
سرو ریاض محمد کاظم عابد، زاہد، مومن، مسلم یعنی میر محمد ہاشم کنز لیاقت گنج سعادت
خیر مجسم پیرو اسلاف اکرم سادات عزت اخلاف فیض رسان و محسن اشراف اُٹھے کرنے قوم کی خدمت
دیں پہ وہ ہوتے دیکھے چڑھائی یا اسلام کی سُنتے بُرائی دل آزاروں کی تلخ نوائی سن نہ سکی بس اُنکی غیرت
تاریخوں کو دیکھا بھالا معتقدات کو بھی پرتالا نصّ حدیث، کتاب، رسالا دیکھ گئے باغور و بصیرت
سب کے مقولے جانچے تولے بیدینوں کے پترے کھولے جادو وہ سرچڑھکے جو بولے راوی ظلم ہیں اہل ضلالت
حق نہیں چھپتا کبھی چھپائے باتیں کوئی لاکھ بنائے گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے جرم کی لی مجرم سے شہادت
دیکھکے اُن کا کچا چیٹھا سفاکوں کا بھانڈا پھوڑا تسمہ ایک لگا نہیں رکھا صاف ہی ثابت جور حکومت
مژدہ اے یاران خوش ایام لکھی گئی ناموس اسلام سیکھ لے اس سے او دل بدنام عشق و محبت نفس کی عزت
جس کے لیے تھی روح تڑپتی جس شئے کو تھی طبع ترستی آنکھیں جسکی راہ تھیں تکتی فعل میں آئی بعد قوت
شکر یہ نسخہ ہوا مہیّا دفتر ظلم بنی اُمیّہ ہیں اس کے اسباب تہیّا فسق یزید اور شرارت
بے کم و کاست ہے سال اتمام اس مصرع میں علمدار

اے زہے سعی مصنف علام اصلاً ہے یہ حق کی دعوت

سنہ ۱۳۴۲ھ

قطعہ تاریخ تالیف کتاب ہذا از جناب شاعر رنگیں کلام الملقب بہ ضیاء الاسلام مکرم و محترم ڈاکٹر حاجی سیّد زیرک حسین صاحب رضی کربلائی کاتب کتاب ہذا زید فضلہ

ہاشم خوش مقال نے جس دم لکھے حالات سیّد الشہدا
نیز جو کچھ بنی اُمیّہ نے ظلم و جور آل مصطفےٰ پہ کیا
لکھکے دکھلادی ساری دنیا کو شان صبر و شکیب آل عبا
آئی ہاتف کی غیب سے آواز مرحبا اے محبّ شاہ ہدا

جتنے مقتل ہیں اور تاریخیں — سب سے شان اس کتاب کی ہے جدا
سو کتابوں کا لکھ کے لُب لباب — بھر دیا ایک کوزے میں دریا
اُسے ہو جس کے پاس شان حسین — نہیں درکار دوسرا نسخا
شکر للہ کی ہے خدمت دیں — ہے مصنف کا اجر پیش خدا

با دل زار لکھ رضی تاریخ
تذکرہ شاہِ کربلا کا
سنہ ۱۹۲۶ء

قطعۂ تاریخ طبع کتاب ہذا من جنابہ السامی

جب محمد ہاشم ذی جاہ نے — کی رقم تاریخ شاہ مشرقین
پہلے آئینہ کیا جورِ یزید — پھر دکھایا جوہر صبر حسینؑ
اس مبارک خدمت اسلام سے — خوش ہوئی روحِ شہ بدر و حنین
للہ الحمد آج وہ نادر کتاب — چھپ گئی لاہور میں با زیب و زین
پھر نہ ہو تاریخ اس کا کیا سبب — جانکر اس کو رضی تو فرض عین

اکھ حروف معجمہ میں سال طبع
آج ثابت کی گئی شان حسینؑ
سنہ ۱۳۴۵ھ

قطعۂ تاریخ طبع کتاب ہذا از امیر الشعرا جناب سید اطہر حسین صاحب منتظر تلمیذ ملک الکلام فوقی امروہوی زاد لطفہ

ہاشم شیریں مقال حامی دیں، حبذا — سید مظلوم کا خوب لکھا تذکرا
تجھ کو بروز جزا رتبۂ عالی ملے — حق سے عطا ہو تجھے خلد میں اسکا صلا
بھر کے علیؑ دیں تجھے جام شراب طہور — گود میں لیں فاطمہؑ، پیار کریں مصطفےٰ
جز غم سبط رسول غم نہ ہو کوئی تجھے — مشکلیں آساں کریں آنکے مشکل کشا
بیکس و مظلوم کی لکھی ہیں تو نے صفات — کسکو خبر پیش حق کیا ہے ترا مرتبا
اُسکی ثنا کس سے ہو لکھے جو شان حسینؑ — کہنا تھا جو کہدیا میں نے بطرز دعا
طبع کی تاریخ بھی خوب ہے یہ منتظر — رنگ سخن دلپذیر تذکرۂ بے بہا

سنہ ۱۹۲۶ء — سنہ ۱۳۴۵ھ

فہرست اُن کتابوں کی جن سے اس کتاب میں استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مولف و مصنف	مذہب مصنف	زبان
۱	قرآن مجید	کلام الحمید		عربی
۲	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی	سنی المذہب	"
۳	تفسیر علامہ ابی السعود برحاشیہ تفسیر کبیر	علامہ ابی سعود	"	"
۴	تفسیر حسینی	ملا حسین کاشفی	"	"
۵	تفسیر جامع البیان	علامہ سید معین الدین	"	"
۶	تفسیر معالم التنزیل	محی السنۃ علامہ ابو محمد الحسین الفرار البغوی	"	"
۷	تفسیر اکلیل	جلال الدین سیوطی	"	"
۸	تفسیر مدارک	ابو البرکات علامہ نسفی	"	"
۹	تفسیر نیشاپوری	علامہ حسن بن محمد القمی نظام نیشاپوری	"	"
۱۰	تفسیر جلالین و کمالین	جلال الدین محلی و جلال الدین سیوطی	"	"
۱۱	صحیح البخاری متفسر عسقلا	امام اسمعیل بخاری	"	"
۱۲	صحیح مسلم تغسر نووی	مسلم	"	"
۱۳	صحیح ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	"	"
۱۴	مشکوٰۃ	ابو محمد الحسین البغوی	"	"
۱۵	تاریخ کامل	ابن اثیر جرزی	"	"
۱۶	تاریخ طبری	علامہ ابن جریر طبری	"	"
۱۷	تاریخ خمیس	شیخ حسین دیاربکری	"	"
۱۸	تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی	"	"
۱۹	تاریخ ابو الفداء	اسمعیل	"	"

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف و مصنف	مذہب مصنف	زبان
۲۰	تاریخ الامامۃ والسیاسۃ	امام ابی محمد ابن قتیبہ دینوری	سنی المذہب	عربی
۲۱	سیرۃ محمدی	مولوی کرامت علی دہلوی	"	"
۲۲	سیرت ہشام	امام عبدالملک ابن ہشام	"	"
۲۳	سیرۃ النبی	علامہ شبلی	"	اُردو
۲۴	رحمۃ للعالمین	قاضی حاجی محمد سلیمان صاحب	"	"
۲۵	مدارج النبوہ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی	"	فارسی
۲۶	سر الشہادتین	شاہ عبدالعزیز دہلوی	"	عربی
۲۷	تذکرۃ خواص الامہ	علامہ سبط ابن جوزی	"	"
۲۸	روضۃ الصفا	محمد بن خاوند شاہ	"	فارسی
۲۹	حبیب السیر	غیاث الدین ہروی	"	"
۳۰	ینابیع المودہ	شیخ سلیمان القندوزی	"	عربی
۳۱	فصول المہمہ	ابن صباغ مالکی	"	"
۳۲	مطالب السئول	علامہ ابوطلحہ شافعی	"	"
۳۳	صواعق محرقہ	علامہ ابن حجر مکی	"	"
۳۴	التطہیر اللسان والجنان	"	"	"
۳۵	روضۃ المناظر	علامہ ابی الولید محمد بن شحنہ	"	"
۳۶	استیعاب	عبدالبر مکی اندلسی	"	"
۳۷	شرح عقائد نسفی	علامہ تفتازانی	"	"
۳۸	کنز العمال	ملا شیخ علی متقی	"	"
۳۹	الشفاء فی تعریف المصطفیٰ	قاضی عیاض	"	"
۴۰	مکتوبات مجدد صاحب سرہندی	مجدد صاحب سرہندی	"	فارسی
۴۱	حدیقۃ الحقیقہ	حکیم سنائی	"	"
۴۲	وسیلۃ النجات	ملا محمد مبین فرنگی محلی	"	"

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف و مصنف	مذہب مصنف	زبان
۴۳	سعادت الکونین	مفتی اکرام الدین نبیرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی	سنی المذہب	فارسی
۴۴	اعجاز التنزیل	جناب وزیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسن صاحب بہادر وزیر اعظم ریاست پٹیالہ	شیعہ	اُردو
۴۵	ہدایت السائل	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	سنی المذہب	فارسی
۴۶	تاریخ احمدی	نواب احمد حسین خاں پریانواں	شیعہ	اُردو
۴۷	ارجح المطالب	مولوی عبیداللہ امرتسری	سنی المذہب	"
۴۸	یزید نامہ	خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی	"	"
۴۹	محرم نامہ	"	"	"
۵۰	بہجت المحافل	شیخ زکریا محمد المکی	"	عربی
۵۱	النبی والاسلام	ڈاکٹر عبدالحکیم خاں	"	اُردو
۵۲	مقتل نور العین	علامہ ابواسحاق اسفرائنی	"	عربی
۵۳	تحریر الشہادتین	شاہ سلامت اللہ کانپوری	"	فارسی
۵۴	مقتل ابو مخنف	ابومخنف	"	عربی
۵۵	ارشاد	علامہ شیخ مفید	شیعہ	"
۵۶	ناسخ التواریخ	میرزا محمد تقی لسان الملک	شیعہ	فارسی
۵۷	شہادت حسینؑ	میاں حسن پھلواری مرحوم ابن شاہ سلیمان پھلواری	سنی المذہب	اُردو
۵۸	شہید اسلام	مولوی محمد ہارون صاحب زنگی پوری	شیعہ	"
۵۹	شہید اعظم	سید ریاض علی صاحب ریاض بنارسی	"	"
۶۰	ذبح عظیم	خان بہادر اولاد حیدر صاحب فوق	"	"
۶۱	تاریخ زوال روم	مسٹر گبین	عیسائی	انگریزی
۶۲	لٹریری ہسٹری آف پرشیا	سی براؤن	"	"
۶۳	ہسٹری آف سارسین	آنریبل سید امیر علی	شیعہ	"
۶۴	مثنوی در ثمین	جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی	سنی قادیانی	فارسی
۶۵	خصائص نسائی	احمد محدث نسائی	سنی المذہب	عربی